خواجہ غریب نوازؒ

قطب الاولیاء، شمس الفقراء، سلطان المساکین

خاتم المجتہدین حضرت معین الملّت والدّین

خواجہ معین الدّین حسن سنجری اجمیری رحمۃ اللہ علیہ

روضہ المطہر حضرت خواجہ معین الدّین چشتی اجمیر شریف

Marfat.com

Marfat.com

216367
DATA ENTERED

خواجہ غریب نوازؒ

قطب الاولیاء، شمس الفقراء، سلطان المساکین، خاتم المجتہدین

حضرت معین الملّت والدّین خواجہ معین الدّین حسن سنجری اجمیریؒ

کے مکمل

سوانح حیات

ادارہ تصنیف وتالیف

شیخ غلام علی اینڈ سنز پرائیویٹ لمیٹڈ، پبلشرز

لاہور...... کراچی...... حیدر آباد

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ

سلسلہ مطبوعات ۲۳۲

پہلی بار ۱۹۵۹ء

دوسری بار ۱۹۶۳ء

تیسری بار ۲۰۰۳ء

طابع .... شیخ نیاز احمد

مطبع .... غلام علی پرنٹرز، لاہور

ناشرین

شیخ غلام علی اینڈ سنز پرائیویٹ لمیٹڈ، پبلشرز

Marfat.com

فہرست

عنوان	صفحہ
خلاصہ حالات	7
پہلا حصہ	
خواجہ غریب نواز معین الدین	11
حسن سنجری اجمیریؒ	
ولادت اور حسب ونسب	"
وطن کے حالات	"
خراسان کو ہجرت	12
خراسان کی کیفیت	13
مذہبی ماحول	14
ابتدائی زندگی	14
انقلابی واقعہ	15
پہلا سفر	16
مرشد سے بیعت	"
خواجہ عثمان ہارونیؒ	18
چشت کا مطلب	21
خواجہ اجمیریؒ کا سلسلہ ارادت	22
خواجہ اجمیریؒ کا رخصت ہونا	23
دوسرا سفر	24
شیخ نجم الدین کبریٰ	"
شیخ کی وفات	"
عملی ودینی مرتبہ	26
بغداد کے حالات	26
خواجہ اجمیریؒ کے ہمعصر	"
خواجہ اجمیریؒ کے ہم جلیس	27
شیخ اوحد الدین کرمانیؒ	28
شہاب الدین عمر سہروردیؒ	29
خواجہ اجمیریؒ سے بیعت	30
خواجہ کا عزمِ سفر	"
شیخ یوسف ہمدانیؒ	31
خواجہ اجمیریؒ تبریز میں	32
خواجہ اجمیریؒ اصفہان میں	33
خواجہ اجمیریؒ خرقان میں	34
خواجہ اجمیریؒ استرآباد میں	"
خواجہ اجمیریؒ ہرات میں	"
خواجہ اجمیریؒ سبزوار میں	35
خواجہ اجمیریؒ بلخ میں	38
خواجہ اجمیریؒ غزنی میں	"
غزنی کے حالات	39
شیخ عبدالواحد غزنویؒ سے ملاقات	41
دوسرا حصہ	
خواجہ اجمیریؒ ہندوستان میں	44

Marfat.com

عنوان	صفحہ
ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد	44
ہندوستان کی کیفیت	45
خواجہ اجمیریؒ کے تاثرات	46
ورودِ لاہور	"
عزمِ اجمیر	47
سیاسی ماحول	48
منزل گاہِ دہلی	49
دہلی میں اشاعتِ حق	"
ورودِ اجمیر	"
اجمیر کی ناموافق فضا	51
راجہ کی برہمی	53
اشتعال انگیز واقعہ	"
رائے پتھورا پر عتاب خواجہ	54
سیاسی معرکے	55
رائے پتھورا اور محمد غوری کی پہلی جنگ	"
رائے پتھورا اور محمد غوریؒ کی دوسری جنگ	57
ہندی راجاؤں کی تباہی	"
ہند میں اسلامی حکومت کا قیام	58
اجمیر کا اسلامی دور	"
خواجہ اجمیریؒ کا آخری دور	59
وفات	60

عنوان	صفحہ
تیسرا حصہ	
اولاد، خلفاء اور اوصاف وکمالات	62
اولاد	63
شادی	"
پہلا نکاح	"
دوسرا نکاح	64
اولاد	65
بی بی حافظ جمال	66
خلفاء	67
خلیفہ اعظم	"
خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ	"
قبولیت	68
عادات ومشاغل	"
وفات	"
خلفائے اصغر	69
سالار مسعود غازی	72
طریق زندگی اور کارنامے	73
مجاہدات	"
غذا اور لباس	"
اخلاق و عادات	"
فنکاری	76
سماع	"

Marfat.com

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
سماع کی قسمیں	78	گنج الاسرار	91
سماع کی شرائط	"	احدیث المعارف	"
سماع کے آداب	"	دیوان معین یا دیوانِ خواجہ	"
داتا گنج بخشؒ کا ارشاد	79	آستانہ عالیہ	112
ذوالنون مصریؒ کا ارشاد	"	درگاہِ خواجہ کی اہمیت	"
ابوبکر شبلیؒ کا ارشاد	80	اجمیر کی تاریخ	"
ابوعلی رودباریؒ کا ارشاد	"	روضہ اور دیگر عمارات	115
شیخ حسن فتلیؒ کا ارشاد	"	نقار خانہ عثمانی	116
شیخ حصریؒ کا ارشاد	"	نقار خانہ شاہجہانی	"
فریدالدین گنج شکرؒ کا ارشاد	"	اکبری مسجد	"
سلطان المشائخؒ کا ارشاد	"	بلند دروازہ	"
بہاؤالدین نقشبندیؒ کا ارشاد	"	دیگ کلاں	117
شیخ سعدیؒ کا ارشاد	"	دیگ خورد	"
مولانا رومؒ کا ارشاد	"	محفل خانہ یا سماع خانہ	"
خواجہ اجمیریؒ کا ارشاد	81	مسجد صندل خانہ	"
کارنامے	82	حجرہ فرید شکر گنجؒ	"
تبلیغ اسلام	82	بہشتی دروازہ	"
قیام مدرسہ و لنگر خانہ	84	حجرہ حور النساء بیگم	118
باطنی کمالات	86	حجرہ بی بی حافظ جمال	"
تصانیف	90	جامع مسجد شاہجہانی	"
خواجہ صاحبؒ کی تصانیف	"	لنگر خانہ	"
انیس الارواح	"	کرناٹکی دالان	119

Marfat.com

عنوان	صفحہ
اولیاء مسجد	119
صحن چراغ	"
حوض شاہی	"
بیگمی دالان	"
احاطہ نور	120
پانداز دروازہ	"
احاطہ چار یار	"
سولہ کھمبہ	124
مقبرہ خواجہ حسین	121
چھتری	"
خانقاہ	122
مزار نظامِ سقہ	"
مقبرہ شاہ قلی خاں	"
جھالرہ	123
چوتھا حصہ	
فرمودات خواجہ	125
رموزِ تصوف	126
سلوک	"
معرفت	127
محبت اور عشقِ الٰہی	131
احکامِ شریعت اور متفرق مسائل	134
وضو	134

عنوان	صفحہ
طہارت	135
نماز	136
خوف و رجا	140
جہنم	"
ہنسی اور کھیل	141
جھوٹی قسم	142
توکل	"
آداب	143
صحبت کے اثرات	"
اللہ اور رسول کا حق	145
پیر کی خدمت	"
اولیاء و مشائخ	146
متفرق	147
اوراد و وظائف	150
سورۂ فاتحہ	"
اوراد	153
خواجہ اجمیریؒ کا وظیفہ	155
چیدہ چیدہ اقوال وارشادات	162
خواجہ اجمیریؒ کی حکایات	166
خواجہ اجمیریؒ کی آخری مجلس	176

Marfat.com

خلاصہ حالات

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ برصغیر پاکستان و ہند میں سلسلہ چشتیہ کے بانی ہیں اور انہی کی کوششوں سے ہندوستان میں اسلام پھیلا۔ سیستان میں پیدا ہوئے۔ سمرقند میں تعلیم پائی' پھر نیشاپور کے نواحی قصبہ ہارون میں چلے گئے جہاں وقت کے مقتدر پیشوائے اولیا خواجہ عثمان ہارونیؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے بیعت کی پھر شیخ نجم الدین کبریٰ' شیخ عبدالقادر جیلانیؒ' شیخ شہاب الدین سہروردیؒ (جو سلسلہ سہروردیہ کے بانی ہیں) اور ملا اوحدالدین کرمانیؒ کی خدمت کی۔ بغداد سے ہمدان' تبریز' سبزوار' استرآباد' بلخ اور غزنی ہوتے ہوئے ہندوستان آئے اور لاہور پہنچے۔ اس زمانہ میں حضرت داتا گنج بخشؒ وفات پا چکے تھے۔ لاہور میں کچھ مدت گزارنے کے بعد ملتان گئے اور کچھ مدت وہاں رہ کر ملکی زبانیں سیکھیں۔ پھر دہلی ہوتے ہوئے ۵۶۱ھ میں اجمیر پہنچے اور یہیں مستقل سکونت اختیار کر لی۔

اس وقت پرتھوی راج اجمیر اور دہلی کا حاکم تھا' وہ آپ کے خلاف ہو گیا۔ انہی دنوں شہاب الدین غوری نے ہندوستان پر حملہ کر دیا۔ پہلے حملہ میں شکست کھائی مگر دوسری مرتبہ کامیاب ہوا اور پرتھوی راج مارا گیا۔ دہلی اور اجمیر غوریوں کے زیر نگیں آ گئے۔ پھر ہندوستان میں مسلمانوں کی مضبوط حکومت قائم ہو گئی۔ یہ حالات خواجہ اجمیریؒ کو اپنے اصل مشن یعنی تبلیغ اسلام کو انجام دینے میں بہت معاون ثابت ہوئے۔ چنانچہ آپ کی مساعی جمیلہ سے ہندوستان کے کونے کونے میں اسلام کا ڈنکا بجنے لگا۔ بستیوں کی بستیاں اسلام کی نعمت سے مالا مال ہونے لگیں۔

Marfat.com

اجمیر میں آپ نے ایک بہت بڑی مسجد اور مہتمم بالشان مدرسہ قائم کیا۔ جس سے بہت سے لوگ اولیاء اللہ بن کر نکلے اور ہندوستان کے مختلف گوشوں میں تبلیغ اسلام کا کام انجام دیتے رہے۔ ہندوستان کے مسلم فرمانروا آپ کی غلامی پر فخر کرتے تھے۔

۶ رجب ۶۳۲ھ کو اجمیر میں وفات پائی اور وہیں دفن کیے گئے۔ قریباً سو برس کی عمر پائی۔ آپ کے ملفوظات کے مختلف مجموعے موجود ہیں۔ غزلوں کا ایک دیوان بھی آپ سے منسوب کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

پہلا حصہ

Marfat.com

پیدائش

وطن کے حالات

ایامِ طفولیت

ہجرت

ابتدائی زندگی کے سفر

تحصیل علوم ظاہر و باطن

بزرگانِ دین کی صحبتیں

حادثاتِ زمانہ

پیر و مرشد کے حالات

ہمعصر اور ہم جلیس

مسافرت

بغداد، تبریز، اصفہان، خرقان، استرآباد، ہرات

سبزوار، بلخ، غزنی کی سیاحت اور عزم ہند

Marfat.com

خواجہ غریب نواز مُعین الدّین حسن سنجری اجمیری رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ خواجگان معین الدین حسن سنجریؒ ان ناموز اور اکابر اولیاء میں سے ہیں جن پر زمانہ ہمیشہ فخر کرے گا اور اس اعتبار سے آپ کو منفرد حیثیت اور استثنائی شہرت حاصل ہے کہ کفر گڑھ ہند میں اسلام کی روشنی آپ ہی کی مساعی جمیلہ سے پھیلی اور یہاں اسلامی حکومت کا سنگِ بنیاد بھی آپ ہی کے ہاتھوں نصب کیا گیا۔

ولادت اور حسب ونسب ۵۳۶[1] ہجری میں سیستان کے قصبہ سنجر[2] میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی خواجہ غیاث الدین حسن بہت دولتمند تاجر اور با اثر شخص تھے۔ علاوہ ازیں بڑے عابد اور زاہد تھے۔ خواجہ صاحب نے دولت مند گھرانے میں بڑے ناز ونعم سے پرورش پائی۔ آپ نجیب الطرفین سیّد تھے۔ سلسلہ نسب بارہ واسطوں سے حضرت علیؓ ابن ابی طالب تک اس طرح پہنچتا ہے۔

حضرت خواجہ معین الدینؒ بن غیاث الدین بن سیّد کمال الدین بن سیّد احمد حسین بن سیّد طاہر بن سید عبدالعزیز بن سید ابرہیم بن امام علی رضاؒ بن موسیٰ کاظمؒ بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقرؒ بن امام علی زین العابدینؒ بن سیّد الکونین امام حسینؓ بن المرتضےٰؓ رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین[3]

وطن کے حالات جس زمانے میں خواجہ اجمیریؒ کی ولادت باسعادت ظہور میں آئی۔ وہ اسلامی دنیا میں بڑی مصیبتوں اور ابتلا کا زمانہ تھا۔ سیستان اور خراساں کے علاقے بھی تباہی اور لوٹ مار کی زد میں آئے ہوئے تھے۔ ہر طرف افراتفری کا دَور دَورہ تھا۔ ملک

---

[1] امام غزالیؒ کی وفات کے اکتیس سال بعد۔ بعض مؤرخین پیدائش کا سن ۵۳۷ھ بیان کرتے ہیں۔

[2] سیستان کو سجستان بھی کہتے ہیں اس لئے خواجہ صاحب کو سجزی (س، ج، ز، ی) بھی کہتے ہیں اور سنجری (س، ن، ج، ز، ی) بھی (اخبار الصالحین حصہ اول صفحہ ۱۹۹)

[3] خزینۃ الاصفیا (فارسی) جلد اول صفحہ ۲۵۷

Marfat.com

کے اندر سیاسی جھگڑوں نے خطرناک صورت اختیار کر رکھی تھی اور آئے دن کے بلوؤں اور فسادات سے شہروں کے شہر تباہ ہو رہے تھے۔ خود مسلمانوں کے اندر کئی فرقے پیدا ہو چکے تھے جو ایک دوسرے کو تباہ کرنے کے درپے تھے۔ ملاحدہ اور باطنین نے ملک میں اودھم مچا رکھا تھا۔ سلطان سنجر جو سلجوقی خاندان کی یادگار تھا اسی علاقے کا حکمران تھا۔ عبدالحلیم شرر کے بیان کے مطابق سلطان سنجر اپنے حقوق حکمرانی کو شوکت و سطوت اور زبردست فوجوں اور بہادر سپاہیوں کے مقابل زیادہ تر خاندانی حقوق اور حق دار سلطنت ہونے کی بنیاد پر ثابت کرنا چاہتا تھا۔ گو ابھی اس کی سلطنت میں کمزوری کے آثار نمایاں نہ ہوئے تھے۔ مگر اس کا کیا علاج تھا کہ خطائی تاتاریوں کا ایک نیا پُر جوش وحشی گروہ جو ''غز'' کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا جوش و خروش سے اُٹھ کھڑا ہوا تھا اور ہر قسم کی لوٹ مار، تاخت و تاراج اور ظلم و جور پر آمادہ تھا۔ چنانچہ ۵۳۶ھ میں سلطان سنجر کو ان لوگوں سے ایک بڑی بھاری شکست ہوئی جس میں سیستان کا حاکم جو سلطان کی طرف سے بڑی بہادری کے ساتھ لڑا تھا اور جس کی نبرد آزمائی نے تمام دیکھنے والوں کو حیرت میں ڈال دیا تھا خطائیوں کے ہاتھ میں زندہ گرفتار ہو گیا۔ خود سنجر بے سروپائی سے بھاگا اور خراسان کے شہروں پر تاتاریوں نے طرح طرح کے ظلم کیے۔''

خراسان کو ہجرت غرض ۵۳۶ھ کے اس المناک ماحول میں خواجہ اجمیریؒ کی ولادت ہوئی۔ اس وقت ملاحدہ، باطنین اور خطائی ترکوں کے ہاتھوں آپ کا مولد تباہ و برباد ہو رہا تھا۔ ان حالات نے آپ کے والد بزرگوار کو سیستان چھوڑنے پر مجبور کیا اور وہ خراسان چلے آئے اور خواجہ اجمیریؒ یہیں نشوونما پانے لگے۔ مگر یہ جگہ بھی ان سفاکوں کی دست برد سے محفوظ نہ تھی۔ یہاں بھی وہی تباہ کاریاں ہو رہی تھیں۔ بلکہ جلد ہی خراسان کی حالت دوسرے علاقوں سے بھی زیادہ بدتر ہو گئی۔ اور خواجہ اجمیریؒ کے ہوش سنبھالنے تک یعنی سن رشد کو پہنچنے تک قتل و غارت کا یہ سلسلہ جوں کا توں جاری رہا بچپن کے اس تمام عہد میں آپ نے زمانہ کے ہولناک حالات مشاہدہ کیے۔ جن کے باعث آپ کا دل کھٹا ہو چکا تھا۔

Marfat.com

۵۴۹ھ میں جب کہ آپ کی عمر تیرہ برس کی تھی حالات نے ایک اور عبرت ناک کروٹ لی جو تاریخ اسلام میں بڑی اہمیت کی حامل ہے۔

خراسان کی کیفیت ان حالات کی تفصیل شرر لکھنوی کے الفاظ میں سُنیے۔ آپ لکھتے ہیں کہ اُسی سال (۵۴۹ھ میں) سلطان سنجر کو ترکانِ غزو کے مقابل دوبارہ شکست ہوئی اور ایسی شکستِ فاش کہ وہ خود ان کے ہاتھ میں گرفتار ہو گیا اور ملک کا کوئی حامی و نگران نہ رہا۔ جس کی قسمت یک بیک وحشی درندوں اور بے رحم لٹیروں کے ہاتھ میں دے دی گئی۔ وہ درشت مزاج اور وحشی لوگ یکا یک خراسان کے علاقے میں گھس آئے۔ بلادِ طوس (مشہد مقدس) اور نیشا پور کو بڑی بے رحمی سے لُوٹا۔ عورتوں کو جہاں پایا بے عزت کیا، ان کی عصمتیں خراب کیں، انھیں بے حرمت و بے آبرو کیا۔ عورتوں اور لڑکیوں کو پکڑ کر لونڈی غلام بنایا۔ تمام مسجدیں تباہ و برباد کر دیں۔ مکانات منہدم کر دیے گئے۔ نیشا پور میں ظالموں نے ایسا ظلم کیا اور اس قدر قتل و خون کیا کہ اپنے خیال میں انھوں نے ایک شخص بھی زندہ نہ چھوڑا تھا۔ شاذ و نادر ہی کوئی ایسا خوش قسمت تھا جو کہیں چھپ چھپا کر بچ گیا ہو۔ ہر طرف لاشوں کے انبار اور تودے لگے تھے۔ بہت سے لوگوں نے جامع مسجد شعمی میں پناہ لی اور اندر سے دروازے بند کر لیے۔ مگر وحشی جو اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے تھے انہوں نے ہلہ کر کے اس کے دروازے کلہاڑیوں سے چیر ڈالے اور رخاص اس مقام میں جو خداوند جل وعلا کا دامن عافیت اور دینداروں کے نزدیک دارالامان تھا، گھس کر سب کو شہید کر ڈالا۔

یہی حالت وہاں کے عالی شان بہارستان (دارالشفاء) کی ہوئی جس کی عمارت قلعہ جیسی تھی۔ بہت سے لوگوں نے اس میں پناہ لی۔ صرف پناہ ہی نہ لی بلکہ اس کی چھت پر چڑھ کر دشمنوں پر تیر اور پتھر برسائے۔ مگر ترک اس میں بھی آ گھسے اور جو بھی ملا خواہ وہ طبیب تھا یا مریض، زخمی تھا یا جراح، بلا استثنا و امتیاز سب کو جامِ فنا پلا دیا۔

نیشا پور کے مظلوموں اور جام شہادت پینے والوں میں سپاہی اور عوام ہی نہ تھے بلکہ بڑے بڑے علماء و فضلا، اولیا و ابرار، اتقیاء و احرار بھی تھے۔ تمام علما و شیوخ شہید ہوئے اور کل

Marfat.com

صالحین و متصوفین فنا کر دیے گئے جن میں محمد بن یحییٰ فقیہ شافعی تھے جو علم و فضل میں مرجع عالم تھے۔ متبحر و مستند ہونے کی حیثیت سے دنیا میں اپنے کوئی مماثل و ہمتا نہ رکھتے تھے اور ان کے حلقہ درس میں مشرق و مغرب طلبا کا مجمع رہتا تھا۔

عبدالرحمان بن عبدالصمد اکاف نیشاپوری جو بڑے فقیہہ اور عابد اور زاہد تھے اور ان کی خدمت میں سلطان سنجر حسنِ عقیدت سے حاضر ہوا کرتا تھا، امام قیشری کے نواسے احمد بن حسین کاتب ابوالبرکات فرادی، امام علی صباغ جو اس عہد کے ایک زبردست متکلم تھے' احمد بن محمد بن حامد بن عبدالوہاب مقابادی قاضی ساعد بن عبدالملک' حسن بن عبدالحمید رازی اور ان کے علاوہ صدہا علما زہاد تھے جو کمال بے دردی اور بے رحمی سے شہید کیے گئے۔

نیشاپور اس زمانے میں علم و فضل کا مخزن تھا۔ لہٰذا مدت ہائے دراز کے ذوقِ علم نے جو کچھ سرمایہ علمی وہاں فراہم کیا تھا وہ سب بھی خاک میں ملا دیا گیا اور کل کتب خانوں میں آگ لگا دی گئی۔

مذہبی ماحول مذہبی لحاظ سے تمام عالم اسلامی میں ایک عام اضطراب' بے چینی اور بد نظمی پھیلی ہوئی تھی۔ اسلام میں بہت سے فرقے پیدا ہو چکے تھے۔ خود خراسان ان مذہبی فرقوں کا مرکز بن چکا تھا۔ ابو مسلم بھی اسی علاقے میں نمودار ہوا یہیں روا مذیہ فتنہ پیدا ہوا۔ المقنع جیسا جھوٹا مدعی نبوت اسی سرزمین سے اٹھا۔ یہیں حسن[1] بن صباح نے بھی پرورش پائی اور بیشتر ملاحدہ اسی سرزمین پر پیدا ہوئے۔ مزدکی' خرمی' شعوبی وغیرہ فرقے یہیں پروان چڑھے اور سارے عالم اسلامی میں پھیلتے جا رہے تھے۔

ابتدائی زندگی غرض مصیبتوں اور آفتوں کے اس المناک ماحول میں خواجہ اجمیریؒ نے پرورش پائی اور سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا جس کے باعث عبرت اور ناپائداری عالم

---

[1] یہ ایک خفیہ جماعت کا امام تھا اور اپنے آپ کو حضرت علیؓ کا اوتار ظاہر کر کے لوگوں کو اپنے گرد جمع کر لیا تھا۔ فدائیوں کے نام سے اس کی ایک جماعت تھی جس سے سب لوگ خوف کھاتے تھے۔ نظام الملک اور خلیفہ مسترشد باللہ کو اسی نے مروایا تھا۔

Marfat.com

کا پہلا نقش آپ کے دل پر پڑا اور دنیا سے جی اچاٹ ہونے لگا۔ ۵۵۱ھ میں جب کہ آپ کی عمر پندرہ برس کی تھی آپ کے والد بزرگوار خواجہ غیاث الدین حسنؒ نے وفات[1] پائی۔ جس سے آپ کے دکھے دل کو ایک اور صدمہ پہنچا۔ مگر آپ بددل نہ ہوئے۔ والدہ ماجدہ نے جن کا نام نامی بی بی نور تھا۔ آپ کی پرورش اور تربیت کی طرف پوری توجہ فرمائی۔ مگر وہ بھی جلد دنیا سے رحلت فرما گئیں اور آپ کشمکش حیات میں تنہا رہ گئے۔

والد کی وفات کے بعد ایک باغ اور ایک چکی ورثہ کے طور پر آپ کو ملی چنانچہ آپ نے باغبانی کو ذریعہ معیشت بنایا اور سارا کام خود کرتے تھے۔ درختوں کو پانی دیتے' زمین کو ہموار کرتے' پودوں کی کانٹ چھانٹ عمل میں لاتے' کھاد وغیرہ کا بندوبست کرتے اور خود ہی پھلوں کو فروخت کرتے۔

انقلابی واقعہ ایک روز آپ اپنے باغ میں آرام فرما رہے تھے کہ ابراہیم قندوزی نام ایک مشہور بزرگ اور مجذوب وہاں تشریف لائے۔ یہ بزرگ دنیا کے جھگڑوں سے بے نیاز اور الگ تھلگ ہو کر پھرتے رہتے تھے۔ خواجہ اجمیریؒ نے انھیں دیکھا تو مہمان نوازی کے طور پر انھیں ایک سایہ دار درخت کے نیچے بٹھایا۔ پھر انگوروں کا ایک خوشہ ان کی خدمت میں پیش کیا۔ وہ بزرگ صاحب نظر تو تھے ہی۔ پہلی نظر میں خواجہ اجمیریؒ کو پہچان لیا اور اپنے مطلب کا آدمی پا کر اپنی کشکول سے کھیل کا ایک ٹکڑا نکالا۔ اسے چبا کر خواجہ صاحب کے منہ میں ڈال دیا۔ کھیل حلق سے اتری ہی تھی کہ خواجہ صاحب کی کیفیت بدل گئی۔ ان کے قلبی رجحان میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو گیا۔ زندگی نے یکسر پلٹا کھایا اور عشق الٰہی نے دل میں اثرات جمانے شروع کر دیے۔

وہ بزرگ تو اپنا کام کر کے چلتے بنے اور ادھر خواجہ صاحب ایک نیا انقلابی عزم لے کر اٹھے۔ باغ چکی اور دوسرا تمام اثاثہ فروخت کر کے ساری رقم فقرا اور مساکین کو دے دی اور

---

[1] مولوی غلام سرور لاہوری کے بیان کے مطابق آپ نے عراق میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے (خزینۃ الاصفیا جلد اوّل صفحہ ۲۵۷) مگر اخبار الصالحین کے بیان کے مطابق آپ خراسان میں فوت ہوئے۔

Marfat.com

خود خدا پر توکل کر کے تن تنہا نکل پڑے۔

پہلا سفر سب سے پہلے آپ نے مشرق کا راستہ لیا۔ سمرقند بخارا ان دنوں اسلامی علوم وفنون کے مرکز سمجھے جاتے تھے۔ جہاں لوگ دور دور سے اسلامی تعلیم حاصل کرنے آتے تھے۔ خواجہ صاحب بھی وہیں پہنچے۔ سب سے پہلے آپ نے قرآن کریم حفظ کیا پھر تفسیر فقہ' حدیث اور دوسرے علوم ظاہری میں مہارت حاصل کی۔ آپ نے کن کن علماء یا اساتذہ سے تعلیم حاصل کی اس کا صحیح علم نہیں ہو سکا۔ اتنا معلوم ہوا ہے کہ آپ کو پڑھانے والوں میں ایک مولانا محمد احسام بخاریؒ تھے۔ کہا جاتا ہے کہ قرآن مجید آپ نے انھیں سے حفظ کیا۔ پھر مرشد کامل کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے اور نیشاپور و خراسان ہوتے ہوئے عراق کا رخ کیا۔ راستہ میں نیشاپور کا قصبہ ہارون واقع تھا جہاں اس وقت کے مشہور بزرگ خواجہ عثمان ہارونیؒ کی سکونت تھی۔

مرشد سے بیعت آپ خواجہ عثمان ہارونیؒ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر شرف ارادت وبیعت سے مشرف ہوئے۔ خواجہ اجمیریؒ راہ سلوک ومعرفت میں رہنمائی حاصل کرنے کے لیے پیر ومرشد کی تلاش میں تھے ہی۔ خواجہ عثمان ہارونیؒ سے ملاقات ہونے پر آپ نے محسوس کیا کہ ان سے زیادہ مرد کامل آپ کو نہیں مل سکتا۔ چنانچہ کچھ دن تک ان کی صحبت میں رہے اور عقیدت کا جذبہ آپ کے دل میں بڑھتا چلا گیا۔ خواجہ عثمان ہارونیؒ نے بھی خواجہ اجمیریؒ کی باطنی حالت کو بھانپ لیا تھا۔ چنانچہ انھوں نے بھی خواجہ اجمیریؒ کی معیت کو مبارک جانا۔ خواجہ اجمیریؒ کی استدعا پر خواجہ عثمان ہارونیؒ نے ان سے بیعت لے لی اور اپنے حلقہ مریدین میں شامل کر لیا۔

اپنی بیعت کا واقعہ بیان کرتے ہوئے خواجہ صاحب خود فرماتے ہیں کہ ایسی صحبت میں جس میں بڑے بڑے معظم ومحترم مشائخ کبار جمع تھے میں ادب سے حاضر ہوا اور روئے نیاز زمین پر رکھ دیا۔ حضرت مرشد نے حکم دیا کہ دو رکعت نماز ادا کرو۔ میں نے فوراً تعمیل کی۔ پھر فرمایا رُو بہ قبلہ بیٹھو۔ میں ادب سے قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھ گیا۔ پھر ارشاد ہوا

Marfat.com

سورہ بقر پڑھو۔ میں نے خلوص عقیدت سے پوری سورت پڑھی۔ پھر فرمایا ساٹھ بار سبحان اللہ پڑھو۔ میں نے اس کی بھی تعمیل کی۔ ان مدارج کے بعد حضرت مرشد قبلہ خود اٹھ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔ آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا اور فرمایا میں نے تجھے خدا تک پہنچا دیا۔ ان جملہ امور کے بعد حضرت مرشد قبلہ نے ایک خاص وضع کی ترکی ٹوپی جو کلاہ ''چہار ترکی'' کہلاتی ہے۔ میرے سر پر رکھی خاص اپنی کمبلی مجھے اوڑھائی اور فرمایا ''بیٹھو'' میں فوراً بیٹھ گیا۔ ارشاد فرمایا۔ ہزار بار سورہ اخلاص پڑھو۔ میں نے اسے پڑھ کر ختم کیا تو فرمایا ہمارے طبقہ مشائخ میں بس یہی ایک شب و روز کا مجاہدہ ہے۔ لہٰذا جا اور پورے ایک دن رات تک مجاہدہ کر۔ چنانچہ میں نے ارشاد کے بموجب پورا ایک دن اور ایک رات عبادت الٰہی نماز اور اطاعت میں بسر کی۔ دوسرے دن پھر حاضر ہو کر روئے نیاز زمین پر رکھا تو ارشاد ہوا بیٹھ جا۔ میں بیٹھ گیا۔ پھر ارشاد ہوا اوپر دیکھ۔ میں نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی تو پوچھا کہاں تک دیکھتا ہے۔ میں عرض کیا عرش معلیٰ تک۔ تب ارشاد ہوا۔ نیچے دیکھو۔ میں نے آنکھیں زمین کی طرف پھیریں تو پھر وہی سوال کیا کہاں تک دیکھتا ہے۔ میں نے دیکھ کر عرض کیا تحت الثریٰ تک۔ حکم ہوا پھر ہزار بار سورہ اخلاص پڑھ۔ جب میں اس حکم کی تعمیل کر چکا تو ارشاد فرمایا۔ آسمان کی طرف دیکھ اور بتا کہاں تک دیکھتا ہے۔ میں نے دیکھ کر عرض کیا حجاب عظمت تک۔ فرمایا آنکھیں بند کر۔ میں نے بند کر دیں۔ ارشاد فرمایا اب کھول دے۔ میں نے کھول دیں۔ تب حضرت نے اپنی دو انگلیاں میری نظر کے سامنے کیں اور پوچھا کیا دیکھتا ہے۔ میں نے عرض کیا اٹھارہ ہزار عالم دیکھ رہا ہوں۔ جب آپ نے میری زبان سے یہ جملہ سنا تو فرمایا بس اب تیرا کام پورہ ہو چکا۔ پھر ایک اینٹ کی طرف دیکھا جو سامنے رکھی تھی اور فرمایا اسے اٹھا۔ میں نے اٹھایا تو اس کے نیچے سے کچھ دینار نکلے۔ فرمایا لے جاؤ اور درویشوں میں خیرات کر دو۔ چنانچہ میں نے حکم کے مطابق عمل کیا۔

اس جگہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ اجمیری کے پیر و مرشد کے مختصر حالات بھی بیان کر دیے جائیں۔ جن کی ذات بابرکات کے طفیل خواجہ صاحب نے کمالات باطنی کی تکمیل

Marfat.com

اور رموزِ حقیقت سے پوری طرح واقفیت حاصل کی۔

خواجہ عثمان ہارونیؒ خواجہ عثمان ہارونیؒ حاجی شریف[1] زندانیؒ کے مرید ہیں۔ خراسان کے قصبہ ہارون کے رہنے والے تھے جو نیشاپور کے حوالی میں واقع تھا۔ آپ کی زندگی زیادہ تر سفر میں گزری اور وقت کے قریباً تمام مشہور مشائخ سے ملے اور انکی صحبت میں رہ کر ظاہری و باطنی استفادہ کی صورت نکالی۔ تاریخ ولادت کا صحیح علم نہیں ہوسکا۔ سن وفات کے متعلق بھی اختلاف ہے۔ سفینۃ الاولیاء اور بعض دوسری کتابوں میں تاریخ وفات سولہ شوال ۶۱۷ھ درج ہے اور بعض ۶۰۷ھ بیان کرتے ہیں۔ بہر حال اس بات پر سب متفق ہیں کہ آپ نے بڑی لمبی عمر پائی مزار مبارک مکہ معظمہ میں کعبہ اور جنت المعلیٰ کے درمیان بیان کیا جاتا ہے۔ اخبار الصالحین،، میں لکھا ہے کہ نجدیوں کے اقتدار سے قبل اس قبر کے آثار موجود تھے۔ مگر اب ناپید ہیں۔

آپ صاحب کشف وکرامات واقف رموز حقیقت عالم شریعت وطریقت اور بڑے پائے کے ولی اللہ تھے۔ آپ کی علوشان اور رفعت اسی سے ظاہر ہے کہ آپ خواجہ اجمیریؒ جیسی ہستی کے پیر روشن ضمیر تھے۔

آپ کے پیر حاجی شریف زندانیؒ نے خرقۂ خلافت عطا فرماتے وقت آپ کے خرق مبارک پر چہارتر کی کلاہ رکھی اور فرمایا۔ عثمان اس کے چار گوشوں سے مراد چار چیزوں کا ترک ہے یعنی ترکِ دُنیا، ترکِ عقبیٰ، ترک خور وخواب مگر بہ قدرِ ضرورت اور ترک خواہش نفس۔ پھر فرمایا کہ یہ کلاہ اس شخص کو اپنے سر پر رکھنا جائز ہے جو ان چاروں چیزوں کو ترک کرے سب لوگوں کو اپنے سے بہتر اور اپنے آپ کو سب سے کمتر جانے جس میں یہ باتیں نہ ہوں وہ اس کلاہ کا اہل نہیں اور اس کے لیے یہ حرام ہے۔

خواجہ صاحب نے پیر طریقت کی ان باتوں پر پورا پورا عمل کیا۔ شدید ریاضت و

---

[1] آپ بخارا کے نواح میں زندنہ نامی مقام کے رہنے والے تھے۔ خواجہ مودود چشتیؒ کے مرید اور خلیفہ اکبر تھے۔ ۶ رجب ۵۸۶ھ میں ایک سوبیس برس کی عمر میں وفات پائی اور زندنہ میں دفن ہوئے۔

Marfat.com

مجاہدہ میں مصروف ہو گئے اور تین سال تک یہی زندگی بسر کرتے رہے۔ جب پیرومرشد نے امتحان لے لیا اور دیکھا کہ آپ ہر طرح کامیاب ثابت ہوئے ہیں۔ تو بڑی شفقت سے خرقہ خلافت عنایت فرمایا اور اپنا قائم مقام مقرر کیا۔ پیر کی اجازت سے آپ نے سفر اختیار کیا اور بہت سے دور دراز علاقوں میں پھرے۔ وہاں کے علماء ومشائخ سے ملاقاتیں کیں۔

خواجہ اجمیریؒ کو مرید کرنے کے بعد جب آپ مکہ معظمہ تشریف لے گئے تو خواجہ صاحب بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ مکہ سے آپ مدینہ تشریف لائے۔ پھر بدخشاں کا رخ کیا۔ بدخشاں اور اس کے آس پاس کے علاقوں میں جو بزرگان دین اور مشائخ رہتے تھے ان سب سے ملے۔ غرض دس سال تک سیاحت جاری رکھی۔ اس کے بعد بغداد تشریف لائے اور معتکف ہو گئے۔

کچھ مدت تک بغداد میں مقیم رہے۔ پھر دوبارہ عزم سفر کیا اور نکل پڑے۔ اس مرتبہ پھر دس سال تک سفر کیا اور پھر بغداد واپس آئے

''انیس الارواح'' کے نام سے ایک کتاب میں خواجہ اجمیریؒ نے آپ کے ملفوظات جمع کیے ہیں۔ مگر بعض لوگوں کو اس سے انکار ہے اور وہ انیس الارواح کو منسوبات میں شمار کرتے ہیں۔

سیر العارفین میں مذکور ہے۔ کہ جب خواجہ اجمیریؒ خرقہ خلافت حاصل کر کے رخصت ہو گئے تو خواجہ عثمان ہارونیؒ محبت کے تقاضوں کی بنا پر خواجہ صاحب کے پاس پہنچنے کے لیے چل کھڑے ہوئے اتفاق سے راستہ میں ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں آتش پرست رہتے تھے۔ ان لوگوں نے ایک آتش کدہ تیار کر رکھا تھا جس پر ایک بڑا گنبد تھا۔ یہ آتش کدہ روزانہ جلایا جاتا اور وہ لوگ آگ کی پوجا کرتے۔ خواجہ صاحب اس مقام سے قدرے فاصلے پر ایک ندی کے کنارے فروکش ہوئے اور فخر الدین نامی خادم کو بھیجا کہ قریبی بستی سے جا کر آٹا اور آگ لے آئے تاکہ روٹیاں بنالی جائیں۔ خادم بستی میں گیا

Marfat.com

وہاں سے آٹا خریدا پھر آتشکدہ کے پاس آیا اور آتش پرستوں سے آگ مانگی۔ پجاریوں نے آگ دینے سے انکار کر دیا اور خادم آگ کے بغیر واپس آ گیا اور خواجہ صاحب سے واقعہ بیان کر دیا۔

خواجہ صاحب خود آتش کدہ کے پاس گئے اور پجاریوں کو وعظ و نصیحت کی کہ اس آگ کو پوجنے سے کچھ فائدہ نہیں۔ فرمایا یہ تو تھوڑے سے پانی سے فنا ہو جاتی ہے یعنی اسے بقا حاصل نہیں۔ اس لیے ایسی چیز کی پرستش بے معنی ہے جو اپنا وجود قائم نہ رکھ سکے۔ پجاریوں نے جواب دیا آگ کا وجود بہت عظیم ہے لہٰذا ہم اس کی پرستش کیوں نہ کریں۔

خواجہ صاحب نے فرمایا تم اتنی مدت سے اس آگ کو پوج رہے ہو ذرا اپنا پاؤں اس میں رکھو میں دیکھوں تو یہ تمھیں جلاتی ہے یا نہیں؟

وہ بولے آگ کی خاصیت ہی جلانا ہے پھر یہ ہمیں کیسے نہ جلائے گی۔ غرض وہ لوگ بحث میں پڑ گئے اور خواجہ صاحب کے ارشاد پر کوئی توجہ نہ دی۔

تب خواجہ صاحب نے ایک ایسی کرامات صادر فرمائی جسے دیکھ کر وہ لوگ متحیر ہو گئے اور آپ سے متاثر نظر آنے لگے۔ بعد ازاں آپ نے پھر انھیں وعظ و نصیحت فرمائی اور وہ سب کے سب تائب ہو کر اسلام میں داخل ہو گئے۔

خواجہ صاحب بڑے عابد و زاہد تھے۔ زیادہ وقت ریاضت و مجاہدہ میں گزرتا۔ بہت کم غذا کھاتے تھے۔ رات کو بھی بہت کم سوتے۔ رات دن میں دو بار قرآن حکیم ختم کیا کرتے تھے۔ مال غنیمت سے کچھ رغبت نہ تھی۔ خواجہ اجمیریؒ ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ آپ کے مریدوں میں ایک شخص تھا جب اس نے وفات پائی تو میں بھی اس کے جنازے میں شریک ہوا۔ اور لوگ انھیں دفن کر کے لوٹ گئے مگر میں تھوڑی دیر کے لیے اس کی قبر کے پاس رک گیا۔ دیکھا کہ عذاب کے فرشتے بڑی ہیبت ناک اور بھیانک صورت میں اس کی قبر کے اندر داخل ہوئے۔ اسی وقت میں نے دیکھا کہ خود خواجہ عثمان ہارونیؒ بھی تشریف لائے ہیں۔ انھوں نے فرشتوں سے فرمایا یہ میرا مرید ہے اسے عذاب نہ دو۔

Marfat.com

فرشتوں نے اللہ کا حکم پا کر عرض کیا یہ آپ کا سچا مرید نہ تھا بلکہ آپ کے حکم کے خلاف کیا کرتا تھا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ بے شک یہ ٹھیک ہے مگر یہ اپنے آپ کو میرے ساتھ وابستہ جانتا تھا۔ حکم آیا کہ ہم نے اسے بخش دیا۔

خواجہ عثمان ہارونیؒ کے ارشادات اور کلمات حکمت میں سے بعض بیان کیے جاتے ہیں۔ آپ نے علم کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ فرماتے ہیں ایک علم وہ ہے جو خدائے ذوالجلال کے لیے حاصل کیا جائے اور ایک علم وہ ہے جو بہ طریق عوام سیکھا جائے۔ اسی طرح عمل کی بھی دو قسمیں ہیں ایک وہ عمل جو خاص اللہ کے لیے کیا جائے یہ خواص کا عمل ہے۔ دوسرا وہ عمل ہے جو لوگوں کے لیے کیا جائے یعنی محض نمائش کے طور پر۔ اس عمل کا کرنا اچھا نہیں اور نہ ہی اس کا بدلہ ملتا ہے۔ فرماتے ہیں۔ ایک ایمان وہ ہے کہ بندہ زبان سے تو اقرار کرے مگر دل میں شبہ رکھے۔ یہ منافقوں کا ایمان ہے۔ دوسرا ایمان یہ ہے کہ زبان اور دل دونوں سے اقرار کرے یعنی جو کچھ زبان سے کہے دل میں یقین ہو کہ ہاں ایسا ہی ہے اور یہ نیک لوگوں کا ایمان ہے۔

فرماتے ہیں۔ کہ مومن وہ شخص ہے جو تین چیزوں کو دوست رکھے۔ موت فاقہ اور درویشی۔ فرمایا حلال کھانا کھاؤ اور حلال کمائی کا کپڑا پہنو اور توبہ کرو۔ پھر فرمایا۔ حسد بہت بُری شے ہے۔ اسے دل میں ہرگز جگہ نہ دو۔ فرماتے ہیں۔ مرد وُہ ہے جو اللہ کے سوا کسی پر نظر نہ رکھے اور دنیا و آخرت میں مبتلا نہ ہو۔

کتابوں میں لکھا ہے کہ خواجہ صاحب کی دو خواہشیں تھیں۔ اوّل یہ کہ مکہ معظّمہ میں دفن کیا جاؤں۔ دوسری یہ خواجہ اجمیریؒ کو مقام ولایت نصیب ہو۔ چنانچہ دونوں خواہشیں پوری ہوئیں۔

''چشت'' کا مطلب خواجہ اجمیریؒ کو ''چشتی'' اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان کا سلسلہ ارادت خواجہ اسحاق شامیؒ المعروف چشتی تک پہنچتا ہے۔ شرر لکھنوی نے اس کی تفصیل یوں بیان کی ہے کہ شیخ عثمان ہارونیؒ کو حاجی شریف زندنیؒ سے ارادت تھی اور خواجہ مودود چشتیؒ

Marfat.com

کے مرید تھے۔ان کو خواجہ ناصر الدین چشتیؒ سے ارادت تھی اور خواجہ ناصر الدین چشتی شیخ یوسف چشتیؒ کے مرید تھے۔ان کا شمار خواجہ ناصر الدین ابو محمد چشتیؒ کے مریدوں میں تھا اور وہ خواجہ ناصر الدین احمد چشتیؒ کے مرید تھے جنھیں خواجہ اسحاق شامیؒ المعروف بہ چشتی کی بارگاہ حقیقت دستگاہ سے فیض حاصل ہوا تھا۔چشتی کا لقب انھیں کے وقت سے شروع ہوا ہے۔چشت اطرافِ خراسان کے ایک گاؤں کا نام ہے۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ اسحاق کا وطنِ مالوف تو ملک شام تھا۔مگر ہدایت خلق اللہ اور مستحقین وطالبین کو رموزِ باطن کی ودیعت پہنچانے کے لیے ان حضرات نے موضع چشت کو اپنا مرکز ومستقر بنالیا تھا جہاں انھوں نے ایک ایک چشمہ فیض جاری کیا اور ایک ایسا مدرسہ اور فیض کھول دیا کہ سلسلہ وار اسی موضع کے متعدد بزرگ ان کی شمع معرفت سے حقیقت وعرفان کا سبق لے لے کر اس گمنام گاؤں کا نام روشن کرتے رہے اور واقعی یہ تھوڑی حیرت کی بات نہیں کہ آج یہ تو کوئی نہیں جانتا کہ چشت کہاں ہے یا چشت کہاں تھا لیکن اس کا نام ان بزرگوں کی برکت سے ہمیشہ کے لیے زندہ ہوگیا۔اسی بابرکت خاندانِ روحانی سے صدہا بلکہ ہزارہا ولی اللہ پیدا ہوئے جنہوں نے تبلیغ رسالت محمدیؐ کی آواز چاردانگ عالم میں پہنچائی۔علی الخصوص ممالک مشرق کا کوئی خطہ نہیں جہاں اس خاندان طریقت کے فیوض نے حقیقت جو اہل اللہ کے سینوں میں آفتابِ معرفت نہ چمکا لیا۔

خواجہ اجمیریؒ کا سلسلہ ارادت خواجہ صاحب کا سلسلہ ارادت وعقیدت ساتویں درجہ میں اسحاق شامی چشتیؒ تک پہنچتا ہے جو گویا خاندان چشتیہ کے بانی اور اس متبرک اور مقدس لقب کے موجد تھے اور اسحاق شامیؒ سے آگے یہ سلسلہ یوں گیا ہے کہ انھیں خواجہ ہبیرہ[1] بصریؒ سے فیض حاصل ہوا تھا۔وہ حضرت خواجہ حذیفہ سمرعشی کے صاحبان ارادت تھے اور وہ حضرت سلطان ابراہیم ادھمؒ کے باغ معرفت کے خوشہ چین تھے جنھوں نے ذوقِ

---

[1] عبدالحلیم شرر نے اپنی کتاب ''خواجہ معین الدین چشتی'' میں خیبر بصری لکھا ہے جو غالباً کتابت کی غلطی ہے۔خیبر بصری نامی کسی بزرگ کا ذکر کتابوں میں نہیں آیا۔ابو اسحٰق شامیؒ خواجہ ممشاد وعلو دینوریؒ کے مرید وخلیفہ تھے جس کی ارادت سلسلہ عالیہ چشتیہ میں خواجہ ہبیرۃ البصری سے اور سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت جنید بغدادیؒ سے تھی۔

٩٤٩٩٢

Marfat.com

وحدت جوش اور حق پرستی کی دھن میں سلطنت کو لات مار کے فقیری اختیار کی تھی۔ حضرت ابرہیم ادھمؒ عیاضؒ کے مرید تھے۔ انھیں خواجہ عبدالواحد بن[1] زید سے فیض حاصل ہوا تھا جو حضرت خواجہ حسن بصریؒ کے مرید تھے اور حضرت خواجہ حسن بصریؒ کو بارگاہ امامت اور حامل علوم باطنی رسالت امیر المومنین امام المتقین اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہٗ سے فیض حاصل ہوا تھا اور حضرت علیؓ نے خاص انوارِ رسالت سے کسب انوار حقیقت فرمایا تھا۔

غرض خواجہ اجمیری کا سلسلہ ارادت گیارھویں درجہ میں حضرت ابراہیم ادھمؒ تک پہنچتا ہے جو دنیا کے مشہور و معروف اور نمایاں اولیاء اللہ میں سے تھے۔ پندرھویں درجے میں جناب صاحب ولایت علی ابن ابی طالب اور سولھویں درجہ میں خاص اس نقطۂ رسالت و ولایت سے مل جاتا ہے جو دُنیا کی ہدایت عامہ اور شریعت و طریقت، حقیقت و معرفت اور علوم ظاہر و باطن کا سرچشمہ ہے۔

خواجہ اجمیریؒ کا رخصت ہونا غرض کامل اڑھائی سال تک پیرو مرشد کی خدمت میں رہنے اور کمالات باطنی اور رموز حقیقت سے آگاہی حاصل کرنے کے بعد خواجہ اجمیریؒ رخصت ہوئے۔ اس اڑھائی سال کے عرصے میں آپ نے بہت زیادہ ریاضتیں اور مجاہدے کیے۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ فرماتے ہیں۔ کہ خواجہ نے اپنی ریاضت کے ابتدائی ایام میں ایسے طریقہ سے جہاد نفس کیا کہ لوگ حیران ہوتے تھے۔ آپ نے ریاضت کا جو طریقہ اختیار کیا۔ عارفان حقیقت کے گروہ میں اس کی مثال مشکل ہی سے ملتی ہے۔ مسلسل سات سات دن تک روزہ رکھتے اور صرف پانچ مثقال کی ٹکیہ سے روزہ افطار کیا کرتے۔ صرف چادر اوڑھا کرتے تھے۔ جہاں سے پھٹ جاتی اسے سی لیتے۔

---

[1] شرر نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ ابراہیم ادھمؒ عیاضؒ کے مرید تھے۔ انہیں خواجہ حبیب عجمیؒ سے فیض ہوا تھا۔ یہ قطعاً غلط ہے۔ وہ خواجہ حبیب عجمی نہیں تھے بلکہ عبدالواحد بن زیدؒ تھے۔ جو حضرت امام اعظمؒ کے شاگرد اور خواجہ حسن بصریؒ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ آپ نے ۱۷۷ھ میں ہارون الرشید خلیفہ پنجم عباسی کے عہد میں وفات پائی اور مزار پُرانوار بصرہ میں ہے۔

Marfat.com

دوسرا سفر پیرومرشد سے رخصت ہوکر خواجہ صاحب نے دوبارسفر شروع کیا۔ پہلے حج کا عزم کیا اور دمشق ہوتے ہوئے حجاز پہنچے۔ مکہ معظّمہ پہنچ کر حج ادا کیا۔ پھر مدینہ تشریف لائے اور روضہ رسولؐ کی زیارت کی۔ یہاں سے بغداد کا رخ کیا راستے میں علماء و مشائخ کی زیارتیں کیں اور ان کی مجلسوں میں گئے۔

اس سفر میں آپ نے جن جن مشائخ سے ملاقات کی ان میں شیخ نجم الدین کبرٰی کا ذکر سب سے پہلے آتا ہے۔ یہ ملاقات بغداد سے سات میل دور سنجار نامی ایک مقام پر ہوئی۔

شیخ نجم الدین کبرٰیؒ آپ عمر بن محمد بن عبداللہ کے فرزند ہیں۔ سنہ ۵۰۴ھ میں بہ عہد سلطان سنجر تولد ہوئے۔ ابتدا میں تبریز میں کتاب شرح السنہ پڑھی۔ پھر مختلف مشائخ سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ اس کے بعد علائق دنیا سے منہ موڑ کر مرشد کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ چونکہ خود زبردست عالم تھے۔ اس لیے کسی معمولی پائے کے بزرگ پر نظر نہ ٹھیرتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ مدت تک حسب خواہش مرشد نہ مل سکا۔

خوزستان پہنچ کر آپ بیمار ہوگئے۔ بیماری کے عالم میں شیخ اسمٰعیل معری سے ملاقات ہوئی۔ یہ ایک خدارسیدہ بزرگ اور درویش تھے۔ انھوں نے اپنی قیام گاہ میں جگہ دی۔ شیخ اسمٰعیل سماع کے شائق تھے۔ چنانچہ آپ بیماری کے عالم میں ان کی مجلس سماع میں شامل ہوا کرتے تھے۔ مگر چونکہ بیمار رہتے تھے اس لیے سماع کے شوروغل سے جی گھبراتا تھا۔ کچھ مدت بعد تندرست ہوگئے۔ شیخ اسمٰعیل سے عقیدت بھی بڑھ گئی تھی چنانچہ انھیں کے مرید ہوگئے۔

کچھ مدت تک انھیں کے پاس رہے اور علم ظاہری و باطنی حاصل کیا۔ بعدازاں شیخ عمادؒ کی خدمت میں رہے اور ان سے بھی روحانی استفادہ کیا۔ پھر انھیں کے حکم سے مصر گئے وہاں شیخ روزبہان کی خانقاہ میں ٹھہرے اور کچھ مدت تک شیخ کی خدمت کرتے رہے۔ پھر واپس شیخ عمادؒ کے پاس پہنچے۔

Marfat.com

شیخ عمار کی خدمت میں رہ کر سلوک کے منازل طے کیے۔ شیخ نے خوارزم جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ آپ وہاں گئے اور لوگوں میں تعلیم و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ بہت سے لوگوں نے آپ سے بیعت کی۔ آپ کے مریدوں اور فیض یافتہ بزرگوں میں ذیل کے مقتدر حضرات قابل ذکر ہیں۔

شیخ مجد الدین بغدادیؒ، شیخ سعد الدین حموی، بابا کمال خجندی، شیخ رضی الدین علی لالا، شیخ سیف الدین باخرزی، شیخ نجم الدین رازی اور شیخ جمال الدین۔

آپ کے مرید اور خلیفہ شیخ مجد الدین بغدادیؒ نے ''تحفۃ البراہ'' نام سے ایک کتاب لکھی ہے جس میں آپ کے ملفوظات جمع کیے ہیں۔ شیخ نجم الدین کا اپنا ایک رسالہ بھی تھا۔[1]

حضرت عمار یاسرؒ اور شیخ اسمٰعیل حضریؒ سے آپ کی نسبتِ ارادت تھی۔ شیخ ابوالقاسم گرگانیؒ کے واسطہ سے آپ کا اول الذکر سلسلہ اوپر تک جاتا ہے۔ دوسرا سلسلہ شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ سمنانیؒ کے ذریعہ پہنچتا ہے۔

شیخ کی وفات بیان کیا جاتا ہے کہ جب محمد خوارزم شاہ تاتاریوں کے خوف سے بھاگ نکلا تو تاتاری اس کی تلاش میں نکلے۔ انھیں پتہ چلا کہ بادشاہ خوارزم میں ہے۔ چنانچہ وہ ادھر کو نکلے۔ یہاں شیخ نجم الدین قیام فرماتے۔ انھوں نے اپنے مریدوں کو مشورہ دیا کہ یہ تاتاری فتنہ بہت برا ہے لہٰذا تم لوگ اپنے اپنے علاقوں کو چلے جاؤ بعض عقیدتمندوں نے عرض کیا کہ آپ دعا فرمائیں کہ یہ فتنہ دور ہو جائے آپ نے فرمایا مقتضائے الٰہی ایسا ہی ہے۔ یہ فتنہ دعا سے دور نہ ہوگا۔ چنانچہ مریدوں نے سواریاں تیار کیں اور عرض کیا آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں۔ آپ نے جواب دیا میں نہیں جاؤں گا اس لیے کہ میری قسمت میں یہیں شہادت پانا لکھا ہے اور مجھے یہاں سے جانے کی اجازت نہیں۔ پھر آپ نے سب مریدوں کو رخصت کر دیا۔ چند ساتھی رہ گئے تھے آپ نے ان سے فرمایا۔

---

[1] خواجہ معشوق یار جنگ نے اپنی کتاب ''اخبار الصالحین'' حصہ اوّل کے صفحہ ۱۸۴-۱۸۹ پر یہ رسالہ سارے کا سارا نقل کیا ہے۔

Marfat.com

اٹھو اللہ پر توکل کر کے جہاد کریں۔ خود اٹھے خرقہ پہنا، کمر باندھی اور نیزہ ہاتھ میں لے کر باہر تشریف لائے۔ تاتاریوں سے مقابلہ ہوا۔ دونوں طرف سے حملے ہوئے۔ سینہ پاک میں تیر لگا جو آپ نے نکال کر پھینک دیا۔ مگر زیادہ زخمی ہو جانے کے باعث جانبر نہ ہو سکے۔ شہادت کا یہ واقعہ ۶۱۸ھ میں سلطان محمد خوارزم شاہ کے عہد میں ہوا اور ہلاکو خاں کی فوج کے ساتھ لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔

علمی و دینی مرتبہ شیخ نجم الدینؒ بڑے پائے کے بزرگ اور علوم ظاہر و باطن کے جامع تھے۔ سماع سے بہت رغبت تھی۔ صحو کے مقابلے میں سکر کو زیادہ پسند فرماتے تھے۔ صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔ لطائف اشرفی میں سید اشرف جہانگیرؒ لکھتے ہیں کہ شیخ سید عبدالقادر جیلانیؒ نے اپنا خرقہ مبارک انھیں مرحمت فرمایا تھا۔ مگر بعض مورخین اس سے متفق نہیں۔

بغداد کے حالات شیخ نجم الدینؒ کی خدمت میں کچھ مدت رہنے کے بعد خواجہ صاحب نے بغداد میں سکونت اختیار کی۔ اس وقت بغداد میں المستنجد باللہ ابوالمظفر یوسف بن المستفی الامر اللہ عباسی کی خلافت تھی جو ۵۵۵ھ میں تخت خلافت پر متمکن ہوا تھا۔ خواجہ صاحب جن دنوں بغداد میں تشریف لائے ان دنوں خلافتِ عباسیہ بہت نازک دور سے گزر رہی تھی۔ ان دنوں مصر میں بنو فاطمہ کی خلافت بڑی قوت پکڑ چکی تھی۔ جس سے عباسیوں کو خطرہ لاحق تھا۔ مگر ۵۶۴ھ میں حالات ایسے بدلے کہ بنو فاطمہ کمزور پڑ گئے اور خلافت عباسیہ کو پھر قوت نصیب ہوئی۔ اسی سال صلاح الدین ایوبیؒ کے چچا اسد الدین شیر کوہ نے مصر پر قبضہ کیا جو بنو عباس کا حامی تھا۔ اور جس سے بنو عباس کو بڑی تقویت ملی۔

خواجہ اجمیریؒ کے ہمعصر خواجہ صاحب کا زمانہ اسلام کے لیے گوناگوں مصائب اور ابتلا کا دور تھا۔ تاہم یہی وہ زمانہ ہے جس میں اسلام کے بڑے بڑے مفکر، علما مشائخ اور عظیم لوگ پیدا ہوئے۔ دنیائے اسلام کی ان بزرگ ہستیوں میں سے چند ایک کے نام

Marfat.com

درج ذیل کیے جاتے ہیں جو خواجہ اجمیریؒ کے عہد میں گزرے ہیں:-

۱۔ حضرت خواجہ شمس الدین محمد تبریزیؒ

۲۔ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ

۳۔ حضرت فرید الدین عطارؒ

۴۔ حضرت بہاؤ الدین ذکریا ملتانیؒ

۵۔ حضرت ضیاؤ الدین ارنجیب سہروردیؒ

۶۔ حضرت خواجہ وجہیہ الدین ابو حفص سہروردیؒ

۷۔ حضرت احمد کبیر رفائی قادری

۸۔ حضرت شیخ یاسرؒ

۹۔ حضرت علامہ فخر الدین رازیؒ

۱۰۔ حضرت محی الدین ابن عربیؒ

۱۱۔ حضرت نظام الدین گنجویؒ

۱۲۔ حضرت شیخ سعدی شیرازیؒ

خواجہ اجمیری کے ہم جلیس زمانے میں خواجہ صاحبؒ بغداد میں تشریف فرما تھے۔ آپ روزانہ جامع مسجد میں علم و عرفان کی مجلس منعقد فرمایا کرتے تھے جس میں لوگوں کو سلوک و معرفت اور علم و عرفان کی تعلیم دی جاتی تھی۔ اس محفل میں وقت کے جو مقتدر اصحاب اور مردان کامل شریک ہو کر خواجہ صاحبؒ کے ارشادات عالیہ سے استفادہ فرمایا کرتے تھے ان میں سے چند ایک کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

۱۔ شیخ اوحدلدین کرمانیؒ

۲۔ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ

۳۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ

۴۔ شیخ داؤد کرمانیؒ

۵۔ مولانا بہاؤ الدین بخاریؒ

۶۔ شیخ برہان الدین محمد چشتیؒ

۱۰۔ شہاب الدین محمد بغدادیؒ

۱۱۔ مولانا عماد الدین بخاریؒ

Marfat.com

۷۔ خواجہ اجل شیرازیؒ
۸۔ شیخ جلال الدین تبریزیؒ
۹۔ شیخ تاج الدین محمد اصفہانیؒ
۱۲۔ شیخ علی سنجریؒ
۱۳۔ شیخ سیف الدین ناخرزیؒ
۱۴۔ شیخ واحد برہان غزنویؒ
۱۵۔ خواجہ سلیمان عبدالرحمٰنؒ

جو حضرات اکثر و بیشتر حضرت خواجہؒ کی محفل میں موجود رہا کرتے تھے ان میں بعض خود بھی ولایت کے بڑے درجوں کو پہنچے۔ مثلاً خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ شیخ اوحدالدین کرمانیؒ شیخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مفصل حالات آگے آئیں گے۔ یہاں ہم دوسرے دونوں بزرگوں کے متعلق بھی چند باتیں بتا دینا ضروری خیال کرتے ہیں کہ خواجہ اجمیریؒ کے حلقہ ارادت میں رہنے والے حضرات کرام کی روحانی عظمت اور ان کے مرتبے کا علم ہو جائے۔

شیخ اوحدالدین کرمانیؒ

آپ نے خواجہ اجمیریؒ کے قیام بغداد کے دوران خرقہ پہنا۔ آپ شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ کی مجلس میں بھی شریک رہا کرتے تھے۔ چنانچہ موصوف کی مشہور و معروف کتاب فتوحات مکیہ میں بھی ان کا ذکر آیا ہے۔ شیخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ اور خواجہ شمس الدین محمد تبریزیؒ[1] سے بھی صحبت رہی۔

آپ بڑے صاحب کمال تھے۔ پھر آپ کے اپنے بھی بہت سے مرید تھے۔ جن میں

---

[1] شمس الدین محمد تبریزی کے متعلق عام رائے یہ ہے کہ ان کا مزار تبریز میں ہے اور ملتان میں جن ''شمس الدین'' کا مزار بتایا جاتا ہے وہ کوئی اور بزرگ ہیں۔ مگر ارمان سرحدی اپنی کتاب ''عرس اور میلے'' میں لکھتے ہیں کہ شمس الدین محمد تبریزی ہی ملتان میں مدفون ہیں چونکہ آپ کی ولادت سبزوار میں ہوئی' اس لئے آپ کو ''سبزواری'' بھی کہتے ہیں۔ جب آپ اپنے والد بزرگوارؒ کے ہمراہ کشمیر گئے تو وہاں ''میر شمس الدین عراق کہلائے۔ چونکہ آپ اکثر سفر ہی میں رہتے تھے اس لئے جب قونیہ (ترکستان) گئے تو وہاں کے لوگ انہیں شمس پرندہ کہہ کر بلانے لگے۔ شام اور مصر میں آپ کو شمس مغربی کہتے تھے۔ جب تبریز میں زیادہ مدت رہے تو شمس تبریزی کہلائے۔ ان مختلف ناموں کے باعث بعض مورخوں کو یہ غلط فہمی ہوگئی کہ شاید یہ الگ الگ ہستیاں ہیں (''عرس اور میلے'' مصنفہ ارمان سرحدی صفحہ ۱۰۰-۱۰۱)

Marfat.com

شیخ صدرالدین علی یمنی بہت مشہور ہیں۔ یہ وہ بزرگ ہیں جنھوں نے پیر سیّد قاسم تبریزیؒ کو تربیت فرمائی تھی۔ آپ کے ایک اور باکمال مرید کا نام شیخ اوحدالدین اصفہانیؒ ہے جن کی کتاب مثنوی جام جم حدیقہ حکیم سنائی کے وزن پر ہے۔ شیخ اصفہانیؒ نے ۳۸ے ھ میں تبریز میں انتقال فرمایا تھا اور وہیں مدفون ہیں۔

شیخ اوحدالدین کرمانیؒ اپنے وقت کے بہت بڑے اولیاءاللہ گزرے ہیں۔ صاحب کرامت بزرگ تھے۔ شیخ فریدالدین گنج شکرؒ نے اپنی کتاب راحت القلوب میں آپ سے ملاقات کا حال لکھا ہے اور اسی ضمن میں آپ کی بعض کرامات کا بھی ذکر کیا ہے۔ آپ شعر بھی کہا کرتے تھے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:۔

ہر نفس خود است فتنہ نقاش — کس نیست دریں میاں تو خوش باش

پس باد یقیں کہ نیست واللہ — موجود حقیقی سوئے اللہ

آپ نے ابوجعفر منصور بن ظاہر ملقب بہ مستنفسر باللہ (عباسی خلیفہ) کے عہد میں ۶۳۵ھ میں بمقام بغداد انتقال فرمایا۔

شہاب الدین عمر سہروردیؒ آپ محمد بن ابی بکر الصدیقؓ کی اولاد سے تھے۔ آپ نے ابومحمد بن عبداللہ بصریؒ اور ابومدین مغربی سے خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ آپ اکابر شیوخ کے استاد اور علوم ظاہر و باطن کے جامع تھے۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی صحبت میں رہ کر کسب فیض کیا۔ علم و فضل میں کمال حاصل تھا۔ عراق میں آپ کی شہرت بہت پھیلی۔ چنانچہ دور دراز سے لوگ آکر حلقہ عقیدت میں شامل ہونے لگے اور آپ سے علوم ظاہری و باطنی میں استفادہ حاصل کرنے لگے۔ آپ سنت نبوی کے سختی سے پابند تھے اور شافعی طریقہ کے قائل تھے۔ شیخ بہاؤالدین ذکریا ملتانیؒ، شیخ نجیب الدین علی برغشؒ اور میر معزالدینؒ وغیرہ جیسے بزرگانِ دین نے آپ کی صحبت سے فائدہ اٹھایا اور آپ نے ان کی تربیت فرمائی۔

آپ خود بھی بہت سے اولیاءاللہ کی صحبتوں میں رہے۔ بہت سی کتابیں بھی تصنیف

Marfat.com

فرمائیں۔ یہ کام آپ نے مکہ معظّمہ میں رہ کر مکمل کیا۔ بہت دور دور سے لوگ آپ سے مسائل اور دینی امور کے متعلق دریافت کرنے آتے تھے۔ ترانوے سال کی عمر میں ۶۳۲ھ میں بہ عہد مستنصر باللہ وفات پائی اور بغداد میں دفن ہوئے۔

خواجہ اجمیریؒ سے بیعت شیخ اوحدالدین کرمانیؒ اس زمانہ میں ابھی کاملیت کے درجہ کو نہ پہنچے تھے بلکہ یہ کسی مردِ کامل اور رہنمائے طریقت کی تلاش میں تھے۔ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کا بھی یہ ابتدائی زمانہ تھا۔ چنانچہ ہر دو بزرگان نے خواجہ اجمیریؒ کی صحبت کو غنیمت جانا اور ان کی مجلس میں رہ کر باطنی رہنمائی حاصل کرتے رہے۔ شیخ اوحدالدین کرمانیؒ نے خواجہ صاحبؒ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور خواجہ صاحب نے انھیں خرقہ خلافت عطا فرمایا۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے بھی بغداد میں خواجہ اجمیری سے بیعت کی۔

حضرت قطب صاحب خود فرماتے ہیں۔ "یہ فقیر پنجشنبہ کے روز حضرت ملک المشائخ سلطان السالکین خواجہ بزرگ کی قدمبوسی کے لیے بغداد میں امام ابواللیث سمرقندی کی مسجد میں حاضر ہوا اور اسی وقت بیعت سے مشرف ہوا۔ حضرت خواجہ نے اس ضعیف کو کلاہ چہار ترکی مرحمت فرمایا۔ اس دن شیخ شہاب الدین سہروردیؒ، شیخ داؤد کرمانیؒ شیخ برہان الدین چشتیؒ اور شیخ تاج الدین محمد اصفہانیؒ وغیرہ بھی مجلس میں حاضر تھے۔"

خواجہ کا عزم سفر غرض خواجہ صاحب نے بغداد[1] میں خاصی مدت تک قیام فرمانے کے بعد عزم سفر کیا۔ اس مرتبہ آپ ہمدان جانا چاہتے تھے۔ چنانچہ وہاں جا کر آپ نے شیخ

---

[1] بعض کتابوں میں مذکور ہے کہ خواجہ اجمیریؒ شیخ نجم الدین کبریؒ سے ملنے کے بعد قصبہ جیال میں آئے۔ جہاں سید عبدالقادر جیلانیؒ سے ملاقات کی۔ یہ ملاقات خراسان میں ایک پہاڑ کے دامن میں ہوئی جہاں خواجہ اجمیریؒ ریاضت میں مشغول تھے اور دونوں بزرگ ستاون ۵۷ دن تک اکٹھے رہے۔ بعد ازاں بغداد تشریف لے گئے۔ بعض کا بیان ہے کہ پیرو مرشد سے خرقہ خلافت حاصل کرنے کے بعد خواجہ اجمیریؒ نے بغداد کا رُخ کیا۔ راستہ میں سنجان نام ایک قصبہ تھا جہاں خواجہ نجم الدینؒ قیام فرما رہے تھے۔ خواجہ صاحب ان سے ملے اور انہیں کی معیت میں کوہ جودی پر گئے (یہ وہی پہاڑ ہے جہاں سفینۂ نوح ٹھہرا تھا) یہیں ان دونوں بزرگوں کی ملاقات محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے ہوئی۔ یہیں سے تینوں بزرگ جیلان گئے اور وہاں سے خواجۂ اجمیریؒ نے بغداد جا کر سکونت اختیار کر لی۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

یوسف ہمدانیؒ [1] سے ملاقات کی۔

شیخ یوسف ہمدانیؒ آپ امام وقت اور عارف یگانہ تھے۔ ابو یعقوب کنیت تھی۔ ہمدان کے مضافات میں قصبہ بوزنجر کے رہنے والے تھے وہیں ۴۴۰ھ میں پیدا ہوئے۔ والد کا اسم گرامی ابو ایوب بن حسین بن شعیب تھا۔ آپ شیخ ابو علی فارمدی کے مرید تھے۔ شیخ عبد اللہ جوئیؒ اور شیخ حسن سہنانیؒ کی خدمت میں بھی رہے۔ ابو اسحاق شیرازیؒ سے بھی استفادہ کیا۔ غوث الثقلین محی الدین سید عبدالقادر جیلانیؒ نے آپ سے تصوف کے بارے میں بہت کچھ سیکھا۔ ''منازل السالکین'' اور ''منازل السائرین'' آپ کی دو تصانیف کے نام ہیں [2]۔

آپ نے تحصیل علم کے شوق میں اٹھارہ برس کی عمر میں وطن چھوڑا اور سیاحت اختیار کی۔ پہلے بغداد تشریف لائے اور مولانا ابو اسحٰق شیرازیؒ کی خدمت میں رہے۔ قرآن اور علم فقہ انھیں سے سیکھا۔ آپ مولانا ابو اسحٰق کے شاگردوں میں سب سے زیادہ مقبول تھے۔ قیام بغداد کے دوران غوث الثقلین سے بھی مسلسل صحبت رہی۔

(بقیہ پچھلے صفحہ سے) عبدالرحیم شرر مذکورہ بالا بیان کی تردید کرتے ہوئے اپنی کتاب موسومہ ''خواجہ معین الدین چشتیؒ'' میں لکھتے ہیں کہ ''بعض لوگوں نے لکھ دیا ہے کہ آپکی حضرت غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے بھی ملاقات ہوئی مگر یہ غلط معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ حضرت غوث الاعظم نے آپ کے ورودِ بغداد سے دو سال پیشتر ۵۶۱ھ کے ماہ ربیع الآخر میں شربت وصال پیا تھا۔ آپ ان کی زندگی کے زمانے تک اپنے پیر ومرشد کے آستانہ فیض کاشانہ سے باہر نہیں نکلے تھے''۔

[1] اخبار الصالحیم صفحہ ۳۰۴ پر لکھا ہے کہ خواجہ اجمیریؒ نے شیخ یوسف ہمدانیؒ سے ملاقات کی اور عبدالحلیم شرر نے بھی اپنی کتاب میں ایسا ہی لکھا ہے۔ خزینۃ الاصفیا جلد اوّل صفحہ ۲۵۷ پر بھی یہی تحریر ہے مگر سنین کے اعتبار سے یہ غلط معلوم ہوتا ہے۔ اس لیے کہ اخبار الصالحین اور دوسری تمام کتابوں میں شیخ یوسف ہمدانیؒ کا سن وفات ۲۷ رجب ۵۳۵ھ تحریر ہے اور خواجہ اجمیریؒ کا سن پیدائش ۵۳۶ھ ہے۔ گویا خواجہ اجمیریؒ شیخ یوسف ہمدانی کی وفات کے ایک سال بعد پیدا ہوئے۔ بہر حال یہ بھی ممکن ہے شیخ یوسف ہمدانیؒ کے سن وفات میں مورخین غلطی کرتے آئے ہوں اور دونوں بزرگوں کی ملاقات ہوئی ہو۔

[2] صاحب نفحات نے ان کی ایک اور تصنیف کا نام زبدۃ الحیواۃ بتایا ہے۔

Marfat.com

بغداد کے بعد اصفہان اور بخارا گئے اور وہاں رہ کر تحصیل علم کیا۔ پھر عراق' خراسان' خوارزم اور ماوراء النہر میں پھرے اور بہت مشقت و ریاضت کی، مجاہدہ نفس میں مشغول رہے۔ یہ تمام مراحل طے کرنے کے بعد خواجہ ابوعلی فارمدی کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور ان سے کسب کمال کیا۔ لوگوں کو مواعظہ حسنہ سے فیض پہنچاتے رہے۔ بعدازاں مرو میں سکونت اختیار کی۔ پھر ہرات تشریف لے گئے اور وہاں رہنے لگے۔ دوبارہ مرو آئے' پھر ہرات واپس چلے گئے۔ غرض اسی طرح مختلف ملکوں' علاقوں اور شہروں میں گھومتے اور خلق خدا کو علوم وفنون کی اور دینی و باطنی تعلیم دیتے رہے۔ مرو جاتے وقت راستے میں ۵۳۵ھ میں وفات پائی اور مرو میں دفن کیے گئے۔

آپ کے ارشادات میں سے ایک یہ ہے کہ "سماع خدا کی طرف سے اس کا سفیر اور قاصد ہے۔ وہ لطائف الٰہی' موارِ دِغیب' فتح کے ابتدا اور انجام' معانی و بشارتِ کشف ہے۔ وہ ارواح کی قوت' جسموں کی غذا اور دلوں کی زندگی ہے۔ سماع پردہ کو توڑنے والا اور بھید کو کھولنے والا ہے۔ وہ برق لامعہ آفتاب درخشاں ہے۔

آپ کے چار خلفاء مشہور ہیں۔ خواجہ عبداللہ برقی" خواجہ حسن انداقی" خواجہ احمد یسوی" اور خواجہ عبدالخالق عجذوانی"۔ موخرالذ بزرگ بہت شہرت وعظمت کے مالک تھے۔ آپ نے ۲۲ ربیع الاول ۵۳۵ھ میں وفات پائی۔ مزار پرانوار عجذوان میں ہے۔

خواجہ اجمیریؒ تبریز میں شیخ یوسف ہمدانی" سے ملاقات کرنے کے بعد خواجہ اجمیریؒ نے تبریز کی راہ لی۔ وہاں ان دنوں خواجہ ابوسعید تبریزیؒ سکونت رکھتے تھے جو اپنے وقت کے مشاہیر صوفیا میں سے تھے اور عارف کامل کا درجہ رکھتے تھے۔ خواجہ نظام الدین اولیاؒ فرماتے ہیں کہ شیخ ابوسعید تبریزیؒ بڑے پائے کے بزرگ اور اہل اللہ تھے۔ ہزاروں کی تعداد میں ان کے مرید تھے۔ مگر ستر مرید ایسے باکمال تھے کہ ہر ایک کو ولایت کا درجہ حاصل تھا اور ان مین سے ہر مرید عرفان اور حقیقت کی منزلیں طے کر چکا تھا۔ وہ سب واقف

۱۔ ایران کا شہر جوڑ کی اور ایران کی سرحد پر بحیرہ کیسپین کے مغرب میں واقع ہے۔

Marfat.com

اسرارِ حقیقت اور رموز باطنی تھے۔ صرف مریدوں میں سے ایک جلال الدین تبریزی ؒ تھے۔ جو اہل معرفت و حقیقت میں بڑی شہرت کے مالک تھے۔

خواجہ اجمیریؒ نے ان کی خدمت میں چند دن گزارے اور ان چند دنوں کی صحبت سے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ چونکہ سیاحت کا جذبہ بہت زیادہ تھا اس لیے یہاں بھی زیادہ دیر تک قیام نہ کر سکے اور اصفہان کی راہ لی۔

خواجہ اجمیریؒ اصفہان میں تبریز سے آپ اصفہان[1] آئے۔ جہاں ان دنوں شیخ محمود اصفہانیؒ ایک مشہور بزرگ تشریف فرما تھے۔ خواجہ صاحب ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پہلی ملاقات خاصی دیر تک جاری رہی اور دونوں بزرگوں میں رموزِ معرفت کے متعلق باتیں ہوتی رہیں اور انھوں نے ایک دوسرے کے انکشافات و مدارج کا پتہ لگایا۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ بھی ان دنوں وہیں تھے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ شیخ محمود اصفہانیؒ کے حلقہ مریدین میں شامل ہونے کی خواہش رکھتے تھے۔ مگر ابھی یہ ارادہ پورا نہ کر پائے تھے کہ خواجہ اجمیریؒ سے واسطہ پڑا اور آپ ان سے کچھ ایسے متاثر ہوئے کہ شیخ محمود اصفہانیؒ سے بیعت کرنے کا خیال ترک کر دیا اور خواجہ اجمیریؒ کی طرف مائل ہو گئے اور ان کے حلقۂ مریدین میں شامل ہوئے۔

خواجہ اجمیریؒ نے اپنی دوتائی جسے وہ اوڑھا کرتے تھے قطب صاحب کو مرحمت فرمائی اور اجازت دی کہ اب جا کر لوگوں کو حقیقت و معرفت کے راستے بتائیں۔

پیر و مرشد کے اس تبرّک اور اعزاز کو جو خلعت اور خرقہ کی صورت میں ملا تھا، حضرت قطب صاحب نے بڑی نعمت غیر مترقبہ جانا اور جان سے زیادہ عزیز رکھا۔ جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو یہی دوتائی آپ نے شیخ فریدالدین گنج شکرؒ کو مرحمت فرمائی۔ وہ دنیا سے رخصت ہونے لگے تو اسے سلطان الاولیاء شیخ نظام الدین اولیاءؒ کو مرحمت فرمایا اور ان کے دربار سے قدیم تبرّک خلعت شیخ نصیر الدین چراغ دہلویؒ کو مرحمت ہوا۔

---

[1] ایران کا شہر اور ریلوے اسٹیشن۔

Marfat.com

کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ خواجہ صاحب کتنی مدت تک شیخ محمود اصفہانیؒ کی صحبت میں رہے۔ بہر حال آپ نے جلد ہی اصفہان کو چھوڑ دیا اور خرقان کی جانب کوچ کیا۔

خواجہ اجمیریؒ خرقان میں خرقان کے گرد نواح میں آپ کامل دو سال تک پھرتے پھراتے رہے۔ اس دوران میں آپ کا مشغلہ یہ تھا کہ آپ خلقِ خدا کو وعظ و نصیحت فرماتے اور انھیں راہ راست پر لاتے۔ سینکڑوں لوگوں نے آپ کی صحبت اور آپ کے ارشادات کے ذریعہ کسب فیض کیا اور دینی و دنیوی فلاح حاصل کی۔ یہاں سے آپ استر آباد[1] چلے گئے۔

خواجہ اجمیریؒ استر آباد میں استر آباد میں ان دنوں شیخ ناصر الدینؒ نام ایک ولی کاملِ رہتے تھے جن کا سلسلہ بیعت دو واسطوں سے بایزید بسطامیؒ تک پہنچتا ہے۔ ان کی عمر اس وقت ایک سو بائیس برس کی تھی۔ حضرات خواجہ صاحب نے ان سے ملاقات کی اور ان کے کمالات کے گرویدہ ہو گئے۔ چنانچہ کچھ مدت ان کے پاس رہے اور کسب فیض کیا پھر وہاں سے آگے چل دیے۔

خواجہ اجمیریؒ ہرات میں مختلف علاقوں میں پھرتے پھراتے آپ ہرات[2] پہنچے۔ چونکہ طبیعت کسی ایک جگہ ٹھہرنے پر مائل نہ تھی۔ اس لیے ہرات میں رہتے ہوئے سارا وقت پھرنے میں گزار دیتے اور قدرت کی بوقلمونیوں پر غور و فکر کرتے رہتے۔ ہرات میں ایک مشہور بزرگ خواجہ عبداللہ انصاریؒ کا مزار تھا۔ حضرت خواجہ صاحب دن بھر پھرتے رہتے اور رات کو اس مزار پر تشریف لے آتے۔ ساری رات یہیں رہ کر عبادت کرتے اور عشا ہی کے وضو سے صبح کی نماز ادا کرتے۔

آپ کو عبادت و ریاضت میں اس قدر مشغول دیکھ کر لوگ آپ کی طرف متوجہ ہونے لگے۔ پھر جب لوگوں پر آپ کی بزرگانہ عظمت کا راز کھلا تو جوق در جوق حاضرِ خدمت ہونے لگے۔ یہاں تک کہ آپ ہجومِ خلق سے گھبرانے لگے۔ لوگ نہ دن کو چین لینے دیتے نہ رات

---

[1] ایران کا شہر اور ریلوے سٹیشن جو روسی سرحد کے قریب بحیرہ کیسپین کے جنوبی کنارے پر واقع ہے۔

[2] افغانستان کا شہر ہے جو ایران کی سرحد کے قریب واقع ہے۔

Marfat.com

کو۔اوراس مصروفیت اورہجوم کے باعث آپ کی عبادت میں خلل پڑنے لگا چنانچہ آپ نے زیادہ عرصہ وہاں قیام نہ کیا اور سبزوار کے علاقے میں چلے گئے۔

خواجہ اجمیریؒ سبزوار میں سبزوار میں ان دنوں یادگار محمد کی حکومت تھی جو بڑا بے دین اور بداخلاق شخص تھا۔رقص وسرود عیاشی کے سوا اور کوئی کام نہ تھا۔اس نے سیر وتفریح کے لیے شہر سے باہر ایک باغ لگوا رکھا تھا۔جس میں نہایت صاف ستھرا حوض تھا۔خواجہ اجمیریؒ جب اس باغ کے قریب پہنچے تو چونکہ سفر کے باعث بہت تھکے ہوئے تھے اور پانی کی ضرورت تھی اس لیے باغ میں حوض کے کنارے پہنچے۔غسل فرمانے کے بعد آپ نے نماز ادا کی پھر تلاوتِ قرآن میں لگ گئے۔

ایک ولی اللہ کی نظر کیمیا اثر انسانی زندگی میں کیا کیا اور کیسے عظیم انقلاب لاسکتی ہے اس واقع سے اس حقیقت کا پورا پورا اندازہ ہو جاتا ہے۔چنانچہ یادگار محمد کے باغ میں خواجہ اجمیریؒ اور یادگار محمد کے درمیان جو واقعہ پیش آیا اور جس نے یادگار محمد کی کایا پلٹ دی وہ عبدالحلیم شرؔر کے الفاظ میں سنیے:-

''اِتفاقاً ایک روز مشہور ہوا کہ یادگار محمد اپنے باغ کی سیر کو آرہا ہے۔ایک درویش جو خادم کی حیثیت سے حضرت کے ہمرکاب تھا یہ خبر سنتے ہی دوڑتا ہوا آپ کے قریب آیا اور عرض کیا مناسب ہوگا کہ اب ہم باغ سے باہر چل کے ٹھہریں۔آپ اس کی گھبرائی ہوئی صورت دیکھ کر مسکرائے اور ارشاد فرمایا اگر تمھارا جی چاہے تو چلے جاؤ اور اس درخت کے نیچے جاکر ٹھہرو میں تو یہاں سے نہ اٹھوں گا۔وہ خادم تو حسب اجازت اس درخت کے نیچے چلا گیا جس کی طرف آپ نے اشارہ فرمایا اور ادھر شاہی فراشوں نے حوض کے کنارے خواجہ قدس سرہٗ العزیز کے برابر ہی اپنے بادشاہ کے لیے لاکے ایک قالین بچھادیا۔وہ چاہتے تھے کہ حضرت سے اٹھنے کو کہیں مگر نور عرفان کی ان پر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ کچھ کہنے کی جرأت نہ ہوئی۔

اتنے میں خود یادگار محمد آپہنچا اور حضرت خواجہ قدس سرہٗ العزیز کو اپنے قالین کے برابر بیٹھے دیکھ کر نہایت برہم ہوا اور اپنے خدمت گاروں کو سخت سست کہنے لگا کہ اس فقیر کو یہاں

Marfat.com

سے کیوں نہ نکال دیا۔

یہ کلمہ سنتے ہی حضرت نے سر اٹھایا اور اس پر جلال و غضب کی ایسی نظر ڈالی کہ اس کے ہاتھ پاؤں میں لرزہ پڑ گیا اور اسی حالت میں تھرتھراتے تھرتھراتے زمین پر گر کے بیہوش ہو گیا۔

ظاہر ہے کہ ایک دنیا دار بندۂ ہوس ایک کامل ولی اللہ مرتاض آشنائے حقیقت کی پر جلال نظر کی کیا تاب لا سکتا تھا۔ اس کے نوکروں وغیرہ نے جب یہ حالت دیکھی تو دوڑ کے حضرت کے قدموں پر گر پڑے اور عجز و الحاج سے گڑگڑا گڑگڑا کر عرض کیا حضرت ان کی گستاخی معاف فرمائیں۔ یہ نہیں جانتے تھے کہ آپ اتنے بڑے صاحبِ باطن ولی ہیں۔

ان لوگوں کے رونے دھونے پر آپ کو ترس آیا۔ وہ جلال کم ہوا اور اس خادم درویش کو جسے سامنے ہی ایک درخت کے نیچے ٹھہرنے کا حکم دیا تھا قریب بلا کے حکم فرمایا کہ اس حوض میں سے تھوڑا سا پانی لو اور اسے بسم اللہ کہہ کے اس شخص کے منہ پر چھڑکو۔ اس درویش نے مرشد کے حکم کی تکمیل کی اور جیسے ہی پانی چھڑکا' یادگار محمد کو ہوش آ گیا۔ مگر اب سرکشی و نخوت کا کہیں پتہ نہ تھا۔ اٹھتے ہی حضرت کے قدموں پر سر رکھ دیا اور حضورِ قلب کے ساتھ عرض کیا یا شیخ! آج سے میں نے تمام ممنوع چیزوں کو چھوڑ دیا اور آپ کے ہاتھ پر اپنے کل گناہوں کی توبہ کرتا ہوں۔ اب میرا قصور معاف ہو۔ آپ نے کمال مرحمت سے اپنا دستِ شفقت بڑھا کے اس کے سر کو اپنے قدموں پر سے اُٹھایا اور نہایت نرمی کے الفاظ میں ارشاد فرمایا۔ خاندانِ رسالت علیہ الصلوٰۃ و السلام کی محبت کا دعوٰی کرنا اور ان کی پیروی نہ کرنا بالکل بے معنی ہے۔ اسی سلسلہ میں آپ نے ائمہ اہلبیتؓ کے مناقب ایسے موزون و مؤثر الفاظ میں بیان فرمائے کہ یادگار محمد اور اس کے تمام رفقا زار و قطار رونے لگے اور سب نے آپ کے سامنے توبہ کی۔

یہ پند و نصائح سن کر یادگار محمد نے وضو کیا اور شکرانے کی دو رکعت نماز ادا کر کے بیعت کے لیے ہاتھ بڑھا دیا۔ اس عزت سے آپ نے اسے سرفراز فرمایا اور آپ کے مریدوں میں شامل ہو کر اسے سلسلہ مبارک چشتیہ میں داخل ہونے کی عزت حاصل ہوئی۔ یہ چیز

Marfat.com

صرف ایک ولی اللہ کی نظر کیمیا اثر کے ساتھ ہی مخصوص ہے کہ یادگار محمد حضرت کی صحبت فیض میں پہنچنے سے ایک ساعت پیشتر تو ایسا تھا کہ ہر شخص اسے نفرت وحقارت کی نظر سے دیکھتا تھا۔ اس کی صحبت سے پناہ مانگتا تھا اور اس کو بدترین خلق اللہ تصوّر کرتا تھا یا ایک رمز شناس حقیقت نے یہ معجزہ نما اثر کیا کہ ایک ہی گھڑی بعد وہ شخص ایک ایسا شخص تھا کہ ہم، آپ اور سارے مسلمان اس کی خوش اقبالی پر رشک کرتے ہیں اور عجیب جوشِ دل سے اس کلمہ کو استعمال کرتے ہیں ''خوشا نصیب''

مرید ہوتے ہی اس نے اپنی تمام جائداد اور کل مال واسباب کی ایک فہرست تیار کی اور اسے لا کے حضرت خواجہ قدس سرہٗ العزیز کی خدمت میں نذرانے کے طور پر پیش کر دیا۔ آپ نے قبول فرمانے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ ان میں سے جو جو چیزیں کہ تم نے لوگوں پر ظلم و جور کر کے اور زبردستی حاصل کی ہیں ان کو لے جا کر انھیں لوگوں کو دے دو تا کہ کل روزِ قیامت کو تمہارا دامن نہ پکڑیں۔

اس نے اِس حکمِ مُرشد کے مطابق تمام جائداد جو لوگوں سے زبردستی اور لوٹ مار کر کے حاصل کی تھی اصل مالکوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر واپس کی۔ یوں دے دلا کے جو کچھ باقی رہا وہ فقیروں اور محتاجوں کو نذر کیا اور خود دنیا ہی سے دست کش ہو گیا۔ یہاں تک کہ اپنی اصلی اور منکوحہ بیوی کو بھی طلاق دے دی اور حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے ہمراہ ہو لیا۔

علاقہ حصار تک وہ حضرت کے ہم رکاب رہا۔ وہاں پہنچ کے حضرت نے ملاحظہ فرمایا کہ یادگار محمد ایک خدارسیدہ ولی بن گیا ہے تو حضرت نے حکم دیا کہ اب تمہیں میرے ہمراہ رہنے کی ضرورت نہیں۔ تم اسی علاقہ میں ٹھہر کے دعوتِ دین کرو اور خلق اللہ کی ہدایت اور نفع رسانی میں مشغول رہو۔

مرشد کا یہ فرمان پاتے ہی وہ علاقہ حصار میں ٹھہر گیا اور آپ نے حسب معمول آگے کی راہ لی۔''

Marfat.com

خواجہ اجمیریؒ بلخ میں سبزوار سے روانہ ہو کر آپ بلخ پہنچے اور شیخ احمد خضرویہ[1] کی خانقاہ میں گئے جو وہاں کی نہایت مقدس اور مشہور و معروف خانقاہ تھی۔ آپ نے اس میں قیام فرمایا۔

یہاں حکیم ضیاء الدین فلسفی نام ایک نامور حکیم اور فلسفی رہتا تھا جسے تمام علوم ظاہری میں دسترس حاصل تھی لیکن تصوّف پر کوئی اعتقاد نہ تھا اور صوفیوں اور درویشوں کو برا جانتا تھا۔ اپنے شاگردوں کو بھی اپنے ہی ڈھنگ کی تعلیم دیا کرتا تھا۔

خواجہ اجمیریؒ سے اس کی ملاقات ہوئی تو پہلی ملاقات میں ہی اپنے سابقہ خیالات سے توبہ کی اور آپ کے مریدوں میں شامل ہو گیا، اس واقعہ کی تفصیل آئندہ اوراق میں ''خواجہ اجمیریؒ کے باطنی کمالات'' کے تحت بیان کی گئی ہے۔ یہاں اتنا بیان کر دینا کافی ہوگا کہ خواجہ صاحب نے کچھ دنوں تک ان کی تربیت فرمائی۔ پھر خرقہ خلافت عطا فرمایا اور رخصت کیا۔ خواجہ اجمیریؒ تھوڑی مدت بلخ میں گزارنے کے بعد غزنی کو روانہ ہوئے۔

خواجہ اجمیریؒ غزنی میں قیاس کیا جاتا ہے کہ خواجہ صاحب ۵۵۸ھ اور ۵۶۰ھ کے درمیانی عرصہ میں غزنی پہنچے ہوں گے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب بلخ اور غزنی کی حکومتوں کے حالات بہت نازک تھے۔ چونکہ خواجہ صاحب کے قیام غزنی کے دوران بہت مہیب حالات درپیش تھے۔ اس لیے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہ حالات بھی مختصر طور پر بیان کر دیے جائیں۔

---

[1] شیخ احمد خضرویہ اپنے وقت کے مشہور بزرگ اور باکرامت ولی تھے۔ شروع میں حاتم اصمؒ کے مرید تھے۔ ابوتراب کی صحبت میں کافی مدت گزاری۔ آپ کے متعلق ایک واقعہ مشہور ہے کہ ایک مرتبہ گھر میں چور آیا۔ اس نے بہت تلاش کیا مگر کچھ نہ ملا۔ جب نا اُمید ہو کر جانے لگا تو حضرت نے دیکھ لیا اور فرمایا ڈول لے کر پانی بھر اور وضو کر کے نماز پڑھ جو ملے گا وہ تجھے دے دیا جائے گا تاکہ تو ہمارے گھر سے ناکام واپس نہ جائے۔

چور نے آپ کے ارشاد کے مطابق عمل کیا۔ صبح ہوئی تو ایک شخص سو دینار لے کر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے وہ رقم چور کے حوالے کر دی اور فرمایا۔ یہ ایک رات کی نماز کا بدلہ ہے۔ چور پر اس بات کا ایسا اثر ہوا کہ اپنی سابقہ زندگی سے تائب ہو کر آپ کا مرید بن گیا اور اپنی دنیا و آخرت سنوار لی۔

Marfat.com

غزنی کے حالات اس زمانہ میں تاتاری اپنے پورے عروج پر تھے اوران کی طاقت بہت زبردست مانی جاتی تھی۔اس وقت دنیا کی کوئی طاقت ان کا مقابلہ نہ کرسکتی تھی۔ تاتاریوں نے جدھر کا رُخ کیا تباہی اور بربادی پھیلائی۔آگ وخون کی ہولیاں کھیلیں، لاشوں کے انبار لگا دیے۔بلخ بھی تاتاریانِ غزو کے جور وستم کی آما جگاہ بنا ہوا تھا۔کوئی سلطنت ایسی نہ تھی جو تاتاریوں کے خوف سے لرزہ براندام نہ ہو۔غزنی کی بھی یہی کیفیت تھی۔غزنی کے باشندے بھی تنگ آچکے تھے۔یہ علاقہ سلطان محمود غزنوی جیسے باہیبت اور پُرشکوہ بادشاہ کی یادگار تھا۔جس نے وقت کے بڑے بڑے بادشاہوں کو نیچا دکھایا تھا۔ ہندوستان کی بے پناہ دولت جو سلطان محمود غزنوی لے گیا تھا اس نے غزنی کی ترقی وآرائش میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔چنانچہ غزنی نہایت خوبصورت اور دولت مند شہر بن چکا تھا۔نہ صرف دولت کے لحاظ سے مالا مال تھا بلکہ بڑے بڑے علماء فضلاء بھی غزنی میں آکر رہنے لگے تھے۔چنانچہ غزنی کو علوم وفنون کا مرکز سمجھا جاتا تھا۔

محمود غزنوی کے بعد ایک دو جانشینوں تک سلطنت خاصی مضبوط رہی مگر بعدازاں ان میں کمزوری آنے لگی۔چنانچہ ایک نئی طاقت ابھری جس نے جلد ہی غزنوی سلطنت کو الٹ کر رکھ دیا اور غزنی خاندانِ غوری کے زیر اقتدار آ گیا۔

جب خواجہ اجمیریؒ غزنی پہنچے تو خسرو شاہ جو چھٹی پیڑھی پر محمود غزنوی کی اولاد میں تھا انتقال کر چکا تھا' (۵۵۵ ہجری) اوراس کا لڑکا تخت نشین تھا۔اس کی تخت نشینی کے تھوڑے ہی عرصہ بعد علاؤالدین غوری نے غزنی پر حملہ کر کے اس کا محاصرہ کرلیا۔مگر سخت سردی اور برف باری کے باعث یہ محاصرہ ناکام رہا اور وہ بے نیل ومرام لوٹا۔اس کا خیال تھا کہ آئندہ سال دوبارہ غزنی پر حملہ کرے گا مگر قضا نے اسے مہلت نہ دی اور ۵۵۶ھ میں وفات پا گیا۔

علاؤالدین کی جگہ اس کا بیٹا سیف الدین محمد تخت نشین ہوا۔یہ بیس سالہ جوان تھا۔اور ناتجربہ کار تھا اس نے سوچا کہ پہلے تاتاریوں کو ختم کیا جائے۔پھر غزنی پر حملہ ہو۔چنانچہ اس

Marfat.com

نے ایک بہت بڑا لشکر جمع کیا اور ۵۵۸ھ میں تاتاریانِ غزو پر حملہ کر دیا۔

گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ کشت و خون کا بازار گرم ہوا۔ جنگ کے دوران سیف الدین لشکر سے الگ ہو گیا۔ دشمن موقعہ کی تاک میں تھے اسے پکڑ کر موت کے گھاٹ اتار دیا۔ فوج کو بادشاہ کے مارے جانے کا علم ہوا تو بھاگ کھڑی ہوئی۔ زبردست شکست کھائی۔ ہزاروں آدمی مارے گئے اور غوریوں کو شدید نقصان پہنچا۔

اگلے سال تاتاریوں نے غزنی کو بُری طرح سے لوٹا۔ پھر یہاں اپنا ایک نائب مقرر کر کے واپس چلے گئے۔ ملک شاہ نے جب حالات موافق دیکھے تو واپس آیا اور دوبارہ غزنی پر حملہ کر دیا۔ تاتاری حکمران فرار ہو گیا اور ملک شاہ نے دوبارہ غزنی پر قبضہ کر لیا۔

شرر لکھتے ہیں کہ یہ فتنہ اور یہ آفتیں تھیں جن کو ہمارے حضرت نے غزنی میں پہنچ کر عبرت کی نگاہوں سے ملاحظہ فرمایا ہوگا۔ مگر باوجود ان بدنظمیوں کے اس زمانے میں آپ کی برکتیں اور شوکتِ اسلام کی صورتیں بھی مختلف پہلوؤں سے نظر آ جاتی ہیں چنانچہ مرحوم بادشاہ غور جو غزو کے ہاتھ سے مارا گیا تھا، بڑا نیک نفس اور رحم دل حاکم تھا۔ اس کی یہ حالت تھی کہ شہر ہرات کا محاصرہ کر کے اس پر قبضہ کیا اور فوج والوں نے ہرات کو لوٹنا چاہا تو خود شہر کے پھاٹک پر جا کر ٹھہرا اور اپنا تمام مال و اسباب منگوا کر وہاں ڈھیر کر دیا۔ اور فوج والوں سے کہا کہ مسلمانوں کے گھر بار لوٹنے سے یہ اچھا ہے کہ تم میرا یہ سب مال و اسباب لے لو۔ اس کی رحم دلی اور نرم مزاجی دیکھ کے اسمٰعیلیوں اور باطنیوں کے اکثر داعیوں نے اس علاقے میں پھر پھر کے لوگوں کو بہکانا شروع کر دیا۔ جس کی وجہ سے ہر طرف ایک شور و ہنگامہ پیدا ہو گیا۔ تب اس نے مجبوراً تمام اسمٰعیلیوں کو اپنی قلمرو سے نکال دیا اور یہ پورا علاقہ باطنیوں کے شر سے پاک ہو گیا۔

غور سے دیکھیے تو یہ سب برکتیں ہمارے خواجہ کے قدوم میمنت لزوم ہی سے تھیں۔

Marfat.com

شیخ عبدالواحد غزنویؒ سے ملاقات

غزنی میں ان دنوں شیخ عبدالواحد غزنویؒ بڑے باکمال اور صاحبِ باطن مشائخ میں سے تھے یہ حقیقت شناس ولی اللہ شیخ نظام الدین ابوالموائد کے مرشد تھے اور ان کی ذات سے اس علاقہ میں لوگوں کو رُوحانی برکتیں حاصل ہو رہی تھیں۔ان سے مل کے اور ایک دوسرے سے روحانی ذوق حاصل کر کے آپ نے ہندوستان کا رُخ کیا۔

Marfat.com

دُوسرا حصہ

Marfat.com

خواجہ اجمیریؒ ہندوستان میں

۱۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد
۲۔ ہندوستان کی کیفیت
۳۔ وُرُودِ لاہور
۴۔ منزل گاہِ دہلی
۵۔ وُرُودِ اجمیر
۶۔ محمد غوری کے معرکے
۷۔ رائے پتھوار سے جنگ
۸۔ ہندی راجاؤں کی تباہی
۹۔ ہند میں اسلامی حکومت کا قیام
۱۰۔ اجمیر کا اسلامی دَور
۱۱۔ خواجہ اجمیریؒ کا آخری دَور
۱۲۔ وفات

Marfat.com

خواجہ اجمیریؒ ہندوستان میں

ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد سرزمین پاکستان و ہند میں مسلمانوں نے ۷۱۲ء میں قدم رکھا۔ مسلمانوں کی آمد کا یہ آغاز محمد بن قاسم کے حملے سے ہوا جس نے سندھ کے برہمن راجہ چاہیرج کے لڑکے داہر پر حملہ کیا اور سندھ کو فتح کر کے وہاں اسلامی سلطنت قائم کی۔ اس فتح کے بعد مسلمان ہندوستان کے اندرونی حصے کی طرف نہ بڑھے بلکہ محمد بن قاسم کے ساتھ مسلمانوں کی جو جماعت یہاں آئی تھی وہ سندھ ہی میں ٹھہر گئی۔ چنانچہ اس حملے کا اثر باقی ہندوستان پر نہ پڑ سکا۔ پھر کامل تین صدیوں تک ہندوستان پر مسلمانوں نے کوئی حملہ نہ کیا۔

۹۷۶-۷۷ء میں سلطان سبکتگین غزنوی نے جب پنجاب کے راجہ جے پال سے جنگ کی تو اس کے بعد ہندوستان پر مسلمانوں کے لگاتار حملے ہوئے۔ محمود غزنوی نے اگرچہ ہندوستان پر متعدد حملے کیے اور فتوحات حاصل کیں مگر اس نے یہاں مسلمانوں کی حکومت قائم کرنے کے متعلق کبھی نہ سوچا۔ ۱۰۳۰ء میں سلطان محمود کا انتقال ہو گیا تو اس کے بعد غوریوں نے ہندوستان پر حملے کیے اور یہ غوری ہی تھے جنھوں نے ہندوستان میں مستقل اسلامی سلطنت کی بنیاد ڈالی اور اس وقت سے مسلمانوں کے قدم یہاں جمنے شروع ہوئے۔

محمد بن قاسم کے ساتھ جو مسلمان یہاں آئے تھے انھوں نے دین حق کی اشاعت کا کام ضرور کیا اور اس زمانہ میں ہندوستان میں بعض اکابر اور صوفیا کا پتہ چلتا ہے جنھوں نے سندھ، پنجاب اور کشمیر میں اسلام کو پھیلانے کے لیے جدو جہد کی مگر یہ کام صرف انہی علاقوں تک محدود رہا۔ اندرونِ ہند اس کے کوئی اثرات نظر نہ آتے تھے۔

شرر کے الفاظ میں ہندوستان میں اس وقت تک شمشیر زن اور صف شکن داعیانِ

Marfat.com

توحید تو محمود غزنوی کے جھنڈے کے ساتھ بارہا آئے تھے اور اس کے بعد دیگر بہادرانِ اسلام نے بھی اس سرزمین کو اپنے قدموں سے عزّت دی تھی مگر غالباً یہ پہلا موقع تھا کہ جہاں جہاد کرنے والوں کے عوض ایک روحانی جہاد کرنے والا صاحبِ باطن تیرہ خاکِ ہند میں پہنچا شاید آپ سے پہلے بعض اور بزرگانِ دین بھی آئے ہوں اور آئے ہوں گے۔ کیونکہ عساکرِ خلافت نے جب سندھ اور علاقہ پنجاب کو حدُودِ کشمیر تک زیروزبر کیا ہے اور اس علاقے کو قلمرو خلافت میں شامل کر دیا ہے تو مسلمان یہاں بس گئے تھے اور عرب کے بڑے بڑے باکمال اہل ذوق یہاں آئے ہی نہ تھے بلکہ اس سرزمین سے بہت بڑے عارف پیدا ہونے لگے تھے۔ مگر افسوس کہ اس دور کے بزرگوں میں سے کسی کا نام مؤرخین کی کوتاہ قلمی سے ہمیں معلوم نہ ہو سکا۔ یہی سبب ہے ہمارے علم میں پہلی[1] شمع معرفت جو ظلمت کدہ ہند میں روشن ہوئی اس سے ہمارے خواجہ قدس سرہٗ العزیز ہی مراد لیے جاتے ہیں۔

اس موقع پر ہمیں اپنے خیال کی آنکھوں سے کام لے کر دیکھنا ہے کہ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ العزیز نے ہندوستان کی سرحد میں داخل ہونے کے وقت اس ملک کو کس حالت میں پایا ہوگا اور آپ کو کیا نظر آیا ہوگا۔

ہندوستان کی کیفیت ہندوستان میں ہر طرف پرانے ہندو مذہب کے پیروکار آباد تھے۔ جس مذہب و آئین کے لوگ اس سے پیشتر آپ کی نظر سے کبھی نہ گزرے ہوں گے ان لوگوں میں جو سچی اور پرانی توحید تھی وہ بت پرستی کے دامن میں بالکل چھپ گئی تھی۔ پرانے بانیانِ مذہب کی تعلیم میں اور عہدِ عتیق کے مشرقی خداپرستوں کی شان اس قدر فنا ہوئی تھی کہ ہندوؤں کی حالت دیکھ کے اس کا پتہ لگانا غیر ممکن تھا۔ بُت ہر جگہ، ہر شہر اور ہر قریہ میں پوجے جاتے تھے اور خود ان بتوں میں ایسے ایسے کرشمے مانے جاتے تھے کہ اصل

---

[1] یہ بیان اس حد تک صحیح ہے کہ ہندوستان میں وسیع پیمانے پر اسلام کی اشاعت کا کام خواجہ اجمیریؒ ہی نے انجام دیا اور اس لحاظ سے وہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے ظلمت کدہ ہند کو اسلام کی ضیاباریوں سے منور کیا۔ ورنہ آپ سے قبل حسین زنجانیؒ اور داتا گنج بخشؒ ہندوستان میں تشریف لا چکے تھے اور لاہور اور گردونواح کے علاقوں میں اشاعت اسلام کا فرض ادا کر رہے تھے۔ خواجہ اجمیریؒ نے داتا گنج بخشؒ کے مزار مبارک پر چلہ کشی بھی فرمائی تھی (ادارہ)

Marfat.com

خالقِ مطلق اور قادرِ یکتا سے کسی کو علاقہ نہیں باقی رہا تھا۔ یہ اصول کہ بُت' درخت' جانور اور تمام عجیب وغریب چیزیں کو اللہ کی قدرت کا نمونہ خیال کیا جائے اور اس کی عظمت ماننے کے لیے ان کے سامنے سر جھکایا جائے صنم پرستی کے دامن میں پوشیدہ ہوتے ہوتے مٹ جانے کے قریب پہنچ گیا تھا اور صاف نظر آتا تھا کہ ہندوستان کے سوا اور کوئی ایسا ملک نہیں جہاں کے لوگ ہر جگہ سے زیادہ گمراہ ہوں اور جہاں خالق کے دھوکے میں کھلی کھلی مخلوق پرستی ہو رہی ہو۔

خواجہ اجمیریؒ کے تاثرات اب اس کے بعد کا خیال کیجیے کہ ایک حقیقت شناس صاحب معرفت اور دریائے وحدت میں ڈوبے ہوئے ولی اللہ کے دل پر یہ حالت دیکھ کے کیا اثر ہوا ہوگا کہ اس سے زیادہ کوئی ملک ہدایت کا محتاج نہیں اور حق پرست کا پہلا فرض یہی ہے کہ ان بندگان خدا کی ہدایت و دستگیری کرے اور انھیں عذاب آخرت کے اندیشوں سے چھڑا کے نجات کا امیدوار بنائے۔ چنانچہ یہ خیال دل میں آتے ہی حضرت خواجہ کے رگ و پے میں سرایت کر گیا اور وہ ولی اللہ جس کی اتنی مدت ادھر ادھر جانے اور شہروں شہروں پھرنے میں بسر ہوئی تھی اور جس کی ظاہری حالت بتا رہی تھی کہ کسی جگہ ایک مہینے کے لیے بھی نہیں ٹھہر سکتا اس کی یہ حالت ہوگئی کہ بلا تامل ہندوستان میں ٹھہرنے، ایک جگہ جم کے بیٹھنے اور خدا کے بندوں کو اسی کی راہ راست کی طرف متوجہ کرنے پر آمادہ ہو گیا۔

ورودِ لاہور الغرض تبلیغ و ہدایت کی اِس دھن کو دل میں لیے ہوئے آپ لاہور[1] پہنچے اور غور فرمانے لگے کہ کس جگہ کو اپنا مسکن قرار دیں۔

اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو آپ کا یہ انتخاب ہی اس امر کا ثبوت ہے کہ آپ کتنے بڑے نیک نفس، پاک باطن اور بے طمع و قانع ولی اللہ تھے۔ ظاہری حالت کا یہ

---

[1] آپ پشاور ہوتے لاہور آئے اور شیخ المشائخ حضرت داتا گنج بخش علی مخدوم ہجویریؒ کے آستانہ مبارک پر حاضری دی۔ کہا جاتا ہے کہ دو ماہ تک آپ داتا صاحب کے آستانہ پر معتکف رہے اور جب روانہ ہوئے تو زبان سے بے ساختہ یہ شعر نکلا

گنج بخشِ فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا　　ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما

Marfat.com

تقاضا تھا کہ آپ لاہور کو اپنا مرکز و مرجع قرار دیتے۔ ان دنوں یہ شہر مسلمانان ہندوستان کا مستقر اور اکثر مسلمان امیروں اور دولت مندوں کا مسکن تھا۔ یہاں مسلمان عالموں فاضلوں اور ولیوں اور عارفوں ہی کی انتہا سے زیادہ قدر و منزلت نہیں ہوتی تھی بلکہ ہر نووارد مغربی مسافر و سیاح کے لیے آنکھیں بچائی جاتی تھیں اور اسے قدر و دولت و حشمت مل جاتی تھی کہ زندگی کی ساری آرزوئیں پوری ہو جاتی تھیں۔

اگر لاہور کو کسی وجہ سے نہ بھی اختیار کیا جاتا تو پنجاب کے بہت سے شہر اور گاؤں موجود تھے جو کابل اور غزنی کے راستے پر واقع تھے جن میں سے ہو کر ہمیشہ بڑے بڑے شاہان الوالعزم امرائے بلند حوصلہ اور مسلمان سیاحوں کے قافلے گزرتے رہتے تھے اور ایک مسلمان ولی اللہ کی پوری طرح اعانت و خبر گیری کر سکتے تھے مگر نہیں آپ نے اپنی سکونت کے لیے نہ لاہور کو پسند فرمایا اور نہ پنجاب کے کسی اور شہر کو اس لیے کہ یہ مقامات خود ہی اسلام کے مرکز بنے ہوئے تھے اور ہدایت کرنے کے لیے یہاں صدہا ولی اللہ اور علماء[1] موجود تھے۔

عزمِ اجمیر ممکن تھا کہ آپ اپنی خانقاہ دہلی میں جا کے قائم کرتے جس میں گو ابھی تک مسلمانوں کی سلطنت قائم نہیں ہوئی تھی مگر ہندوستان کا قدیم مرکز اور مرجع و ماویٰ تھا۔ مگر نہیں، آپ نے اپنا مرکز اور اپنا توحید و معرفت کا روحانی دارالسلطنت شہر اجمیر کو قرار دیا۔ جس کا انتخاب سچ پوچھیے تو ایسا حیرت انگیز کام تھا کہ محض انسانی عقل بغیر الہامی مدد کے ایسا انتخاب ہرگز نہیں کر سکتی۔

یہ خطہ سچ پوچھیے تو ہر طرح مرکز ہدایت بلکہ مرکز سلطنت بنانے کے لیے بھی نہایت موزوں تھا۔ مرکز ہدایت اس لیے کہ وہاں تک اسلام نے ہنوز جڑ نہیں پکڑی تھی۔ بعض فاتحانِ اسلام کا لشکر بے شک ادھر سے گزرا تھا مگر اس سرزمین کے کسی ٹیلے کو اس سے پیشتر شاید نورِ اسلام سے بہرہ یاب ہونے کی عزت و فضیلت اس وقت تک نہ حاصل ہوئی ہو گی۔

ہر چہار طرف راجپوتانہ کی سلطنتیں تھیں جو ترقی دین اور توحید اسلام کی تعلیم سے مانع

---

[1] جیسے شیخ حسین زنجانیؒ اور داتا گنج بخشؒ جنہیں وفات پائے بہت کم مدت گزری تھی۔

Marfat.com

تھیں۔ لہٰذا سب سے زیادہ وہیں کے لوگوں کو تبلیغ و ہدایت کی ضرورت تھی اور یہ شہر مرکز سلطنت بننے کے لیے اس واسطے موزوں تھا کہ پورے جزیرہ نمائے ہند کے وسط میں واقع ہوا ہے۔ ہر جگہ سے اسے یکساں نسبت ہے۔ وہاں ٹھہر کے جیسے تعلقات شمالی ہند سے قائم رکھے جاسکتے ہیں ویسے ہی جنوبی ہند سے اور جو نسبت اسے صوبہ جات مشرقی سے ہے وہی صوبہ جات غربی سے۔ شہر کے چاروں طرف پہاڑوں کا حلقہ ہے جو اُس کی حد بندی کرنے اور اس کے لیے مضبوط اور زبردست شہر پناہ کا کام دے سکتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ اجمیر اپنے موقعہ اور اپنی حالت کے لحاظ سے بلاتشبیہہ ہندوستان کا کعبہ قرار دیا جاسکتا تھا اور بادشاہ ہو تو اور ولی ہو تو دونوں کے لیے حکومت و تبلیغ کا عہدہ مرکز و مستقر بنایا جاسکتا ہے۔

سیاسی ماحول ہندوستان کی حالت ان دنوں نہایت نازک ہو رہی تھی۔ غزنوی حملے لوگوں کو بھول گئے تھے۔ کمزور وارثانِ محمود غزنوی کا چراغ گل ہو رہا تھا۔ سرحدی مسلمانوں کو ایک طرف خوارزمیوں اور دوسری طرف تاتاریوں کی دستبرد سے اس بات کا موقع ہی نہیں ملتا تھا کہ ہندوستان کی طرف توجہ کریں۔ مگر ہاں غوریوں کا کوکب اقبال نیا نیا چمکا تھا جو غزنی و ہرات کے جھگڑوں کی وجہ سے ناکامی کی گھٹاؤں میں چھپ چھپ کر نکلتا اور زیادہ تیزی سے چمکتا تھا۔ شہاب الدین غوری کی سطوت ہندو راجاؤں کو دھمکا رہی تھی۔ لاہور فرمانروائے غزنی کے قبضے میں تھا۔ مگر اس کے قریب سے لے کے سندھ اور سواحل بحیرہ عرب تک قرامطہ[1] کی حکومت تھی جو محمود کے حملوں سے پامال ہونے کے بعد پھر سنبھل گئے

---

[1] یہ مسلمانوں کا ایک فرقہ تھا۔ باطنیہ فرقہ کے بانی عبداللہ بن میمون کے داعی حمدان نے یہ تحریک شروع کی تھی جو اشتراکیت سے ملتی جلتی تھی۔ جنوبی عراق اس تحریک کا پہلا مرکز تھا جہاں لوگوں نے غریب کاشتکاروں کی حمایت کی اور انہیں منظم کر کے ایک مستحکم جماعت بنا دیا۔ حمدان نے لوگوں کو یہ اُمید دلائی کہ امام اسمٰعیل جلد اس دنیا میں نمودار ہو کر انہیں مالکانِ اراضی کے ظلم و ستم سے نجات دلائیں گے۔ حمدان حاکم کوفہ سے ڈر کر شام کی طرف بھاگ گیا اور وہاں اس تحریک کو فروغ دینے لگا۔ پھر بحرین اور بصرہ کے علاقوں میں بھی اس تحریک نے زور پکڑا اور آگے چل کر انہوں نے قرامطہ کی حکومت بھی قائم کر لی۔ ان کے بادشاہ ابوطاہر نے خلیفہ بغداد کو شکست دی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ انہوں نے لوٹ مار شروع کر دی۔ مکہ معظمہ کو بھی لوٹا کعبہ کا غلاف پھاڑ ڈالا حتیٰ کہ حجر اسود کو بھی لے گئے۔ ان حرکات کے باعث عام مسلمان انکے خلاف ہو گئے۔ ۳۲۶ھ میں وہ آپس میں دست و گریبان ہو گئے اور ان کا زور ٹوٹ گیا۔ قرامطہ کے عقائد کے بارے میں علماء میں اختلاف ہے اور طرح طرح کی باتیں ان سے منسوب کی جاتی ہیں۔ (ادارہ)

Marfat.com

تھے اور بنی فاطمہ مصر سے تعلقات بڑھا رہے تھے۔ شہاب الدین غوری اجمیر اور دہلی کے راجاؤں سے شکست کھا کے گیا تھا اور جوش انتقام میں بے چینی اور بے قراری کی زندگی بسر کر رہا تھا۔

منزل گاہِ دہلی ان حالات میں خواجہ اجمیریؒ چالیس خدا پرست درویشوں کی معیت میں دہلی پہنچے اور ایک میدان میں قیام فرمایا۔

اس زمانہ میں دہلی کا ہندو راجہ جو پورے عروج پر تھا۔ شہاب الدین غوری جیسا بہادر اور جری حکمران بھی چوہان حکمرانِ دہلی و اجمیر سے دو مرتبہ بھاری شکست کھا کر ہندوستان سے ناکام و نامراد واپس جا چکا تھا۔ بدیں وجوہ فرزندانِ توحید کے خلاف ہندوؤں میں سخت نفرت و تعصب پھیلا ہوا تھا۔ ہندوستان میں ہر طرف ہندو راجاؤں کی حکومت تھی جن میں پرتھوی راج کی حکومت بہت بڑی اور مضبوط مانی جاتی تھی۔ دہلی اور اجمیر اہل ہنود کا مرکز بنے ہوئے تھے۔

دہلی میں اشاعتِ حق خواجہ اجمیریؒ نے دہلی پہنچ کر تبلیغ اسلام کا کام شروع کر دیا۔ اگرچہ ہندوؤں کے نزدیک اسلام کا نام لینا ہی انھیں بھڑکا دینے کے لیے کافی تھا اور وہ دینِ اسلام کی تبلیغ کسی طرح بھی گوارا نہ کر سکتے تھے۔ مگر خواجہ اجمیریؒ کی روحانیت، خلوص کی کشش، موعظ حسنہ کی شان، ان کی نرمی اور خوش خلقی کے طفیل ہندو آپ کو قدر و منزلت کی نظر سے دیکھنے لگے۔ اور جس طرح دوسرے مسلمان آپ کی طرف توجہ دیتے تھے اسی طرح ہندو بھی آپ کو پسندیدہ نگاہوں سے دیکھتے تھے اور خلقت کا ہجوم جس میں مسلم اور غیر مسلم سب شریک ہوتے تھے آپ کی طرف کھچا چلا آتا تھا مگر آپ نے دہلی کو اپنا مستقر بنانا پسند نہ فرمایا اور جلد ہی اجمیر کا قصد کیا۔ دہلی چھوڑنے سے قبل آپ نے اپنے مشہور اور نامور خلیفہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کو دہلی میں اپنا خلیفہ مقرر فرمایا اور دہلی میں رہ کر اشاعت حق کا فرض ادا کرنے کا حکم دیا۔ پھر خود اجمیر پہنچے۔

وُرُودِ اجمیر شرر لکھتے ہیں افسوس یہ ہے کہ مؤرخین نے آپ کے حالات میں سنین کے

Marfat.com

بتانے میں ایسی غلطیاں کی ہیں کہ اکثر مورخین کو دھوکا ہو گیا۔ چنانچہ فرشتہ ایسا محقق بھی سخت غلطی میں پڑ گیا اور اسی کے دھوکے میں ہم مبتلا ہو گئے۔ آپ کے حالات لکھنے والے بتاتے ہیں کہ ۵۹۵ھ میں آپ شیخ عثمان ہارونیؒ کے مرید ہوئے تھے۔ پھر اس کے بعد ہم آپ کے مختلف سفروں اور صدہا واقعات کے بعد لکھتے ہیں کہ ۵۶۱ھ میں آپ وارِدِ اجمیر ہوئے جیسا کہ فرشتہ نے بھی لکھا ہے اگر اس طرف توجہ کی جائے کہ آپ جس وقت وارد اجمیر ہوئے اس وقت وہاں کس کی حکومت تھی تو اِس میں بھی عجیب اختلاف نظر آتے ہیں۔ بعض واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہاں سلطان قطب الدین ایبک کی حکومت تھی جو شہاب الدین غوری کی طرف سے ہندوستان کا والی اور سپہ سالار تھا۔ اگر یہ صحیح سمجھا جائے کہ آپ ۵۶۱ھ میں وارد اجمیر ہوئے تو قطعاً وہاں رائے پتھورا کی حکومت ہوگی۔ اس لیے کہ شہاب الدین غوری اور رائے پتھورا کی پہلی لڑائی جس میں سلطان کو شکست فاش ہوئی ۵۸۸ھ میں یعنی آپ کے ورود کے چھبیس برس بعد ہوئی تھی اور ۵۸۸ھ میں دوبارہ فوج کشی کر کے سلطان نے دہلی اور اجمیر پر قبضہ کیا تھا۔ لیکن ایسی صورت میں اس کے کیا معنی ہوں گے جو فرشتہ نے کہا ہے کہ آپ اجمیر پہنچے تو سیّد حسن مشہدی المشہور بہ خنگ سوار نے جو قطب الدین ایبک کی طرف سے داروغہ شہر تھا بڑی گرم جوشی اور حسنِ عقیدت سے آپ کا استقبال کیا۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ سن میں غلطی ہوگئی ہے۔ آپ کے پہنچنے کے وقت اجمیر مسلمانوں کے قبضہ میں آچکا تھا تو پھر اس کے کیا معنی ہیں جو کہا جاتا ہے اور معتبر طریقوں سے بیان کیا گیا ہے کہ رائے پتھورا نے آپ کو اذیت دی اور آپ کو اجمیر سے نکالنا چاہا تو آپ نے بددعا کی اور آپ کی یہ کرامت ظاہر ہوئی کہ شہاب الدین کے حملے میں رائے پتھورا مارا گیا اور اس کے ملک و دولت پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

واقعات کے ملانے، آپ کے حالات پر زیادہ غور کرنے اور قیاس سے کام لینے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ رائے پتھورا ہی کے عہد میں تشریف لائے ہوں گے اور گزشتہ سنین میں جو آپ کے مرید ہونے اور دیگر مقامات میں پہنچنے کے سن بتائے گئے ہیں ان میں

Marfat.com

غلطی ہوگئی ہے اور سیّد حسن مشہدی آپ کے بہت دنوں بعد بلکہ رائے پتھورا کے نذرِ اجل ہونے کے وقت قطب الدین ایبک کی طرف سے جو شہاب الدین غوری کا نائب اور ہندوستان کا گورنر تھا، حاکم اجمیر مقرر ہو کے آیا اور اپنے زمانہ میں اس نے آپ کی بہت خاطر داشت کی۔ اس بنا پر ہم پہلے بتائے ہوئے سنوں کو تغلیط کر کے کہتے ہیں کہ آپ ۵۶۱ھ[1] میں رونق بخش اجمیر ہوئے۔

اجمیر کی ناموافق فضا آپ کے دور کے وقت اجمیر اور اس کے قرب و جوار میں رائے پتھورا کی حکومت تھی مگر آپ نے ایسی صلاحیت اور خاموشی کی زندگی بسر کرنی شروع کی کہ پتھورا کو کسی قسم کی شکایت نہ پیدا ہونی چاہئے تھی[2][3] ہاں اگر محل شکایت ہو سکتا تھا تو یہ

---

[1] ''انوار خواجہ'' صفحہ ۲۳ پر ورود اجمیر کا سن ۵۶۱ھ بتایا گیا ہے جو بالکل غلط ہے۔

[2] اس زمانہ میں اجمیر کا شہر وہاں آباد نہ تھا جہاں اب ہے بلکہ تاراگڑھ کے نیچے واقع تھا اور اب بھی کہیں کہیں اس آبادی کے کھنڈر پائے جاتے ہیں۔

[3] خواجہ صاحب کی مخالفت کے سلسلے میں مختلف کتابوں میں مختلف واقعات بیان کیے گئے ہیں پھر اسی ضمن میں ان کی بعض کرامتوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ یہاں ہمارا مقصد محض خواجہ اجمیریؒ کی کرامت بیان کرنا نہیں تاہم اونٹوں کا واقعہ بیان کیے دیتے ہیں جو مختلف کتابوں میں آیا ہے ''انوار خواجہ'' کے الفاظ میں اس کی تفصیل یہ ہے کہ خواجہ صاحب نے حسب معمول شہر سے باہر میدان میں ایک درخت کے نیچے آرام فرمایا: کہتے ہیں کہ احاطہ درگاہ شریف میں جہاں اب چھوٹا سا چبوترہ اولیا مسجد نامی ہے یہی خواجہ صاحب کی پہلی اجمیری نشست گاہ کا مقام ہے جہاں خواجہ آ کر اُترے۔ اس جگہ راجہ اجمیر کے اونٹ بیٹھا کرتے تھے جب ساربانوں نے اس جماعت مسلمان فقرا کو دیکھا تو آ کر کہا کہ یہاں تو راجہ کے اونٹ بیٹھا کرتے ہیں۔ خواجہ نے کہا کیا ہرج ہے وسیع میدان ہے وہ بھی آ کر بیٹھ جائیں گے ہم کو بھی آرام کرنے دو وہ سختی سے پیش آئے۔ اس پر خواجہ صاحب نے فرمایا اچھا ہم چلے جاتے ہیں راجہ کے اونٹ ہی بیٹھے رہیں گے۔ آپ کہہ کے یہاں سے چلے گئے شام کو راجہ کے اونٹ چرتے پھرتے آئے اور حسب معمول اس میدان میں بیٹھ گئے۔ رات تو آرام سے بیخبری میں کٹی لیکن صبح کو ساربانوں نے جب اونٹوں کو اٹھانا چاہا تو ایک بھی نہ اُٹھ سکا۔ زمین نے ان کے گوشت کو ایسے پکڑ لیا کہ چھڑانا محال ہو گیا۔ اسی طرح کچھ وقت گزرا لیکن اونٹ نہ اٹھے پر نہ اٹھے اب تو یہ لوگ جان گئے کہ یہ درویشوں ہی کی ناراضگی کا پھل ہے سب نے مشورہ کر کے فیصلہ کیا کہ راجہ کو صورتِ حال کی اطلاع کی جائے آخر راجہ کے پاس جا کر سب ماجرا کہہ سنایا اس نے کہا جس کی بددعا سے یہ اونٹ بیٹھے ہیں اسی کی دعا سے اُٹھیں گے بھی اور اس کا کوئی علاج نہیں۔ جاؤ فقیروں سے معافی مانگو۔ رحم والے لوگ ہوتے ہیں معاف کر دیں گے اور اونٹ اُٹھ جائیں گے۔ (بقیہ نوٹ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

کہ آپ کی نظر کیمیا اثر اور آپ کی زبان معجز بیان اپنا غیر معمولی اثر دکھا رہی تھیں۔ جو کوئی آپ کے پاس آیا فوراً معتقد ہوگیا اور چند ہی روز میں اس کو توحید کی سچی حقیقت اور یزداں پرستی کی شان معلوم ہوگئی۔ ہزار ہا خلقت آپ کے ہاتھ پر ایمان لائی اور وہ سرزمین جہاں ایک مسلمان بھی نہ تھا لاکھوں آدمی محض آپ کے تصرف باطنی کی برکت سے مسلمان ہوگئے۔ اس کے ساتھ ساتھ عام لوگوں میں آپ کی کرامات اور خوارق عادات کی بھی شہرت ہوئی۔ غرض یہ چیزیں رائے پتھورا کو ناگوار گزریں۔ اس لیے کہ اوّل تو ہندوؤں میں مسلمانوں کے خلاف تعصب بہت زیادہ تھا جسے فطرتاً ہونا چاہیے تھا[1] دوسرے یہ کہ اس عہد میں شاہان اسلام ہندوستان پر حملہ کر رہے تھے اور اس کوشش میں تھے کہ سارے آریہ ورت کو اپنے قبضہ میں لے آئیں۔ لہذا خواجہ صاحب قدس سرہٗ العزیز کا یہ اثر ہندوؤں کی

(بقیہ نوٹ سابقہ صفحہ سے) اب آ کر ساربان دست بستہ ہوئے اور عذرِ تقصیر کیا۔ آپ رحمۃ اللعالمین کے نواسے بھی تو تھے ہی رحم فرمایا اور کہا جاؤ جس کے حکم سے وہ بیٹھ گئے ہیں اسی کے حکم سے اُٹھ کھڑے ہوں گے۔

ساربانوں نے واپس جا کر سب اونٹوں کو صحیح سالم اور کھڑے پایا۔

خواجہؒ کی اس پہلی کرامت نے کافروں کو ایسا ڈرایا کہ ان کے ہوش بجا نہ رہے اور سب مل کر اس کے متعلق جلسے اور کمیٹیاں کرنے لگے کہ آخر اس زبردست طاقت کا مقابلہ کیسے ممکن ہے۔ اگر یہ درویش کچھ عرصہ یہاں پر جم گئے تو یہاں سے ان کے نکال دینے کا تھوڑا بہت امکان جواب ہے وہ بھی جاتا رہے گا اور پھر پچھتانا اکارت ہوگا۔ بہتر یہ ہے کہ جس طرح بھی ہو تن من دھن سے باہمی معاونت کے ذریعے اس کا تدارک کریں۔

[1] اوپر فٹ نوٹ میں بتایا گیا ہے کہ خواجہ صاحب کو راجہ کے ساربانوں نے اس میدان سے اُٹھا دیا تھا چنانچہ وہاں سے اُٹھ کر آپ اناساگر کے کنارے تشریف لے گئے۔ یہ وہ جگہ تھی جہاں بکثرت ہندوؤں کے مندر تھے۔ یہ مندر ندی کے دونوں طرف واقع تھے۔ ان میں ایک مندر بہت بڑا تھا کہ بڑے بڑے پجاری، امرا اور خود راجہ بھی اسی مندر میں آیا کرتے تھے۔ کئی گاؤں اس مندر کے مصارف کے لیے وقف تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ان تمام مندروں میں کئی من تیل روزانہ جلا کرتا تھا اور کئی سو پجاری ہر وقت موجود رہتے تھے۔ خواجہ اجمیریؒ ایسے ماحول میں آ کر قیام پذیر ہوگئے تھے۔

ظاہر ہے کہ پجاریوں اور عام ہندوؤں کو خواجہ صاحب اور ان کے ساتھیوں کا یہ قیام کسی طرح گوارا نہ ہو سکتا تھا۔ چنانچہ انہوں نے ایک وفد کی صورت میں راجہ سے درخواست کی کہ ان لوگوں کو یہاں سے نکال دیا جائے کیونکہ یہ ہمارے مذہب کے خلاف ہیں۔ راجہ نے ان کے مطالبے کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا اور انہیں اجازت دے دی کہ سرکاری آدمیوں کی مدد سے انہیں وہاں سے نکال دیا جائے۔ اس اجازت کے ملتے ہی وہ خواجہ صاحب اور ان کے ساتھیوں کے درپے ہوگئے۔

Marfat.com

قومیت کو توڑ کے وطنی اور ملکی حکمرانوں کو سیاسی حیثیت سے بھی کمزور کر رہا تھا۔

راجہ کی برہمی غرض ایسے اتفاقات پیش آئے کہ رائے پتھورا آپ کی کارروائیوں سے برہم ہوا اور آپ کے خالص دینی اور الہامی مشن کو سیاسی کارروائی سمجھا۔

اشتعال انگیز واقعہ اس کی ناراضگی کی ابتدا یوں ہوئی کہ حضرت خواجہ صاحب کے ایک معتقد مسلمان کو جو آپ کی خدا شناسی اور پاک نفسی کا والہ وشیدا تھا رائے پتھورا کے دربار میں باریابی کی عزت حاصل تھی۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ باوجود اختلاف مذہب کے پتھورا اس کی قدر و منزلت کرتا تھا۔

اس کی زبان سے پتھورا نے حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ کی جو زیادہ تعریفیں سنیں اور اسے آپ کی شان ولایت کا گرویدہ دیکھا تو اس پر بہت بگڑا۔ عتاب کرنا شروع کیا اور روز بروز زیادہ ستانے لگا۔ اس شخص کو شاید اس بات کی خبر نہ تھی کہ اس ناراضگی کی اصل وجہ خواجہ قدس سرہٗ العزیز ہیں۔ اور خود بارگاہ ولایت میں آکر عرض کیا کہ راجہ صاحب مجھ سے ناراض ہوتے جاتے ہیں اور ان کی برہمی سے اندیشہ ہے کہ مجھے کوئی سخت ضرر نہ پہنچ جائے۔ اگر کوئی مضائقہ نہ ہو تو آپ اس کی خدمت میں میری سفارش فرما دیں۔ آپ نے بلا تامل رائے پتھورا سے نہایت نرمی اور استمالت کے الفاظ میں اس کی سفارش کر دی۔

اس سفارش نے اس کی آتش غضب کو اور بھڑکایا اور اپنے اہل دربار سے برہمی و نخوت کے الفاظ میں کہا۔ اس شخص (خواجہ صاحب) کو کیا حق تھا جو یہاں آیا ہے۔ وہ طرح طرح کے کرشمے[1] دکھا دکھا کے اور ترغیب کی باتیں بتا بتا کے لوگوں کو اپنا گرویدہ بناتا اور گمراہ کرتا

---

[1] خواجہ صاحب کے ساتھ متعصب ہندوؤں کی اس چپقلش کے دوران بعض ایسے واقعات ظہور میں آئے جنہیں خواجہ صاحب کی کرامت یا کرشمے کہا جا سکتا ہے۔ ان کرشموں کو دیکھ کر لوگوں کا متاثر ہونا ضروری تھا۔ شادی دیو اور پال جوگی کا خواجہ صاحب سے دو دو ہاتھ کرنا' پھر اسلام قبول کرنا دو مشہور واقعے ہیں جن کا ذکر بہت سی کتابوں میں آیا ہے۔ شادی دیو ایک بہت بڑا مہنت اور فسوں گر تھا جس کی سرکردگی میں بہت سے ہندو خواجہ صاحب کو اذیت پہنچانے آئے تھے مگر خواجہ صاحب کی نگاہ پڑتے ہی وہ ایسا مسحور ہوا کہ نہ صرف اپنا ارادہ ترک کر دیا بلکہ دین اسلام میں داخل ہو گیا۔ یہ واقعہ ہندوؤں کو سیخ پا کرنے کیلئے کافی تھا۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

ہے اور اس نے اپنے دربار میں یہ نامناسب کلمات آپ کی نسبت زبان سے نکالے ادھر لوگوں نے اس کی خبر حضرت خواجہ صاحب تک پہنچادی۔

رائے پتھورا پر عتاب خواجہ

رائے پتھورا کے پاس فوج اور اسلحہ سب کچھ تھا۔ وہ بڑی سے بڑی فوج کے ساتھ مقابلہ کرنے کی قوت رکھتا تھا مگر خواجہ صاحب کی روحانی قوتوں کے سامنے وہ بے بس ہو کر رہ گیا تھا۔ پھر وقت کے مشہور جوگی کے اسلام نے اسے اور بھی درماندہ کر دیا تھا۔ اور خواجہ صاحب اس کے دل میں کانٹے کی طرح کھٹکنے لگے تھے۔ اگرچہ راجہ کی ماں نے اسے بہت سمجھایا کہ خواجہ صاحب سے مخالفت اچھی نہیں اس سے تم خود اور تمہاری حکومت بھی برباد ہو جائے گی مگر وہ نہ مانا۔ ادھر مسلمانوں کی تعداد روز بروز بڑھتی جارہی تھی۔ ادھر راجہ کا غصہ اور تیز ہوتا جارہا تھا۔

اس دوران میں خواجہ صاحب نے رائے پتھورا کو اسلام کی دعوت بھی دی اور اسے اسلام کی بزرگیوں سے آگاہ کیا آپ نے اسے سمجھایا کہ بت پرستی کا انجام برا ہے۔ اور پشیمانی کا موجب ہوگا۔ مگر اس نے آپ کی باتوں پر کوئی توجہ نہ دی اور اب اعلانیہ آپ کی اور دوسرے مسلمانوں کی مخالفت کرنے لگا۔

راجہ نے غصے میں جو الفاظ منہ سے نکالے تھے۔ وہ خواجہ صاحب تک پہنچائے گئے چنانچہ خواجہ صاحب بھی غصے میں آگئے اور کاغذ کے پرزے پر یہ الفاظ لکھ کر راجہ کے پاس بھیج دیئے کہ ''من ترا زندہ بدست لشکر اسلام بسپردم'' یعنی ''تو مجھے نکالے نہ نکالے میں نے تجھے

(بقیہ پچھلے صفحہ سے) دوسرا واقعہ جے پال کا ہے جو راجہ کا استاد اور ہندوستان کا مشہور اور باکمال جوگی تھا وہ اپنے چیلوں کے ہمراہ بڑے ٹھاٹھ کے ساتھ خواجہ صاحب سے مقابلہ کرنے کیلئے آیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے جادو کے زور سے اژدھے اور آگ کے چکر پیدا کر دیئے اور فضا میں دھواں پھیل گیا جب خواجہ اجمیریؒ نے یہ کیفیت دیکھی تو اپنے اور اپنے ساتھیوں کے گرد ایک حصار کھینچ لیا اور خود نماز میں مصروف ہو گئے۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ نے صرف اتنا کیا کہ مٹھی بھر خاک اُٹھا کر اس پر کچھ دم کر کے ان کی طرف پھینک دی۔ جوگی اور اس کے ساتھیوں نے بہت کوشش کی کہ دائرہ کے اندر قدم رکھیں مگر ان سے یہ نہ ہو سکا۔ مختصر یہ کہ جوگی نے بھی اسلام قبول کیا۔ کہتے ہیں خواجہؒ نے جوگی کا نام عبداللہ بیابانی رکھا وہ خواجہ صاحب کی صحبت میں رہ کر درجہ کمال کو پہنچا اور ۲۱ جمادی الاوّل ۵۹۲ھ کو خرقہ خلافت پایا۔

Marfat.com

زندہ پکڑ کر لشکر اسلام کے حوالے کیا''۔

سیاسی معرکے یہاں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان سیاسی معرکوں کا بھی ذکر کر دیا جائے جو رائے پتھورا اور مسلمانوں کے درمیان ہو رہے تھے۔ یعنی ہندوستان پر غوریوں کے حملے۔

محمد غوری کے معرکے محمد غوری ہندوستان میں اسلامی حکومت قائم کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ چنانچہ سب سے پہلے اس نے ہندوستان کے سرحدی صوبوں پر قبضہ کیا۔ اُچھ، ملتان اور پشاور آسانی سے فتح کر لیے مگر انہلواڑہ پر قبضہ نہ کر سکا۔ یہ مرحلہ طے کرنے کے بعد اس نے لاہور کا رخ کیا اور پانچ سال کی کوششوں کے بعد سیالکوٹ اور لاہور فتح کیے اور خسرُو مِلک کو قید کر لیا۔

پنجاب پر قبضہ کے بعد محمد غوری کے مقبوضات کی سرحد ہندو راجاؤں کی سرحدوں سے مل گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں طرف لڑائی کی تیاریاں ہونے لگیں۔

رائے پتھورا اور محمد غوری کی پہلی جنگ سب سے پہلے اجمیر اور سانبھر کے چوہان راجاؤں نے محمد غوری کا مقابلہ کیا۔ رائے پتھورا جسے پرتھوی راج بھی کہتے ہیں ان کا سردار تھا اور ''فخر راجپوت'' کہلاتا تھا۔ ہر طبقے اور ہر ذات کے ہندو اب تک فخر سے اس کا نام لیتے ہیں اور گھر گھر اس کی بہادری کے گیت گائے جاتے ہیں۔

مسلمانوں کو ہندوستان میں اب تک جتنے حریفوں سے واسطہ پڑا تھا رائے پتھورا ان میں سب سے زیادہ دلیر طاقتور اور قابل تھا۔ محمد غوری نے سرہند کا محاصرہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا۔ اس دن سے مسلمانوں اور راجپوتوں میں لڑائی کی ٹھن گئی تھی ۵۸۷ھ (۱۱۹۱ء) میں جب کہ خواجہ اجمیریؒ اجمیر میں مقیم تھے دونوں فوجیں ترائن کے میدان میں صف آرا ہوئیں۔ راجپوتوں نے اسلامی فوج کے دونوں پہلوؤں پر نہایت شدید حملہ کیا اور ان کی صفوں کو درہم برہم کر دیا۔ مسلمانوں کو زبردست شکست ہوئی۔ محمد غوری گرفتار ہونے سے بال بال بچا۔ راجپوتوں نے شاندار فتح پائی۔

Marfat.com

شرر لکھنوی اس جنگ کی تفصیل ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

سلطان شہاب الدین غوری (محمد غوری) کو ۵۸۷ھ میں جب کہ آپ رونق بخش اجمیر تھے رائے پتھورا سے بڑی شکست فاش ہو چکی تھی۔ اس لڑائی میں پتھورا کے ساتھ اس کا بھائی کھانڈے راؤ سر یر آرائے دہلی بھی شریک تھا اور دونوں اپنی مشترکہ کوشش سے دو لاکھ سواروں اور تین ہزار ہاتھیوں کو میدان جنگ میں لائے تھے۔ عین معرکہ رزم میں سلطان شہاب الدین اور کھانڈے راؤ کا سامنا ہو گیا۔ سلطان گھوڑے پر تھا اور راجہ ہاتھی پر۔ راجہ نے ہاتھی پر سے جھک کے نیزہ مارا۔ سلطان نے نیزہ پکڑ لیا اور اس کا ہودا خود اس کے اوپر اس زور سے گرا کہ راجہ کے منہ میں لگا اور کئی دانت ٹوٹ گئے مگر بہادر راجہ نے سنبھل کر پھر نیزے کا ایک ایسا زبردست ہاتھ مارا کہ سلطان کا شانہ سخت زخمی ہوا اور قریب تھا کہ گھوڑے سے زمین پر گرے۔ اس وقت ایک نوعمر خلجی بچہ سلطان کے کام آیا اگر وہ نہ پہنچتا تو سلطان کا خاتمہ ہی ہو گیا تھا۔ اسنے فوراً لپک کر سلطان کو اپنے ہاتھ پر لیا اور پنی پیٹھ پر لاد کے اس طرح میدان سے لے بھاگا کہ دوست دشمن کو خبر نہ ہوئی۔ اس کا یہ لازمی نتیجہ تھا کہ سلطان کو بہت ہی فاش شکست ہوئی سارا لشکر تباہ ہو گیا اور ہزار ہا بہادر کھیت رہے۔ باقی ماندہ لوگ سلطان کو ہاتھوں ہاتھ علاقہ میں لے گئے۔

یہ لڑائی اور رائے پتھورا کو یہ کامیابی اس وقت حاصل ہوئی تھی جب حضرت خواجہ قدس سرہٗ العزیز سے نہیں بگڑی تھی اور غالباً اسی فتح کے غرور اور اسی مقصدوری کے نشے نے اسے اس قدر بے پروا کر دیا تھا کہ خواجہ صاحب کی خاموشی اور امن وامان کی زندگی کی قدر نہ کی اور درپے آزار ہو گیا۔

بہرحال اس شکست کے بعد محمد غوری واپس چلا گیا۔ مگر دل میں انتقام کی آگ سلگ رہی تھی۔ قسم کھائی کہ جب تک بدلہ نہ لے گا آرام سے نہ بیٹھے گا۔ چنانچہ تمام عیش و

Marfat.com

آرام ترک کر دیا اور دوبارہ ہندوستان پر حملہ کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اسی اثنا میں رائے پتھورا اور خواجہ اجمیری کے درمیان رنجش بڑھتی جا رہی تھی یہاں تک کہ حالات نے پھر پلٹا کھایا۔

رائے پتھورا اور محمد غوری کی دوسری جنگ آتش انتقام بجھانے کے لیے محمد غوری نے پورے اہتمام کے ساتھ ہندوستان پر حملہ کر دیا اور لاہور سے آگے بڑھ آیا۔ بہ الفاظ شرر رائے پتھورا نے مقابلے کا سامان پہلے ہی کر رکھا تھا اور قریب قریب ہندوستان کے تمام راجاؤں کو اپنے جھنڈے کے نیچے جمع کر لیا تھا۔ فرشتہ معتبر روایات سے بیان کرتا ہے کہ رائے پتھورا کے لشکر کی تعداد تین لاکھ سواروں سے زیادہ تھی جس میں راجپوت بھی تھے اور افغانی لوگ بھی۔ اب کے ہاتھی بھی تین ہزار سے زیادہ تھے اور تقریباً ڈیڑھ سو راجہ اس وطنی جھنڈے کے نیچے تھے۔ شہاب الدین کو اب بھی اپنی طرف سے کمی نظر آتی تھی مگر نہایت ہوشیاری حکمت علمی اور مستعدی سے لڑا۔

ہندی راجاؤں کی تباہی غرض ۵۸۸ھ میں تراوڑی کے میدان میں مقابلہ ہوا۔ اور بڑی سخت لڑائی ہوئی۔ جس نے ایک ہی دن میں ہندوستان کی قسمت کا فیصلہ غوریوں کے حق میں کر دیا۔ کھانڈے راؤ راجہ دہلی اور بہت سے اور راجہ بھی میدان میں مارے گئے۔ رائے پتھورا نے بھاگ کر جان بچائی۔ مگر دریائے گنگا سے آگے نہیں بڑھنے پایا تھا کہ کسی نے گرفتار کر کے شہاب الدین کے پاس پہنچا دیا۔ اور شہاب الدین نے اس کی زندگی کا چراغ گل کر کے بلندیٔ ہند کی ہندو قوت کو ہمیشہ کے لیے فنا کر دیا۔ غرض یوں خواجہ صاحب کی پیش گوئی پوری ہوئی۔[1]

---

[1] کہا جاتا ہے کہ جس دن خواجہ اجمیریؒ نے غصہ میں آ کر رائے پتھورا کو لکھ بھیجا تھا کہ "میں نے تجھے زندہ پکڑ کے لشکر اسلام کے حوالے کر دیا"۔ اسی رات خواجہ صاحب نے خواب میں شہاب الدین کو ہندوستان پر فوراً حملہ کرنے کا حکم دیا تھا۔ ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا تھا کہ اس دفعہ اللہ تجھے فتح دے گا۔

بعض بیان کرتے ہیں کہ سلطان نے خواب میں دیکھا کہ ایک نورانی صورت بزرگ تخت پر جلوہ افروز ہیں۔ خدام دست بستہ کھڑے ہیں۔ ایک خادم نے سلطان کا ہاتھ پکڑ کر اسلام لشکر کے (بقیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

ہند میں اسلامی حکومت کا قیام فتح کے بعد سلطان شہاب الدین اجمیر آیا اور رائے پتھورا کے بیٹے کو اپنا مطیع و باجگزار بنا کے باپ کی گدی پر بٹھا دیا اور قطب الدین ایبک کو جو آئندہ کے زمانہ میں شہنشاہ ہند ہونے والا تھا اپنا نائب اور دہلی ہی نہیں بلکہ ساری قلمرو ہند کا والی مقرر کر کے اپنے وطن واپس گیا[1]

اجمیر کا اسلامی دور قطب الدین ایبک نے اپنی طرف سے سیّد السادات سیّد حسن مشہدی کو جو خدنگ سوار کے لقب سے مشہور تھے شہر اجمیر کا داروغہ مقرر کیا اور جب رائے پتھورا کا بیٹا باپ کی گدی پر بٹھایا گیا تو داروغگی کا' سوا اس کے اور کوئی مطلب نہیں ہوسکتا

(بقیہ پچھلے صفحہ سے) حوالے کیا اور فرمایا۔ تجھے ہندوستان کی سلطنت بخشی سلطان نے صبح کے وقت یہ خواب اپنے مصاحبوں سے بیان کیا۔ انہوں نے مبارک دیتے ہوئے کہا کہ اس کی تعبیر یہ ہے کہ ہندوستان عنقریب آپ کے ہاتھوں فتح ہوگا۔

اگرچہ یہ ایک نیک تعبیر تھی مگر سلطان دوبارہ حملہ کرتے ہوئے قدرے متامل تھا اس لیے کہ اسے حال ہی میں رائے پتھورا سے شکست ہوئی تھی اور اس نے بڑی مشکل سے اپنی جان بچائی تھی تاہم غور و خوض کے بعد یہی طے پایا کہ دوبارہ قسمت آزمائی کی جائے۔ چنانچہ اسی خواب کے تحت سلطان نے ہندوستان پر دوبارہ لشکر کشی کی اور اسی لئے مورخین سلطان کے اس حملے کو خواجہ اجمیریؒ کی پیشین گوئی سے تعبیر کرتے ہیں۔

[1] رائے پتھورا کو شکست دینے کے بعد محمد غوری نے سرسوتی' سامانہ' کہرم' ہانسی اور اجمیر پر قبضہ کیا۔ رائے پتھورا کی شکست سے اس کا رقیب راجہ جے چند جو قنوج کا راٹھور راجہ تھا' بہت خوش تھا اور اسے اس بات کا علم نہ تھا کہ خود اس کا بھی یہی حشر ہونے والا ہے۔ محمد غوری سمجھتا تھا کہ جب تک سب راجپوت ریاستوں پر غلبہ حاصل نہ کرلیا جائے۔ ہندوستان پر مسلمانوں کا مکمل قبضہ ممکن نہیں چنانچہ رائے پتھورا کی شکست کے دو سال بعد قنوج کے راجہ کو بھی شکست ہوئی۔ پھر قطب الدین ایبک نے بنارس پر قبضہ کرلیا۔ قنوج کی فتح سے فارغ ہو کر شہاب الدین بہت سامانِ غنیمت لے کر غزنی واپس چلا گیا۔ ان تمام فتوحات کے نتیجہ میں ہندوستان میں مسلمانوں کی مستقل حکومت قائم ہوگئی اور اس سلطنت کے قیام کا سہرا محمد غوری کے سر ہے۔

اس ضمن میں یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ بعض بیانات کے مطابق محمد غوری فتوحات سے فارغ ہو کر پہلی فرصت میں اجمیر شریف آیا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر قدم چومے پھر وہیں جمعہ کی نماز ادا کی اور تین دن کے قیام کے بعد واپس چلا گیا کیونکہ سلطان سمجھتا تھا کہ یہ فتح خواجہ غریب نوازؒ ہی کی دعا کا ثمرہ ہے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ خواجہ اجمیریؒ ہی کے ایما پر مسلمانوں نے راجہ کے بیٹے کو تخت پر بٹھایا تھا۔ اور یہ اسلامی رواداری کا ایک ممتاز نمونہ تھا۔

Marfat.com

کہ وہ شہنشاہی دولت کی طرف سے ریاست اجمیر کا رزیڈنٹ تھا۔ سید حسن مشہدی کی نسبت بتایا گیا ہے کہ مذہب شیعہ اثنا عشری کے پابند تھے۔ بڑے ہی نیک نفس اور پرہیزگار تھے اور اولیا اللہ کے زمرے میں شامل تھے۔ ان کی حضرت خواجہ سے صحبت بڑھی اور وہ آپ کے نہایت ہی گرویدہ ہو گئے اور تبلیغ اسلام اور ہدایت خلق اللہ میں بھی ان کی بدولت آپ کو بڑی مدد ملی۔

خواجہ اجمیریؒ کا آخری دور اب آپ کا اس قدر اثر تھا کہ جو لوگ آپ کے ہاتھ پر ایمان نہیں لائے تھے وہ بھی آپ کی قدر و منزلت کرتے تھے اور آپ کے ربانی مشن کی تقویت کے لیے روپیہ پیسہ اور تحف و ہدایہ کے ذریعہ سے مدد کیا کرتے تھے۔

آپ کے مرید اور خلیفہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے آپ کی اجازت سے دہلی کی سکونت اختیار کر لی تھی اور آپ ہی کے انوارِ ہدایت کی ایک شمع ان کی برکت سے خاص دہلی میں روشن کی تھی جو اب مسلمان تاجدارانِ ہند کا مرکزِ سلطنت اور منشا و ماویٰ قرار دیا گیا تھا۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے مرشد شیخ عثمان ہارونی قدس سرہٗ العزیز بھی سلطان التمش[1] کے دور میں وارد دہلی ہوئے تھے اور شہنشاہ التمش ان کا مرید ہوا تھا جس

---

[1] سلطان شمس الدین التمش اگرچہ بادشاہ تھے مگر دل کے فقیر تھے۔ کم کھانا، کم سونا ان کا معمول تھا۔ خواجہ اجمیریؒ سے بہت عقیدت تھی۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ خاندان چشتیہ سے بہت محبت رکھتے تھے۔ بادشاہ ہونے کے باوجود اپنا کام خود کرتے تھے۔ نوکروں چاکروں کو کبھی تکلیف نہ دیتے تھے۔ رات کو سوتے وقت ڈول اور رسی چارپائی کے نیچے رکھ لیا کرتے تھے تاکہ تہجد کے لیے وضو وغیرہ کرنے کی ضرورت پڑے تو خود ہی پانی بھر لیں اور نوکروں کو تکلیف نہ دینی پڑے۔

رات کے آخری حصہ میں گدڑی اوڑھ کر شہر کے گلی کوچوں میں گشت بھی کیا کرتے تھے تاکہ رعایا کی تکلیف کا خود ہی پتہ لگا سکیں اور انہیں رفع کریں۔ علماء کی بھی بہت عزت افزائی کیا کرتے تھے۔ بیشتر علماء کو روپیہ پیسہ سے مدد دیا کرتے تھے۔

سیر العارفین میں لکھا ہے کہ ایک دن سلطان کو خیال آیا کہ حضرت قطب الاقطاب کی درگاہ کے سامنے ایک حوض تعمیر کیا جائے تاکہ میٹھا پانی مہیا ہو سکے۔ چونکہ سلطان خود اہل کرامت تھے اس لیے جب (بقیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

نے ان کی نہایت ہی تعظیم و تکریم کی۔ خواجہ صاحب بھی اپنے خلیفہ قطب الدین صاحب قدس سرہٗ العزیز سے ملنے کے لیے دو مرتبہ شہنشاہ التمش کے زمانے میں دہلی تشریف لے گئے۔ لیکن اس کا کچھ پتہ نہیں چلتا کہ وہاں آپ کو اپنے مرشد کی قدم بوسی بھی حاصل ہوئی یا نہیں۔ اگر اس زمانے میں تشریف رکھتے ہوں گے تو قطعاً ملاقات ہوئی ہوگی۔ مگر ممکن ہے کہ دونوں سفر دہلی حضرت پیر و مرشد کے دور سے پہلے ہوں۔ شمس الدین التمش قطب الدین ایبک کا زر خرید غلام اور داماد تھا۔ جسے اس نے اپنی زندگی ہی میں اس درجے پر پہنچا دیا تھا کہ ہندوستان کا تاج شاہی اسی کے سر پر رکھا گیا۔

وفات التمش ۶۰۷ھ میں تخت پر بیٹھا اور چھبیس برس حکومت کر کے ۶۳۳ھ میں جادہ پیمائے آخرت ہوا اور یہ امر شاید کسی قدر تعجب سے دیکھا جائے کہ اسی ۶۳۳ھ میں حضرت خواجہ خواجگان قدس سرہٗ العزیز نے بھی دنیا کو رخصت فرمایا۔ اجمیر شریف میں آپ کا مزار قدس مرجع خلائق ہے۔

خواجہ خواجگان معین الدینؒ　　　فخر کون و مکاں معین الدینؒ

(بقیہ پچھلے صفحہ سے) انہیں کسی بات کی فکر لاحق ہوتی تو خواب میں کوئی نہ کوئی ہدایت مل جاتی۔ چنانچہ جس دن سلطان نے حوض کی تعمیر کے خیال کو دل میں جگہ دی۔ اسی روز خواب میں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ سلطان نے دیکھا کہ آپؐ گھوڑے پر سوار ہیں چند صحابہ بھی ساتھ ہیں۔ میدانِ حوض میں پہنچ کر سلطان کو طلب کیا۔ سلطان نے حاضر خدمت ہو کر پائے مبارک کو بوسہ دیا۔ حضور صلعم نے ارشاد فرمایا کہ تم حوض تعمیر کرنا چاہتے ہو اس لیے کہ میٹھے پانی کے چشمے کی بنیاد رکھو؟ سلطان نے عرض کی یا حضرت! آپ بجا فرماتے ہیں جہاں آپ حکم دیں گے وہیں حوض بنواؤں گا۔ حضورؐ کے گھوڑے نے اسی وقت زمین پر پاؤں مارا اور وہاں گڑھا پڑ گیا۔ جس میں سے میٹھا پانی نکلنے لگا پھر فرمایا یہیں حوض بنوا دو۔

سلطان نیند سے بیدار ہوئے تو نماز ادا کی۔ پھر اس جگہ پہنچے جہاں گھوڑے نے پاؤں مارا تھا۔ وہاں گھوڑے کے سُم کا نشان موجود تھا اور وہاں سے میٹھا پانی بھی جاری تھا۔ سلطان نے اسی وقت حکم دیا یہیں حوض بنایا جائے۔ چنانچہ تعمیر شروع ہوئی۔ ایک چبوترہ بنا کر وہاں گنبد بنایا گیا جو اب تک موجود ہے یہ حوض بڑی متبرک جگہ ہے اور لوگ اس کی زیارت کرنے آتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

Marfat.com

تیسرا حصہ

Marfat.com

اولادٗ خلفاء اوصاف وکمالات اور آستانہ عالیہ

۱۔ اولاد

شادی

پہلا نکاح

دوسرا نکاح

اولاد

بی بی حافظ جمال

۲۔ خلفاء

خلیفۂ اعظم

خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ

خلفائے اصغر

سالار مسعود غازی

۳۔ طریق زندگی اور کارنامے

مجاہدات

غذا اور لباس

اخلاق وعادات

فنکاری

سماع

تبلیغ اسلام

قیامِ مدرسہ ولنگر خانہ

۴۔ باطنی کمالات

۵۔ تصانیف

خواجہ صاحب کی تصانیف

انیس الارواح

گنج الاسرار

احادیث المعارف

دیوان معین یا دیوان خواجہؒ

۶۔ آستانہ عالیہ

درگاہ خواجہ کی اہمیت

اجمیر کی تاریخ

روضہ اور

دیگر عمارات

Marfat.com

اولاد

شادی خواجہ صاحب کی تمام عمر نفس کے خلاف جہاد اور اسلام کی اشاعت میں گزری۔ اس دوران میں شادی کے متعلق سوچنے کا وقت ہی نہ ملا۔ چنانچہ عمر مبارک نوے سال کی ہو چکی تھی۔ اب اس سنت نبوی کی تکمیل کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ آپ نے شادی کر لی۔

کتب تواریخ سے آپ کی دو بیویوں کا پتہ چلتا ہے۔ ایک کا نام بی بی امتہ اللہ اور دوسری کا نام بی بی عصمت ہے۔ اخبار الاخیار کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے پہلے بی بی امتہ اللہ سے نکاح کیا۔ اخبار الصالحین حصہ اول میں بھی کہتے ہیں کہ بی بی امتہ اللہ آپ کی حرم محترم تھیں اور بی بی عصمت آپ کی زوجہ محترمہ تھیں۔ بہر حال ''اخبار الاخیار'' کے بیان کے مطابق ہم یہاں پہلے اور دوسرے نکاح کی تفصیل بیان کرتے ہیں:۔

پہلا نکاح قلعہ پٹلی[1] کے حاکم ملک خطاب نامی نے غیر مسلموں کے ساتھ ایک جنگ میں کچھ قیدی بنائے جن میں اسی علاقہ کے راجہ کی لڑکی بھی تھی۔ وہ اسے اسیر کر کے اجمیر لے آیا اور حضرت خواجہ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے بحکم رسول اللہ ﷺ اسے قبول فرمایا اور امتہ اللہ نام رکھا۔

اخبار الاخیار کا بیان ہے:۔

''حضرت خواجہ کا سن زیادہ ہو گیا تھا اور ابھی تک نکاح نہیں کیا تھا۔ ایک شب حضرت خواجہؒ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں، معین الدین! تم ہمارے دین کے مددگار ہو۔ تم نے ہماری

---

[1] ''انوار خواجہ'' میں ''پٹلی'' لکھا ہے مگر اخبار الاخیار میں نا ''بٹیلی'' درج ہے۔

Marfat.com

سنتوں میں سے ایک سنت (نکاح) ترک کر دی۔ حسن اتفاق یہ کہ اسی شب میں قلعہ نبیلی کے حاکم ملک خطاب نے اسی اطراف کے کافروں پر حملہ کیا تھا اور اسی اطراف کے سرداروں اور راجاؤں کی ایک لڑکی اس معرکہ جہاد میں ہاتھ لگی تھی۔ ملک خطاب چونکہ حضرت خواجہؒ کے مرید تھے اس لیے انھوں نے براہ عقیدت یہ لڑکی خدمت خواجہ میں پیش کر دی۔ حضرت خواجہ نے اسے قبول فرمایا۔''

دوسرا نکاح ان دنوں پیر سیّد وجیہہ الدین مشہدی اجمیر کے گورنر تھے۔ ان کی صاحبزادی عصمت بی بی نہایت نیک سیرت تھیں۔ بہت اچھی طبیعت پائی تھی۔ ان کے والد کی بھی خواہش تھی کہ داماد بھی لڑکی ہی کی طرح فرشتہ خصلت ملے۔

''انوار خواجہ میں لکھا ہے کہ سید وجیہہ الدین کو ایک مدت تک کوئی آدمی حسب خواہش نہ مل سکا۔ وہ اسی فکر میں رہا کرتے تھے کہ ایک رات حضرت امیر المومنین امام جعفر صادقؓ کو خواب میں دیکھا۔ انھوں نے فرمایا۔ اے وجیہہ الدین! حضرت رسالت پناہ کا حکم ہے کہ اس معصومہ کو محبوب خدا معین الدینؒ کے عقد میں دے دو۔ چنانچہ بیدار ہونے پر وہ خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کیفیت بیان کی۔ آپ نے فرمایا۔ اگرچہ میں بوڑھا ہوں مگر سرکار ﷺ کے حکم سے انکار نہیں کر سکتا۔ چنانچہ سنت نبویؐ کے مطابق نکاح ہو گیا۔

اس نکاح کے ضمن میں اخبار الاخیار کا بیان بھی درج کیا جاتا ہے جسمیں سید وجیہہ الدین کو خواجہؒ کا قریبی عزیز بتایا گیا ہے۔

''سید وجیہہ الدین مشہدی کی ایک صاحبزادی عصمت وعفت سے آراستہ سن بلوغ تک پہنچ گئی تھیں، شوہر کی تلاش تھی۔ سید وجیہہ الدین نے ایک شب خواب میں حضرت امام جعفر صادق کو دیکھا۔ وہ فرما رہے ہیں کہ اے فرزند وجیہہ الدین! حضور رسالت مآبؐ کا ارشاد اس طرف معلوم ہوتا ہے کہ تم اپنی لڑکی کا خواجہ معین الدین سے عقد کر دو' سید وجیہہ الدین حضرت خواجہ کے قریبی

Marfat.com

رشتہ دار تھے۔انھوں نے اس واقعہ (خواب) کا تذکرہ حضرت سے کر دیا۔حضرت خواجہ نے فرمایا کہ میاں وجیہہ الدین! میری عمر آخر ہوگئی ہے لیکن جب پیغمبرؐ کا ارشاد ہے تو تعمیل ارشاد سے کوئی چارہ کار نہیں ہے۔"

اولاد آپ کی اولاد کے بارے میں اختلاف ہے۔بعض کتابوں میں لکھا کہ آپ کے کوئی اولاد نہ تھی مگر یہ غلط ہے۔بیشتر کتب تواریخ سے آپ کی اولاد کا ہونا ثابت ہے۔آپ کے تین لڑکے تھے جن کے نام یہ ہیں:-

۱۔ ابوسعید خواجہ فخر الدین

۲۔ ابوالخیر خواجہ ضیاء الدین

۳۔ شیخ حسام الدین

خواجہ فخر الدینؒ ایک معرکہ میں شہید ہوئے۔ان کا مزار مبارک ریاست کشن گڑھ کے قصبہ سردار میں ہے جو اجمیر سے سولہ کوس کے فاصلہ پر ہے۔ یہ بڑی پرفضا جگہ ہے۔ مزار تالاب کے قریب واقع ہے جہاں ہر سال یکم سے ۶ شعبان المعظم تک آپ کا سالانہ عرس منایا جاتا ہے۔

آپ بڑے باعظمت بزرگ تھے۔خواجہ صاحب کے بعد تیس سال تک زندہ رہے خواجہ اجمیری کی نسل انھیں سے چلی۔سید وجیہہ الدین مشہدی کے بھتیجے سید حسن مشہدی نے آپ کو تبلیغ دین کے سلسلہ میں بہت مدد دی۔

شیخ حسام الدینؒ صاحبِ کرامت بزرگ تھے۔مجاہدہ وریاضت میں بہت بڑھے ہوئے تھے۔سلطان المشائخ محبوب الٰہیؒ سے بھی صحبت رہی تھی۔آپ کا مزار مبارک قصبہ سانبھر میں واقع ہے۔ جہاں ہر سال شعبان میں ان کا عرس منایا جاتا ہے۔آپ حضرت خواجہؒ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔

Marfat.com

بی بی حافظ جمال حضرت خواجہؒ کی ایک صاحبزادی تھیں جن کا نام بی بی حافظ جمال تھا۔ شیخ رضی[1] آپ کے شوہر کا نام تھا۔

بی بی حافظ جمال وہی ہیں۔ جن کی تربیت خود خواجہ صاحب نے فرمائی اور انھیں بزرگی کے درجے تک پہنچایا۔ آپ نے حضرات خواجہ صاحبؒ کے لائحہ عمل کے مطابق ہندو عورتوں میں تبلیغ اسلام کا کام سرانجام دیا۔ بڑی صاحبِ علم و فضل تھیں۔ آپ کے دو صاحبزادے صغرسنی میں وفات پا گئے۔

آپ کی قبر مبارک مزار خواجہؒ کے گنبد سے بالکل متصل بائیں جانب ہے۔

---

[1] شیخ رضی کی قبر ناگور میں تالاب مندر پر واقع ہے۔

Marfat.com

خلفاء

خلیفہ اعظم خواجہ صاحبؒ کے خلفاء میں خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ خاص شہرت اور عظمت کے مالک ہیں۔ آپ خواجہ اجمیریؒ کے خلیفہ اعظم تھے جنھیں ہندوستان میں اسلام کی تبلیغ اور اشاعت کے لیے مقرر فرمایا گیا۔ لہذا یہاں ان کے حالات کا خلاصہ بیان کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ آپ ماورا النہر کے ایک قصبہ اوش کے رہنے والے ہیں۔ ۲۴ رمضان ۵۶۸ھ میں پیدا ہوئے۔ سادات حسینی میں سے ہیں۔ ڈیڑھ برس کے تھے کہ والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ والدہ نے ابتدائی تعلیم کے لیے ایک عارفِ کاملِ مولانا ابوحفی کے پاس بٹھا دیا۔ انھوں نے علومُ ظاہری کے علاوہ تزکیہ نفس کی بھی تعلیم فرمائی۔ سلوک و معرفت کے آداب و طریق بتائے۔

تعلیم سے فارغ ہو کر سفر کو نکلے اور اصفہان پہنچے جہاں کچھ عرصہ شیخ محمود اصفہانیؒ کی صحبت میں رہے۔ پھر بغداد پہنچے اور ابواللیث کی مسجد میں خواجہ اجمیریؒ سے بیعت کی اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔ مدت تک خواجہ اجمیریؒ کے ہمراہ ریاضت اور ہدایت خلق میں لگے رہے پھر ان سے الگ رہے پھر ان سے الگ ہو کر کئی علاقوں کا سفر کیا اور مختلف علماء و مشائخ اور اولیائے کرام سے ملاقات کی۔

جب پتہ چلا کہ خواجہ اجمیریؒ ہندوستان کی طرف تشریف لے گئے ہیں اور دہلی میں قیام پذیر ہیں۔ تو آپ اپنے پیر و مرشد کی جدائی گوارا نہ کر سکے اور عازم ہند ہو گئے۔ لاہور ہوتے ہوئے دہلی پہنچے۔ خواجہ اجمیریؒ اس وقت اجمیر میں سکونت اختیار کر چکے تھے۔ چنانچہ خواجہ قطب الدینؒ صاحب نے پیر و مرشد کی خدمت میں عریضہ بھیجا کہ اجازت ہو تو میں اجمیر آ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں۔ خواجہ اجمیریؒ نے جواباً لکھ بھیجا کہ تم دہلی میں

Marfat.com

رہو میں چند دنوں بعد خود وہاں آکر ملوں گا۔

قبولیت اس وقت ہندوستان میں التمش کی حکومت تھی۔ وہ خواجہ صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آداب بجالایا۔ دہلی کے شیخ الاسلام جمال الدین بطالی آپ کے بہت معتقد ہو گئے۔ قاضی حمید الدین ناگوریؒ بھی اکثر آپ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے۔ ان کے علاوہ شہر کے بڑے بڑے علما اور دوسرے سرکردہ لوگ بھی آپ کے حد سے زیادہ معتقد تھے عام لوگوں کی آمد کا تانتا بندھا رہتا تھا۔ بادشاہ کی خواہش پر آپ نے مہرولی میں سکونت اختیار کرلی اور ہدایت خلق میں مصروف ہو گئے۔

عادات و مشاغل عبادت و ریاضت اور زہد و تقوٰے میں درجہ کمال کو پہنچے ہوئے تھے۔ فقر و فاقہ کی زندگی بسر کرتے تھے۔ خلوت اور گوشہ نشینی کی عادت تھی۔ بہت کم سوتے تھے گفتگو بھی بہت کم کرتے تھے۔ اپنے آپ کو چھپائے رکھتے اور پوشیدہ طور پر ذکر الٰہی کیا کرتے کسی بادشاہ یا امیر کا نذرانہ وغیرہ قبول نہ کرتے تھے۔ دن رات میں دو دفعہ قرآن ختم کرتے تھے۔ روایت ہے کہ آپ تین ہزار رکعت نفل ادا کیا کرتے تھے۔ دن رات مراقبہ میں رہتے کئی کئی دن تک بے خودی اور بے ہوشی کا عالم طاری رہتا۔

وفات ۱۴ربیع الاول ۶۳۵ھ میں وفات پائی۔ آپ کی وفات کے متعلق یہ قصہ مشہور ہے کہ ایک دفعہ قوالی سن رہے تھے کہ احمد جام کا یہ شعر بار بار پڑھا جارہا تھا۔

کشتگان خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از غیب جان دیگرست

(یعنی جو لوگ رضا و تسلیم کے خنجر سے قتل ہو جاتے ہیں انھیں غیب سے ہر وقت نئی زندگی عطا ہوتی رہتی ہے)

کہتے ہیں خواجہ صاحبؒ لگاتار تین چار دن تک یہ شعر سنتے رہے کہ ایک خاص کیفیت ان پر طاری رہی ہے اسی کیفیت کے دوران آپ نے وفات پائی۔ وفات سے قبل خواجہ فریدالدین گنج شکر کو اپنا خلیفہ مقرر فرمایا۔ آپ کا مزار مبارک پرانی دہلی میں قطب مینار کے قریب واقع ہے۔

Marfat.com

خلفائے اصغر خواجہ اجمیریؒ خلفائے اصغر کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ان میں سے چند ایک کے اسمائے گرامی معہ زمانہ خلافت، مقام خلافت، تاریخ وفات اور مدفن درج کیے جاتے ہیں۔

نمبر شمار	نام	تاریخ خلافت	مقام خلافت	وفات	مدفن
۱	حضرت احمد مہر	۱۳ رجب ۵۴۴ھ	اجمیر	۱۴ شوال ۵۶۱ھ	دہلی
۲	حضرت عبدالغفار	۲۳ ربیع الاول ۵۵۲ھ	"	۲۴ صفر ۵۹۲ھ	ملتان
۳	حضرت شیخ احمد کابلی	۴ صفر ۵۵۶ھ	"	محرم ۵۹۶ھ	بنارس
۴	حضرت قادر سعید	۲۱ محرم ۵۷۲ھ	"	۱۹ رجب ۶۰۷ھ	اجمیر
۵	حضرت معروف شہاب وسی	۱۳ محرم ۵۷۵ھ	"	۱۹ صفر ۶۳۸ھ	"
۶	حضرت غلام ہادی ترک	۱۴ رجب ۵۷۷ھ	"	۱۱ شوال ۵۸۸ھ	"
۷	حضرت قران احمد ترک	۸ شوال ۵۸۰ھ	"	۴ رمضان ۵۹۴ھ	دہلی
۸	حضرت خاغلزئی	۵ محرم ۵۸۰ھ	"	۱۸ ذیقعد ۶۰۳ھ	قنوج
۹	حضرت احمد خاں درانی	۲۳ صفر ۵۸۱ھ	"	۴ شعبان ۶۰۳ھ	اجمیر
۱۰	حضرت سلطان شاہ	۱۵ شعبان ۵۸۳ھ	"	۱۹ جمادی الاول ۵۹۳ھ	"
۱۱	حضرت عبداللہ اصغر	۲۳ ربیع آخر ۵۸۵ھ	"	۱۱ شعبان ۶۴۰ھ	دہلی
۱۲	حضرت ابوالفرح قرشی	۲۹ ذی الحجہ ۵۸۵ھ	"	۱۴ ذیعقد ۶۱۷ھ	"
۱۳	حضرت یعقوب خاں	۱۴ ربیع الاول ۵۸۷ھ	"	۲۷ محرم ۶۹۸ھ	"
۱۴	حضرت خواجہ احمد شاہ	۲۱ محرم ۵۹۲ھ	"	۲۳ صفر ۶۸۱ھ	"
۱۵	حضرت عبداللہ شاہ	۲۱ جمادی الاول ۵۹۲ھ	"	"	"
۱۶	حضرت کریم شعیب بن محمود شاہ ایرانی	۲ صفر ۵۹۵ھ	"	۲۳ رجب ۶۷۱ھ	"
۱۷	حضرت خواجہ محی الدین	۱۸ رمضان ۵۹۵ھ	"	"	اجمیر

Marfat.com

نمبر شمار	نام	تاریخ خلافت	مقام خلافت	وفات	مدفن
۱۸	حضرت شیخ حمید الدین ناگوری	یکم رجب ۵۹۴ھ	اجمیر	۵ محرم ۵۴۳ھ	دہلی
۱۹	حضرت شیخ ظہیر الدین	۱۷ ذی الحجہ ۵۹۶ھ	"	۸ شوال ۶۰۳ھ	اجمیر
۲۰	حضرت خواجہ برہان الدین	۲ رمضان ۵۹۶ھ	"	۱۴ رجب ۶۶۴ھ	"
۲۱	حضرت سردار احمد	۱۱ ربیع الاول ۵۹۸ھ	"	۱۸ شعبان ۶۱۵ھ	"
۲۲	حضرت امیر برہان جی	۲۳ ذی الحجہ ۵۹۹ھ	"	۱۶ محرم ۶۰۰ھ	"
۲۳	حضرت شیخ حمید الدین ناگوری	۲۲ شعبان ۵۹۹ھ	"	۲۹ ربیع الاول ۶۷۳ھ	ناگور
۲۴	حضرت شیخ احمد	۲۹ محرم ۵۹۹ھ	"	۱۳ محرم ۶۳۰ھ	اجمیر
۲۵	حضرت محمد محسن	۱۷ شعبان ۵۹۹ھ	"	"	
۲۶	حضرت بی بی حافظ جمال	۱۱ ربیع الآخر ۵۹۹ھ	"	"	اجمیر
۲۷	حضرت غریب اصغر	۹ صفر ۶۰۰ھ	"	۲۱ صفر ۶۰۸ھ	"
۲۸	حضرت یوشبوع عراقی	۱۳ محرم ۶۰۰ھ	"	۲۳ محرم ۷۰۰ھ	دہلی
۲۹	حضرت وجیہہ الدین	۵ صفر ۶۰۰ھ	"	۱۱ رجب ۶۷۲ھ	ملتان
۳۰	حضرت کریم احمد شاہ	۱۷ ذی الحجہ ۶۰۰ھ	"	۴ ذی الحجہ ۶۱۲ھ	اجمیر
۳۱	حضرت خواجہ سبحان کرشکی	۱۹ شعبان ۶۰۱ھ	"	—	—
۳۲	حضرت شیخ شمس الدین خرقانی	۱۵ شوال ۶۰۰ھ	"	۷ صفر ۶۷۴ھ	احمد آباد اجمیر
۳۳	حضرت محمود احمد	۱۸ ربیع الاول ۶۰۳ھ	"	۱۵ محرم ۶۰۷ھ	"
۳۴	حضرت شعبان خاں ترک	۲۱ محرم ۶۰۳ھ	"	۱۴ جمادی الآخر ۶۱۷ھ	
۳۵	حضرت خواجہ حسن خیاط	یکم محرم ۶۰۳ھ	"	—	—
۳۶	حضرت حسن داؤد جی	صفر ۶۰۴ھ	"	۱۹ رجب ۶۳۱ھ	اجمیر

Marfat.com

نمبر شمار	نام	تاریخ خلافت	مقام خلافت	وفات	مدفن
۳۷	حضرت مراد بیگ مغل	۱۱ ذیقعد ۶۰۶ھ	اجمیر	۲۷ شوال ۶۱۴ھ	اجمیر
۳۸	حضرت حاجی محمد غفرت	۳ صفر ۶۰۶ھ	"	۱۶ ذی الحجہ ۶۰۹ھ	"
۳۹	حضرت اظہر خاں ترک	۲۷ محرم ۶۰۷ھ	"	۹ شعبان ۶۰۷ھ	دہلی
۴۰	حضرت کیوان اصغر قندھاری	۱۱ صفر ۶۰۷ھ	"	۱۷ ذی الحجہ ۶۱۵ھ	"
۴۱	حضرت سفیان احمد	۱۱ صفر ۶۰۷ھ	"	۶ رجب ۶۱۰ھ	"
۴۲	حضرت عبدالغفار	۲۴ شعبان ۶۰۸ھ	"	۲۵ رجب ۶۶۱ھ	اجمیر
۴۳	حضرت عزیز احمد شاہ	۱۴ رمضان ۶۰۷ھ	"	۱۶ صفر ۶۹۷ھ	دہلی
۴۴	حضرت شیخ محمد زاہد ترک	۱۹ شعبان ۶۰۷ھ	"	۱۱ محرم ۶۳۴ھ	"
۴۵	حضرت فقیر محمد	۱۱ شعبان ۶۰۸ھ	"	۲۷ جمادی الآخر ۶۱۱ھ	جمرود
۴۶	حضرت شہاب ولی	۱۱ رجب ۶۰۸ھ	"	۱۶ جمادی الآخر ۶۱۷ھ	اجمیر
۴۷	حضرت شیخ محمد علی سنجری	۲۱ رجب ۶۰۸ھ	"	—	—
۴۸	حضرت خواجہ یادگار خرم	۲ رمضان ۶۰۹ھ	"	۱۰ محرم ۶۴۰ھ	غزنی
۴۹	حضرت سوئی بہادر شاہ	۹ صفر ۶۰۹ھ	"	۱۱ محرم ۶۱۸ھ	اجمیر
۵۰	حضرت مردعاد خاں ترک	۸ رجب ۶۰۹ھ	"	۱۶ شعبان ۶۱۹ھ	"
۵۱	حضرت نعمت احمد صفا	۸ صفر ۶۰۹ھ	"	۱۴ جمادی الآخر ۶۱۷ھ	"
۵۲	حضرت شیخ صدرالدین	۲ ربیع الاول ۶۰۹ھ	"	—	—
۵۳	حضرت خواجہ سبز یادگاری	۵ محرم ۶۱۰ھ	"	۱۲ ذی الحجہ ۶۴۵ھ	قندھار
۵۴	حضرت خواجہ اکبر شاہ	۲۴ شعبان ۶۱۱ھ	"	۱۹ رمضان ۶۲۱ھ	اجمیر
۵۵	حضرت محمد اصغر بہاری	۵ محرم ۶۱۳ھ	"	۱۱ رجب ۶۹۷ھ	دہلی
۵۶	حضرت فتح محمد فنا	۲۹ ذی الحجہ ۶۱۳ھ	"	۹ رجب ۶۳۳ھ	اجمیر
۵۷	حضرت سلطان مسعود غازی	۱۳ جمادی ۶۱۳ھ	"	—	"

Marfat.com

مدفن	وفات	مقام خلافت	تاریخ خلافت	نام	نمبر شمار
اجمیر	۹ ذی الحجہ ۶۱۹ھ	اجمیر	۱۴ ذیقعد ۶۱۴ھ	حضرت سبحان علی خاں حمقی	۵۸
ہرات	۹ جمادی الآخر ۶۴۵ھ	"	۱۱ ربیع الاوّل ۶۱۴ھ	حضرت شیخ وجید الدین خراسانی	۵۹
دہلی	۱۱ رجب ۶۲۱ھ	"	۶۲۰ھ	حضرت نظام الدین خاں ترک	۶۰

سالار مسعود غازی بعض مورخین سالار مسعود غازی کو بھی خواجہ صاحب کا خلیفہ بتاتے ہیں۔ مگر یہ صحیح نہیں، سیر الاقطاب میں بھی اسے تسلیم نہیں کیا گیا اور اس کی دو وجوہ ہیں ایک یہ کہ سالار مسعود محض ایک ترک سپاہی تھے اور انہیں فقیری سے کوئی تعلق یا دلچسپی نہ تھی۔ سالار مسعود غازی دراصل سلطان محمود غزنوی کے بھانجے ہیں۔ جب محمود غزنوی اور حسن میمندی میں عداوت ہوگئی تو سالار مسعود ان سے جدا ہو گئے۔ چونکہ وہ کم سن تھے۔ ایک بڑے لشکر کے ہمراہ ہندوستان پہنچے اور کسی جنگ میں شہید ہو گئے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ خواجہ اجمیریؒ اور سالار مسعود غازی کے زمانے میں بہت فرق موجود ہے۔ خواجہ اجمیریؒ رائے پتھورا کے زمانہ میں ہندوستان میں تشریف لائے اور سالار مسعود غازی کا زمانہ سلطان محمود غزنوی کا زمانہ ہے۔ سالار مسعود ۴۲۴ھ میں شہید ہوئے اور خواجہ اجمیریؒ کا سن وصال ۶۳۳ھ ہے۔

Marfat.com

طریق زندگی اور کارنامے

مجاہدات بابا فرید الدین شکر گنجؒ حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ سے روایت کرتے ہیں کہ سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز سرتاج اولیائے ہند معین الدین چشتیؒ عجیب مجاہدہ وریاضت فرمایا کرتے تھے کہ اکثر اوقات ایک ایک ہفتہ تک نہ کھاتے تھے نہ پیتے تھے۔ اور عموماً پانچ مثقال وزن کی ٹکیہ کو پانی میں تر کر کے روزہ افطار کرتے تھے۔

آپ ہر وقت باوضو رہا کرتے تھے اور جب کبھی وضو ٹوٹ جاتا فوراً نیا وضو بنالیا کرتے تھے۔ کہتے ہیں سالہا سال تک یا بقول بعض ستر سال تک متواتر عشا کے وضو سے فجر کی نماز ادا کرتے۔ دن کو ہمیشہ روزہ سے رہتے تھے۔

جس زمانے میں آپ اپنے پیر و مرشد خواجہ عثمان ہارونیؒ کے ہمراہ ان کا سامان اٹھائے پھرتے تھے اس زمانہ میں بھی دن کو ہمیشہ روزہ رکھا کرتے تھے۔ بعض اوقات مسلسل سات سات دن تک روزہ سے رہتے تھے۔ اس کے باوجود ایک مثقال وزن کی ٹکیہ سے زیادہ غذا استعمال نہ کرتے تھے۔

راتوں کو نیند بھی نہ کرتے تھے بلکہ بیداری اور عبادت میں گزارتے۔ دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں دو مرتبہ قرآن کریم ختم کیا کرتے تھے۔ ہر ختم کے بعد غیب سے آواز آتی اے معین الدین! ہم نے تیرا ختم قرآن قبول فرمایا۔ دوسرے اوراد و مشاغل ان ختموں کے علاوہ تھے۔

اکثر استغراق کے عالم میں آنکھیں بند کیے رہتے اور جب نماز پڑھنے لگتے تب آنکھیں کھولتے۔ استغراق کا یہ عالم ہوتا کہ دنیا و مافیہا کی خبر نہ ہوتی۔ اس موقع پر کبھی جلال کی حالت طاری ہوتی اور کبھی جمال کی۔ جب نماز کا وقت آتا تو خواجہ قطب الاقطابؒ اور

Marfat.com

قاضی حمید الدین ناگوریؒ آپ کے سامنے آجاتے اور ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوتے۔ پھر بلند آواز سے فرماتے ''الصلوٰۃ الصلوٰۃ'' یہ آواز سن کر حضرت خواجہ عالم استغراق سے باہر آجاتے اور نماز ادا کرتے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا کہ یہ آواز سن کر بھی محویت دور نہ ہوتی۔ اس صورت میں یہ دونوں بزرگ حضرات آپ کو شانہ سے پکڑ کر ہلاتے۔ تب آپ آنکھیں کھول دیتے اور فرماتے شرع محمدی سے مفر نہیں۔ سبحان اللہ ہم کہاں سے کہاں آگئے۔ وضو کی ضرورت ہوتی تو وضو فرماتے اور نماز میں مشغول ہو جاتے۔ اگر آپ پر جلالی حالت طاری ہوتی تو حجرہ کے کواڑ اندر سے بند کر کے نماز ادا کرتے اور خواجہ قطب الاقطاب اور قاضی حمید الدینؒ آپ کے حجرہ کے سامنے پتھروں کا ایک چبوترہ سا بن کر اس کے پیچھے کھڑے رہتے۔[1]

صاحب اقتباس انوار کا بیان ہے کہ میں نے اپنے کانوں سے سنا ہے کہ جب حضرت خواجہ اجمیریؒ ماہتاب یا ماچراغ میں مشغول ہوتے، آپ پر حالت جمال کا غلبہ ہوتا تھا۔ جب مراقبہ بساط یا ہوا میں مصروف ہوتے تھے تو حالت جلال کا غلبہ ہو جاتا تھا۔ ایک روز آپ مراقبہ ہوا میں تھے کہ آپ پر عالم تنزیہ طاری ہوا اور آپ لوگوں کی نظروں سے چھپ گئے۔ چالیس روز تک آپ کے جسم مبارک کو کسی نے دیکھا۔ اس کے بعد آپ نظر آنے لگے۔

صاحب مراۃ الاسرار کا بیان ہے کہ خواجہ غوثیت قطبیت اور قطب الاقطابی سے گزر کر قطب وحدت یعنی مرتبہ محبوبیت تک فائز ہیں اور مستغراق فنائے احدیت تک یک رنگ ہو گئے تھے۔[2]

غذا اور لباس حضرت خواجہؒ کی غذا یہ تھی کہ خشک روٹی کا ٹکڑا پانی میں بھگو کر کھا لیا کرتے تھے۔ وہ بھی (جیسا کہ اُوپر بتایا جا چکا ہے) کئی کئی دن تک روزہ رکھنے کے بعد۔

لباس کے متعلق پوری تفاصیل معلوم نہیں۔ اتنا قیاس کیا جاتا ہے کہ آپ عربی نمونہ پر لباس پہننا پسند فرماتے ہوں گے۔ کتابوں میں اتنا تذکرہ ضرور ملتا ہے کہ آپ کا لباس

---

[1] یہ ''اسرار السالکین'' کا بیان ہے۔ [2] بہ حوالہ ''انوار خواجہ''

Marfat.com

نہایت سادہ ہوتا تھا۔ جس میں جا بجا پیوند لگے ہوتے تھے اور دوہرا بخیہ کیا ہوتا تھا۔ اگر کہیں سے پھٹ جاتا تو ٹکڑے کا پیوند لگا کر خود ہی سی لیتے۔ وفات کے وقت آپ نے جو خرقہ قطب الاقطاب خواجہ بختیار کاکیؒ کو مرحمت فرمایا تھا وہ بھی دوتہہ کا تھا۔

اخلاق وعادات آپ بہت خوش خلق اور ملنسار طبیعت کے مالک تھے۔ عفو ودرگزر، حلم، شفقت اور مروت کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔ تعصب سے بالکل پاک وصاف تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر مذہب اور ہر فرقے کا شخص دل وجان سے آپ کی قدر کرتا تھا اور پہلی ملاقات ہی میں آپ کا گرویدہ ہو جاتا تھا۔

آپ کے عفو کے متعلق خواجہ بختیار کاکیؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آپ کو کبھی کسی پر ناراض یا خفا ہوتے نہیں دیکھا۔ ایک دفعہ آپ اپنے ایک خادم شیخ علی کے ہمراہ سفر کر رہے تھے کہ راستہ میں کسی شخص نے شیخ علی کا دامن پکڑ لیا اور ان سے لڑنے پر تیار ہو گیا۔ خواجہ اجمیریؒ نے اس شخص سے جھگڑے کا سبب پوچھا۔ اس نے کہا کہ آپ کا خادم میرا قرض دار ہے اور قرض ادا نہیں کرتا۔ آپ نے فرمایا اگر اس پر تیرا قرض واجب ہے تو اس چادر کے نیچے سے اپنی واجب رقم لے لے۔ وہ شخص لالچی تھا۔ اس نے اپنی اصل رقم سے زیادہ رقم لے لی۔ قدرت خداوندی سے اس کا ہاتھ اسی وقت شل ہو گیا۔ چنانچہ وہ معافی مانگنے لگا۔ آپ نے اسے فوراً معاف کر دیا اور اس کا ہاتھ اپنی اصلی حالت پر آ گیا۔

اسی طرح ایک اور واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص آپ کی جان لینے کے ارادے سے آیا۔ آپ کو پہلے ہی سے اس کا علم ہو چکا تھا۔ اس شخص نے حاضر خدمت ہو کر بڑی عقیدت وارادت کا مظاہرہ کیا۔ آپ اگرچہ جانتے تھے کہ یہ شخص مکاری سے کام لے رہا ہے مگر آپ کے ساتھ اچھے خلق سے پیش آئے اور اپنے پاس بٹھایا پھر فرمایا۔ تم جس کام کے ارادہ سے آئے ہو اسے پورا کرو۔

یہ الفاظ سن کر وہ شخص لرزنے لگا اور عجز وانکسار کے ساتھ درخواست کی کہ یہ میری ذاتی

Marfat.com

خواہش نہ تھی بلکہ مجھے لالچ دے کر اس عمل کے لیے تیار کیا گیا ہے۔ اس شخص نے اپنی بغل سے چھرا نکالا جو اس مقصد کے لیے ساتھ لے کر آیا تھا۔ اور خواجہ صاحب کے سامنے رکھ دیا۔ پھر کہنے لگا آپ میری اس حرکت کی سزا دیجیے۔ میں بخوشی اس کے لیے تیار ہوں۔ خواجہ صاحب نے فرمایا' بدلہ لینا میرا دستور نہیں ہم اس شخص کے ساتھ بھی نیکی کرتے ہیں جو ہمارے ساتھ بدی کرے۔ اور اسے معاف کر دیا۔ چنانچہ وہ شخص تائب ہو کر آپ کی خدمت میں رہنے لگا۔

فن کاری حضرت خواجہ صاحب بہت اچھے تیر انداز تھے۔ سفر میں ہمیشہ تیر و کمان ساتھ رکھتے تھے۔ سفر کے دوران خوراک کی ضرورت پیش آتی تو تیر سے شکار کر کے بھون کر کھا لیتے۔ چنانچہ سفر میں تیر و کمان ساتھ رکھنے کے علاوہ نمک اور چقماق (آگ جلانے کے لیے) بھی ساتھ رکھا کرتے تھے۔

سماع خواجہ صاحب کو سماع سے بھی رغبت تھی۔ چنانچہ اکثر سماع کا شوق فرمایا کرتے تھے۔ برعظیم پاکستان و ہند میں آج سماع کی جو محفلیں دیکھنے میں آتی ہیں انہیں حضرت خواجہ اجمیریؒ ہی سے منسوب کیا جاتا ہے۔ یعنی انھیں نے اسے رواج دیا۔ کہا جاتا ہے کہ خواجہ صاحب نے سماع کو اس مصلحت کی بنا پر رواج دیا تھا کہ غیر مسلم جو سارنگی اور ڈھولک پر گانے بجانے کے عادی ہیں۔ اور اسے عبادت کا جزو سمجھتے ہیں اسی بہانے صوفیانہ کلام سنیں اور دائرہ اسلام میں داخل ہوں۔

سلسلہ عالیہ چشتیہ کو بعض لوگ اس لیے پسند کرتے ہیں کہ اس میں سماع کا مزا ہے اور بعض سماع ہی کے باعث اس سلسلے کو ناپسند کرتے ہیں۔ دراصل یہ دونوں رائیں اصلاح طلب ہیں کیونکہ یہ افراط و تفریط پر مبنی ہیں۔

ہم خود سماع کے متعلق کوئی رائے نہیں دیتے البتہ سلسلہ چشتیہ اور دوسرے سلسلوں کے بزرگوں کی بعض آراء کتاب ''انوار خواجہ'' سے یہاں نقل کرتے ہیں۔ مذکورہ بزرگ فرماتے ہیں صاحبدلانِ عالم کو واضح ہو کہ مبتدی مریدوں کو سماع میں غلو نہ کرنا چاہیئے۔ یعنی تاوقتیکہ وہ

Marfat.com

اپنے نفس کو ریاضتوں سے مہذب نہ کرلے اور سخت سخت مجاہدوں سے اپنے تئیں نہ جلالے اس وقت تک سماع سننے کے لائق نہیں ہے۔ سماع سننے کے قابل وہ شخص ہے جس کی نظر میں خلقت کی ذرا عظمت و وقعت نہ ہو۔ ورنہ سماع اسے فتنے میں ڈالے گا اور اصل کام سے باز رکھے گا۔ نفس اس قدر غوغا اور شور اٹھائے گا کہ سر اونچا نہ کرسکے گا اور حرص کے میدان و چنگل میں رشتۂ تسبیح گردن میں ڈال کر صحرا و بیابان میں پھرائے گا اور ایسا شخص ایک ساعت بھی اپنے آپ میں نہ ڈالے گا۔

اہلِ سماع کی ذلّت اس میں ہے کہ رات دن سماع کا جو مردانِ خدا کا معیار اور مجاہدان الٰہی کا میدانِ معرکہ ہے گمراہی کا رستہ بنا کر رقص کرنے میں مشغول رہے اور آسمان پر شور و شغب پہنچائے اور اپنے تئیں مشہور کرے اور اس کے ساتھ ہی اگر مجلس سماع میں پہنچے تو صلحا کے گریہ کو جو دلی درد سے پیدا ہوتا ہے اور ان کے نعرہ کو جو عشق الٰہی سے اٹھتا ہے اور ان کے شور و رقص کو جو درہم برہم کرکے اور خود جوانانِ رقاص کی طرح وہ رقص کرے جو نظارہ کرنے والوں کو ہنسائے اور خندہ قہقہہ میں لائے اور لغو و بے ہودہ شہرت کو اپنی قوت کا ذریعہ بنائے۔............

ایسا شخص اپنے مقتداؤں اور پیرووں کی روش چھوڑ کر نفسانی خواہشوں کی طرف چلتا اور پھر اُمید رکھتا ہے کہ ان حرکاتِ ناپسندیدہ کی وجہ سے کسی مرتبت و منزلت کو پہنچے، واللہ ثم واللہ ایسا شخص ہرگز کسی مرتبہ کو نہیں پہنچے گا۔

میں نے جناب سلطان المشائخ کے قلم سے لکھا دیکھا ہے کہ آپ عوارف سے نقل کرتے ہیں کہ سماع مریدوں اور معتقدوں اور اہلِ ریاضت کا حق ہے۔ جب نفس اور تن دونوں ہلاک ہو جائیں تو بنا بر اس نفس کے اَن لنفسك عليك حقاً (تیرے نفس کا تجھ پر حق ہے) اس کا حق ثابت ہو جاتا ہے۔ اس قسم کے لوگ جب تھوڑی دیر سماع سے آرام پاتے ہیں تو اسے اس کے کام کی طرف لگا دیتے ہیں۔[1]

---

[1] سیر الاولیا (ملفوظات حضرت محبوب الٰہیؒ) مولفہ سیّد محمد مبارک۔

Marfat.com

سماع کی قسمیں حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ سماع کی چار قسمیں، مباح، مکروہ، حرام اور حلال۔ اگر صاحب وجد حق کی طرف زیادہ مائل ہے تو اس کے حق میں سماع مباح ہے۔ اگر صاحب وجد کا میلانِ طبع مجازہی کی طرف بیشتر ہے تو سماع اس کے حق میں مکروہ ہے۔ اگر صاحبِ وجد کا میلان طبیعت بالکل مجاز ہی کی طرف ہو تو سماع اس کے حق میں حرام ہے۔ اگر صاحب وجد کا میلان بالکل حق ہی طرف ہو تو سماع اس کے حق میں حلال ہے۔

سماع کے شرائط آپ فرماتے ہیں سماع کے لیے چند چیزوں کی ضرورت ہے۔ جب یہ موجود ہوں تو سماع مباح ہوتا ہے:۔ مسمع، مستمع، مسموع، آلہ سماع۔

۱۔ مسمع یعنی سنانے والا یا قوال مرد کامل ہونا چاہیئے نہ تو لڑکا ہو نہ عورت۔

۲۔ مستمع یعنی سننے والا۔ سننے والے کے لیے شرط ہے کہ یادِ حق سے خالی نہ ہو۔

۳۔ مسموع یعنی جو چیز گائی جائے اور کہی جائے وہ فحش اور تمسخر سے خالی ہو۔

۴۔ آلہ سماع مزامیر ہے جیسے چنگ اور رباب وغیرہ یعنی سماع میں یہ چیزیں موجود نہ ہوں۔

پس جو سماع ان شرائط کے ساتھ پایا جائے گا حلال ہے ورنہ بس۔

سماع کے آداب سماع کے لیے چند چیزیں بھی ملحوظ رہنی چاہئیں:۔

۱۔ وقت خوش اور اس میں دل فارغ اور مطمئن ہو اور کسی طرح کا تردد نہ ہو۔

۲۔ مسکان دل خوش کن اور خوبصورت جس کے دیکھنے سے راحت حاصل ہو۔

۳۔ اہلِ مجلس ہم جنس اور ہم عقیدہ ہوں وہاں حاضر ہوں سب اہل سماع اور معتقد سماع ہوں۔

۴۔ سماع کے وقت مجلس میں بیٹھے تو خوشبو استعمال کرے۔

مولانا فخر الدین رازیؒ خلیفہ سلطان المشائخ رسالہ ''اباحت سماع'' میں لکھتے ہیں کہ سماع کا ایک ادب یہ بھی ہے کہ گوش ہوش سے سنے۔ کسی کی طرف التفاف نہ کرے اور سننے

Marfat.com

والوں کی طرف نظر نہ کرے۔ کھنکارنے اور جمائی لینے سے تابمقدور باز رہے۔ اور جب تک مجلس سماع میں بیٹھے باادب سر جھکا کر اور یادالٰہی میں بیٹھے اور تالیاں بجانے رقص کرنے اور دوسری حرکات نامناسب کرنے سے دل پر قابو رکھے۔ جب تک بن پڑے کھڑا نہ ہو اور بلند آواز سے نہ روئے۔ جب کوئی شخص وجد سے کھڑا ہو تو خود بھی کھڑا ہو جائے۔[1]

داتا گنج بخشؒ کا ارشاد پیشرو اولیاء ہند حضرت داتا گنج بخش علی بن عثمان ہجویریؒ کشف المحجوب میں سماع کے متعلق بڑی تفصیل سے لکھتے ہیں۔ چونکہ ان کا ارشاد اولیاء اللہ میں بدرجہ کمال مستند اور ان کی کتاب صوفیہ میں دلیل اور قول فیصل ہے بطریق ایجاز چند مفید باتیں سماع کے متعلق اس کتاب سے لکھی جاتی ہیں۔ فرماتے ہیں:۔

ہر شخص پر سماع کا اثر اس کے مرتبہ کے لحاظ سے ہوتا ہے۔ چنانچہ تائب جو کچھ سنے گا اس کی حیرت میں دن رات اس سے اضافہ ہوگا اور مشتاق کے لیے شوق و محبت و وصال کا سرمایا ہوگا۔ موقن کے لیے یقین بڑھائے گا۔ مریدوں کے لیے بیان کی تحقیق بنے گا۔ محبّ کے لیے تعلقات قطع کرنے کا ذریعہ ہوگا۔ اور فقیر کے لیے سب سے ناامیدی کا ذریعہ ہوگا۔ اور سماع کی مثال سورج کی مانند ہے جو سب چیزوں پر یکساں طلوع کرتا ہے اور ہر چیز پر اس چیز کے حال کے موافق اثر کرتا ہے اور ایک کی پرورش کرتا ہے اور میں علی بن عثمان ہجویری جلابی اس بات کو عزیز رکھتا ہوں کہ مبتدیوں کو سماع نہ سننے دیں تاکہ ان کی طبعیت پریشان نہ ہو جائے کیونکہ اس کے اندر بڑے بڑے خطرے ہیں .... بعد اس کے جاہل صوفیوں نے سماع وغیرہ کو اپنا مذہب قرار دے لیا ہے۔ اور سچائی ان میں سے اٹھ گئی ہے۔ میں خدائے تعالٰی سے سماع کی آفتوں سے مغفرت چاہتا ہوں۔ اور خدائے تعالٰی سے دعا کرتا ہوں کہ میرے ظاہر و باطن کو آفتوں سے بچائے۔

ذوالنون مصریؒ کا ارشاد حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں۔ صوفیائے کاملین کو سماع حق کی طرف بلاتا ہے اور نفس پرستوں کو اسلام سے نکال کر زندیق بناتا ہے۔

---

[1] سیر الاولیا (ملفوظات حضرت محبوب الٰہیؒ) مولفہ سید مبارک العلوی

Marfat.com

ابوبکر شبلیؒ کا ارشاد حضرت ابوبکر شبلیؒ فرماتے ہیں۔ سماع کا ظاہر فتنا ہے اور باطن عبرت ہے۔ پس عارف کے لیے سماع عبرت حلال ہے۔ نہیں تو یہ سراسر فتنہ ہے اور بلا میں پڑتا ہے۔

ابوعلی رودباریؒ کا ارشاد اے کاش! ہم سماع سے بالکل چھوٹ جائیں۔

شیخ حسن قتلیؒ کا ارشاد سماع پیچھے رہ جانے والوں کا توشہ ہے جو منزل پر پہنچ گیا اسے سماع کی حاجت نہیں۔

شیخ حصریؒ کا ارشاد ایسے سماع میں کیا مزا کہ جب قوال چپ ہو تو سماع بند ہو جائے۔ چاہیے کہ تیرا سماع پیوستہ اور مستقل ہو اور ہرگز بند نہ ہو۔

فریدالدین گنج شکرؒ سماع اہل ہند کو حرکت دیتا ہے اور عاشقان جمال الٰہی کی آتش شوق کو بھڑکاتا ہے۔

سلطان المشائخ کا ارشاد مشائخ کے ایک گروہ نے سماع حالت بے اختیاری میں جائز رکھا اور جب سننے والے اختیار میں ہوں تو اسے سماع معلول بتایا ہے۔

بہاوالدین نقشبندیؒ کا ارشاد میں نہ راگ کا اقرار کرتا ہوں نہ انکار۔

شیخ سعدیؒ کا ارشاد سماع اے برادر بگویم کہ چیست
اگر مستمع رابدانم کہ کیست

مولانا رومؒ کا ارشاد

پس غذائے عاشقاں باشد سماع
کہ درو باشد خیالِ اجتماع

قوتے گیرد خیالات ضمیر
بلکہ صورت گردو ازبانگ صفیر

Marfat.com

اتصالے بے تکیف بے قیاس
ہست رب الناس را با جان ناس

لیک گفتم نارمن نسناسِ نے
نار غیر جان جان اشناس نے

خواجہ اجمیریؒ کا ارشاد جن دنوں خواجہ اجمیریؒ مرو میں تھے۔ ایک بزرگ سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ انھوں نے بتایا کہ میں نے سماع کے مباح ہونے پر ایک کتاب لکھی ہے حضرت خواجہ نے جواب دیا۔ اس سے بڑی خرابی واقع ہوگی۔ کیونکہ ہر شخص اچھی سماع کے قابل نہیں۔ فرمایا اگر دل میں حلال کا اثر ہے تو سماع بھی حلال اور اگر حرام کا اثر ہے تو سماع بھی حرام ہے۔ پھر فرمایا جس شے کا ظاہری حکم گناہ ہے یہ عین ممکن ہے کہ صاحب باطن پر اس کا اطلاق نہ ہو سکے۔

Marfat.com

کارنامے

تبلیغ اسلام خواجہ صاحب اپنے عہد کے بہت بڑے بزرگ تھے ہندوستان میں اسلام کی تبلیغ اور اشاعت آپ کا سب سے بڑا کارنامہ ہے۔ آپؒ پہلے بزرگ ہیں جنھوں نے کفرزار ہند میں ایک ایسی سیڑھی قائم کی جس کے ذریعہ نہ صرف عام غیر مسلموں نے اسلام قبول کرنے کے بعد منازل عرفان طے کیے بلکہ کئی قدسی صفت بزرگوں نے بھی اسی سیڑھی کے ذریعہ روحانیت اور وحدانیت کے مراحل طے کیے۔

جب خواجہ صاحبؒ ہندوستان میں تشریف لائے تو کیفیت یہ تھی کہ کہیں اسلامی شکل نظر نہ آتی تھی پھر یہ حالت ہوئی کہ آپ کی زندگی ہی میں آپ کی مساعی جملیہ سے چاروں طرف اسلام کا بول بالا ہونے لگا۔ مسلمان روز بروز بڑھنے لگے۔ دہلی اور اجمیر جیسے عظیم گہوارہ ہائے کفر میں اذان کی صدائیں بلند ہونے لگیں اور آپ ہی کی مساعی سے اسلامی حکومت بھی پورے جاہ وجلال کے ساتھ ہندوستان میں قائم ہوگئی۔

خواجہ صاحب نے جو کام انجام دیا وہ معمولی نوعیت کا کام نہیں اور نہ ہی کسی معمولی انسان کا کام ہے۔ آپ تنہا غیر ملک میں ایسے لوگوں کے درمیان آئے جو ان کے دین کے اشد دشمن ہیں پھر یہ کہ اس ملک میں ان کی اپنی حکومت ہے۔ حضرت خواجہ صاحب کا کوئی حامی اور مددگار بھی یہاں موجود نہیں۔ اس کے باوجود آپ اشاعت اسلام کے لیے ایک وسیع اور عظیم نظام قائم کرتے ہیں۔ جس کی سخت مخالفت کی جاتی ہے۔ پھر یہ کہ راستے میں طرح طرح کی رکاوٹیں ہیں یہاں تک کہ جان کا بھی خطرہ تھا۔ مگر آپ کے قدم نہیں ڈگمگائے اور اپنے نصب العین کو حاصل کرنے کے لیے پورے طور پر سرگرم عمل ہو جاتے ہیں۔ ان تمام امور سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ خواجہ صاحب کس دل گردے کے بزرگ تھے اور عام انسانوں اور ان میں کیا فرق ہوسکتا ہے اور وہ کتنی عظیم شخصیت کے مالک تھے۔

Marfat.com

خواجہ صاحب کے پیش نظر کوئی چھوٹا سا علاقہ نہ تھا۔ بلکہ سارا ہندوستان تھا۔ لہٰذا آپ نے صرف اجمیر یا دہلی پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ ایک زبردست تبلیغی مہم جاری کی۔ آپ نے صرف مردوں ہی میں نہیں بلکہ عورتوں میں بھی تبلیغ کا اہتمام کیا۔ اپنی صاحبزادی حافظ جمال صاحبہ کو جن کی تربیت آپ نے اپنے ہی ہاتھوں سے کی تھی اور بزرگی کے درجہ کمال کو پہنچایا تھا۔ عورتوں میں تبلیغ اسلام کا فرض تفویض کیا۔ چنانچہ ان کی زندگی کا نصب العین بھی یہی تھا۔ وہ جب تک بقیدِ حیات رہیں ہندو عورتوں میں اشاعت اسلام کا کام کرتی رہیں اور بہت سی عورتوں نے آپ کی تبلیغ اور آپ کے ذاتی اوصاف سے متاثر ہوکر دین حق اختیار کیا۔

پھر حضرت خواجہؒ نے اپنے کامل اور لائق خلفاء کو ہندوستان کے مختلف اطراف میں اسی کام کے لیے مامور فرمایا جو ہندوستان کے دور دراز گوشوں میں پھیل گئے اور ان تاریک گوشوں کو ضیائے اسلام سے منور کیا۔ اجمیر میں آپ نے عظیم الشان مسجد اور مدرسہ قائم کیا۔ جہاں بہت سے لوگ دینی علم حاصل کرتے تھے۔ پھر یہ کہ یہیں سے متعدد مقتدر ہستیاں اٹھیں۔ یہ لوگ اولیاء بن کر نکلے اور ہندوستان کے دور دراز حصوں میں بیٹھ کر خلق خدا کی رہنمائی میں لگ گئے۔

برعظیم پاکستان و ہند میں جتنے بھی مسلمان نظر آتے ہیں وہ اجمیر کے چشتی اور ملتان کے سہروردی خاندان کی برکات ہیں۔ خواجہؒ نے اپنے خاص خلیفہ حضرت قطب الدین کو دہلی جیسے مرکزی مقام میں متعین فرمایا۔ ان تمام بزرگان کرام کے پیش نظر صرف تبلیغ دین اور اصلاحِ مسلمین تھی اور انھوں نے اپنے اخلاق اپنی قوت ایمان اور اپنی دینی و دنیوی صلاحیتوں سے بڑے بڑے کام انجام دیے۔ یہاں تک کہ ظلمت کدہ ہند میں اس شان کی اسلامی حکومت قائم کی جس کی نظیر نہیں ملتی۔ پھر ان بزرگان کرام کی اپنی شان یہ رہی کہ وقت کے فرمانروا بھی ان کی غلامی پر فخر کرتے تھے۔

صاحب سیر الاولیاء نے خواجہ اجمیریؒ کے اسی کارنامے کو ان کی سب سے بڑی

Marfat.com

کرامت قرار دیا ہے۔ لکھتے ہیں۔

اس سے بڑھ کر علو درجہ اور کرامت کیا ہوگی کہ جو لوگ اس بزرگ کے ساتھ وابستہ ہوئے وہ خود دین کے ایسے بادشاہ ہوئے کہ انھوں نے بندگان خدا کی مدد کی اور انھیں دنیا کے فریب سے نکالا اور دار السرور عقبیٰ کی اعلیٰ منزل میں انھیں داخل کیا ان بادشاہان دین کی عظمت کا نقارہ قیامت تک بجتا رہے گا۔ اور ان کی محبت کے طفیل خلق اللہ فردوس بریں میں جگہ پائے گی۔

دوسری کرامت یہ کہ پورا ہندوستان اس حد تک کہ جہاں سورج نکلتا ہے کفر و بت پرستی میں مبتلا تھا اور ہندوستان کے سرکش اور بڑے لوگ خدائی کا دعویٰ کرتے تھے اور خدائے برتر کا شریک گردانتے تھے (ایسی حقیر چیزوں کو جیسے ڈھیلا، پتھر، گھر، درخت، گھوڑا گائے اور ان کے گوبر تک کو سجدہ کرتے تھے۔) اور ان کے دل پر تاریکی کے مضبوط قفل پڑے ہوئے تھے۔ اس آفتاب اہل یقین (حضرت خواجہ خواجگانؒ) کے قدوم میمنت لزوم سے کہ جو حقیقت میں معین الدین اور اسم بامسمیٰ تھے اس ملک کی تاریکیٔ کفر اسلام کی روشنی سے بدل گئی۔ جس جگہ مشرکوں کے مشرکانہ نعرے اور دہائیاں تھیں وہاں اللہ اکبر کا نعرہ لگنے لگا۔ حضرت خواجہ کے قدوم میمنت لزوم سے جس قدر مسلمان ہوئے اور آئندہ قیامت تک جس قدر مسلمان ہوں گے اور اس طرح قیامت تک ان کی جو اولاد مسلمان پیدا ہوگی ان کا اجر و ثواب شیخ الاسلام معین الدین چشتیؒ کی روح پر فتوح کو پہنچے گا۔

قیام مدرسہ و لنگر خانہ خواجہ اجمیریؒ نے تبلیغ اسلام، اصلاح خلق اور لوگوں کی علمی اور روحانی تربیت کے لیے اجمیر میں جو مدرسہ قائم کیا تھا اس کا ذکر آچکا ہے۔ اس مدرسہ کے علاوہ آپ نے ناداروں، مفلسوں، فقیروں، غریبوں، مسافروں، طالب علموں اور مہمانوں کے لیے وسیع پیمانے پر ایک لنگر بھی کھول دیا تھا۔ اور اس طرح خدا کے بندوں کو اس کی حقیقی ضرورت سے بے نیاز کر کے انھیں فاقہ کشی کی اذیتوں سے بچا کر خدمت خلق کی بہت اعلیٰ مثال پیش کی تھی۔ ہندوستان میں یہ اپنی نوعیت کا سب سے پہلا لنگر خانہ تھا جس میں مذکورہ

Marfat.com

بالاقسم کے لوگ شکم سیر ہو کر کھانا کھایا کرتے تھے۔ حضرت خواجہؒ کے تربیت یافتوں میں بیشتر اہل اللہ جو اپنے وقت کے مشہور اولیاء اللہ گزرے ہیں ان میں سے کئی اسی لنگر سے فائدہ اٹھایا کرتے تھے۔ خواجہ صاحبؒ اس لنگر کے اخراجات کے لیے خود کبھی کسی سے ایک پائی بھی نہ مانگتے تھے۔ جب بھی خادم کو خرچ کی ضرورت ہوتی۔ آپ اپنے مصلے کا ایک گوشہ اٹھاتے اور خادم کو حسب ضرورت خرچ دے دیتے۔

اس لنگر خانہ میں دونوں وقت اتنا کھانا تیار ہوتا تھا کہ سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں لوگ روزانہ کھایا کرتے تھے۔ پھر بھی کھانا بچ جاتا اور اتنی برکت ہوتی تھی کہ اگر اتفاق سے دوگنے چوگنے آدمی بھی آجاتے تو کھانے میں کمی واقع نہ ہوتی تھی۔

Marfat.com

باطنی کمالات

خواجہ محبوب الٰہی نظام الدین اولیاؒ بیان کرتے ہیں کہ اجمیر میں سوآن نام ایک قصبہ ہے جہاں حمید نامی ایک دولت مند شخص رہتا تھا جو بہت خوبصورت تھا۔ وہ ہر حسین عورت کو دیکھ کر اس پر فریفتہ ہو جاتا۔ اس کے دوست اور خوشامدی ہر وقت اس کے ساتھ رہا کرتے تھے اور وہی اسے گمراہ کرنے اور بدکاریوں میں مبتلا کرنے کا باعث تھے۔

اتفاق سے وہ اپنے ان برے دوستوں کو چھوڑ کر خواجہ اجمیریؒ کی صحبت میں رہنے لگا۔ چند ہی دن کی صحبت کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ تمام برائیوں کو چھوڑ کر سیدھے راستے پر آ گیا۔ اسکے پرانے اور بُرے ہم جلیسوں نے اسے گمراہ کرنے اور ورغلانے کی زبردست تدبیریں کیں مگر اس پر ان کے ہتھکنڈوں کا کوئی اثر نہ ہوا۔

حضرت خواجہؒ نے اس پر خاص توجہ فرمائی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حمید سوانی کی آنکھیں کھل گئیں اور دل روشن ہو گیا۔ ولایت کے درجہ کو پہنچے اور خدا نے انھیں اس میں استقامت بخشی۔

ایک مرتبہ خواجہؒ نے ایک غیر مسلم کی طرف دیکھ کر فرمایا یہ شخص صاحب نعمت اور ولی اللہ ہے۔ لوگ ایک کافر کے حق میں حضرت خواجہ صاحبؒ کا یہ جملہ سن کر حیران ہوئے۔ کچھ ہی عرصہ بعد وہ شخص مسلمان ہو کر اولیاء اللہ کے درجے کو پہنچا۔

" اکثر ''لوہا'' صفت لوگ خواجہ غریب نوازؒ کی ایک ہی نظر عنایت سے ''کندن'' بن جاتے تھے یعنی آپ کی صحبت میں رہ کر برے سے برا شخص بھی نیکیوں کا مجسمہ بن جاتا تھا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ بلخ کے قریب کسی باغ میں مقیم تھے کہ آپ کے ایک

Marfat.com

خادم نے کلنگ کا شکار کیا اور اس کے کباب تیار کرنے لگا۔ اتفاقاً وہاں حکیم مولانا ضیا الدین حامد بلخی کا گزر ہوا۔ حکیم صاحب بدعقیدہ تھے اور اکثر تصوف کے خلاف لوگوں سے مباحثہ کیا کرتے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ تصوف ہذیان ہے اور مسلوب العقل لوگوں کا مشغلہ ہے۔

حکیم صاحب کے جی میں آیا کہ میں بھی یہ کباب کھاؤں۔ اس وقت خادم کباب بنا رہا تھا اور خواجہ صاحبؒ نماز میں مصروف تھے۔ حکیم صاحب قدرے فاصلے پر بیٹھ گئے کہ یہ بزرگ نماز سے فارغ ہوں تو ان سے کباب کا مطالبہ کیا جائے۔

جب خواجہ صاحب نماز سے فارغ ہوئے اور خادم نے کباب سامنے لا رکھے تو خواجہ صاحبؒ نے خادم سے کہا کہ یہ کباب حکیم صاحب کو دے آئے۔ خادم نے طشتری اٹھا کر حکیم صاحب کے سامنے رکھ دی۔ ابھی حکیم صاحب نے ایک ہی لقمہ لیا تھا کہ اس کی برکت سے ان کے ذہن سے سارے فلسفیانہ خیالات حرف غلط کی طرح مٹ گئے اور ان کی جگہ اسرار معرفت نے لے لی۔ حکیم صاحب پر محویت کا عالم طاری ہو گیا۔ جب خواجہ صاحبؒ نے حکیم صاحب کی یہ حالت دیکھی تو اپنا خوردہ ان کے منہ میں ڈال دیا۔ جس کی حرکت سے حکیم صاحب سکر کی حالت سے صحو میں آ گئے اور سچے دل سے خواجہ صاحبؒ کے معتقد ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد انھیں بھی بڑا درجہ حاصل ہو گیا۔

جس زمانہ میں خواجہ صاحبؒ بغداد میں تھے وہاں سات آتش پرست بہت شہرت رکھتے تھے۔ یہ ساتوں بہت زیادہ عبادت و ریاضت کیا کرتے تھے۔ بہت کم کھانا کھاتے اور وہ بھی کئی کئی دنوں بعد۔ چنانچہ ان کی اس ریاضت اور مجاہدے سے متاثر ہو کر بہت سے لوگ ان کے معتقد بن گئے تھے۔

جب انھوں نے خواجہ اجمیریؒ کی شہرت اور بزرگی اور کمالات کی داستانیں سنیں تو ساتوں حضرات ان کی ملاقات کے لیے آئے۔ خواجہؒ نے ان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا ہی تھا کہ وہ آپ کی ہیبت سے لرزنے لگے اور رنگت زرد پڑ گئی۔ چنانچہ وہ خوف زدہ ہو کر خواجہ

Marfat.com

صاحبؒ کے قدموں پر گر پڑے۔ خواجہ صاحب نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا تمھیں شرم نہیں آتی کہ معبود حقیقی کو چھوڑ کر آگ کی پوجا کرتے ہو۔

کہنے لگے حضرت ہم آگ کو اس لیے پوجتے ہیں کہ وہ کل کو ہمیں جلائے نہیں۔ خواجہ صاحب نے فرمایا تم گمراہ ہو۔ جب تک خدا کی پرستش نہ کرو گے آگ سے رہائی ہرگز نہ پا سکو گے۔

وہ کہنے لگے آپ تو خدا ہی کی پرستش کرتے ہو۔

فرمایا۔ بے شک۔ میں اس معبود حقیقی کی پرستش کرتا ہوں۔ اس کے بغیر زمینوں اور آسمانوں میں کون ہے جو عبادت کے لائق ہو۔

کہنے لگے کیا آپ کو آگ نہیں جلاتی۔

خواجہ صاحب نے فرمایا۔ میں تو اس کا بندہ ہوں اور آگ تو اس کے بندے معین الدین کے جوتے کو بھی نہیں جلا سکتی۔

وہ کہنے لگے یا حضرت! اگر ایسا ہو جائے تو ہم آپ کے خدا پر ایمان لے آئیں گے۔ خواجہ صاحب نے اُن کے مطالبہ کے مطابق پاؤں سے اپنا جوتا اتار کر آگ میں ڈال دیا اور فرمایا۔ اے آگ! خبردار، معین الدین کے جوتے کو آنچ نہ آئے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

آتش پرست یہ دیکھ کر کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گئے اور آپ کی خدمت میں رہنے لگے۔

مراۃ الاسرار میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ خواجہ صاحب ایک بت خانے میں تشریف لے گئے جہاں اس وقت سات پجاری پوجا پاٹ میں مصروف تھے۔ جونہی ان کی نگاہ خواجہ صاحبؒ پر پڑی۔ کسی باطنی قوت نے انھیں ایسا بے خود کر دیا کہ اپنے سر خواجہؒ کے قدموں پر رکھ دیے اور اسلام قبول کیا۔ خواجہ صاحبؒ نے ان سب کا نام حمید الدین رکھا۔ پھر آپ کی

Marfat.com

توجہ سے وہ بڑے بڑے مرتبوں پر فائز ہوئے۔

بقول بعض آپ نے حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ کی ہمرکابی میں خانہ کعبہ اور مدینہ منورہ کا سفر اختیار کیا۔ جب مکہ معظّمہ پہنچے اور خانہ کعبہ کی زیارت اور طواف سے فارغ ہوئے تو حضرت خواجہ علیہ الرحمتہ نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور خدائے تعالیٰ کے سپرد کیا اور آپ کے حق میں دعا کی۔ آواز آئی کہ میں نے معین الدین کو قبول کیا۔ جب مدینہ منورہ پہنچے اور روضہ رسولؐ پر حاضر ہوئے۔ حضرت خواجہ نے آپ سے فرمایا کہ سلام عرض کرو۔ آپ نے سلام عرض کیا۔ آواز آئی وعلیکم اسلام یا قطب المشائخ بر و بحر۔ یہ سن کر حضرت خواجہ نے آپ سے فرمایا اب تیرا درجہ کمال کو پہنچ گیا۔

ایک مرتبہ خانہ کعبہ کی زیارت اور ارکانِ حج سے فارغ ہونے کے بعد آپ مدینہ منورہ جا کر مقیم ہو گئے اور عرصہ تک وہاں رہ کر یادِ الٰہی میں مصروف رہے۔ ایک دن روضہ رسولؐ اللہ کی زیارت میں مصروف تھے کہ آنحضرتؐ کے حضور سے بشارت ہوئی کہ اے معین! تو میرے دین کا معین ہے میں نے ہندوستان کی ولایت تجھے دی۔ وہاں کفر وظلمت کی تاریکی پھیلی ہوئی ہے۔ وہاں جا اور اجمیر کے مقام پر قیام کر۔ یہ ظلمت تیرے ہاتھوں دور ہو گی اور دین اسلام تیرے ذریعہ رونق پائے گا آپ یہ بشارت پا کر بہت خوش ہوئے۔ مگر حیران اس بات پر تھے کہ اجمیر کون سا مقام ہے اور کہاں ہے۔ اسی عالم میں آنکھ لگ گئی اور رسولؐ اللہ کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپؐ نے خواجہ صاحبؒ کو اجمیر کا تمام علاقہ، شہر، قلعہ اور کوہستان وغیرہ دکھا دیا اور ایک بہشتی انار مرحمت فرما کر رخصت کیا۔ آپ اسی وقت اٹھ کھڑے ہوئے اور منزلیں طے کرتے مختلف شہروں سے ہوتے ہوئے واردِ ہند ہوئے۔

Marfat.com

تصانیف

خواجہ صاحبؒ کی تصانیف یہ تو ظاہر ہی ہے کہ خواجہ اجمیریؒ کے پیشِ نظر زندگی کا بنیادی مقصد اسلام کی نشر واشاعت اور حق کی تبلیغ کرنا تھا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں دوسری تمام مساعی کے علاوہ ایک ذریعہ تصنیف و تالیف کا بھی ہے۔ یعنی رسالے اور کتابوں کے ذریعہ تبلیغ کا حق ادا کرنا۔ چنانچہ ہوسکتا ہے کہ اس ضرورت کے لیے خواجہ صاحبؒ نے کچھ رسالے اور کتابیں بھی لکھی ہوں۔ ان کی ایک کتاب موسومہ ''انیس الارواح'' پر تو سب مورخین کا اتفاق ہے کہ یہ خواجہ صاحبؒ کی اپنی تصنیف ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی چند کتابیں آپ سے منسوب ہیں۔ مگر تاریخ سے ان کے متعلق صحیح سند نہیں ملتی کہ یہ خواجہ صاحبؒ کی تصانیف ہیں۔

انیس الارواح یہ کتاب خواجہ اجمیریؒ کے پیر و مرشد خواجہ عثمان ہارونیؒ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے جسے خواجہؒ نے مرتب فرمایا اور سب مورخ اسے خواجہ صاحبؒ کی تصنیف مانتے ہیں۔ یہ کتاب فارسی میں ہے۔

گنج الاسرار اس کتاب کا اردو ترجمہ ''مخزن الانوار'' کے نام سے چھپا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جب خواجہ عثمان ہارونیؒ دہلی تشریف لائے تو آپ نے خواجہ اجمیریؒ کو ہدایت فرمائی کہ سلطان شمس الدین التمش کی تعلیم و تلقین کے لیے ایسی کتاب لکھیں جو سفر و حضر میں اس کے لیے رہنمائی کا کام دے۔ چنانچہ خواجہؒ نے سترؔ سے زیادہ کتابیں فراہم کر کے علمِ سلوک پر یہ کتاب مرتب فرمائی۔ اس کتاب سے یہ پتہ چلتا ہے کہ خواجہ اجمیریؒ کو اجمیر میں قیام فرمانیکی ہدایت ان کے پیر و مرشد خواجہ عثمان ہارونیؒ نے ہی دی تھی۔ خواجہ عثمان ہارونیؒ کے سفرِ ہند کا کہیں مطلقاً ذکر نہیں آتا اور دہلی کے قیام وغیرہ کا بھی کوئی سراغ نہیں ملتا۔[1]

---

[1] ''انوارِ خواجہ'' مصنفہ سید ظفر حسین آزاد صفحہ ۲۷

Marfat.com

احدیث المعارف اس نام سے ایک کتاب بھی خواجہ صاحبؒ کی تصنیف بیان کی جاتی ہے۔ مگر یہ کتاب آج دستیاب نہیں۔ لہٰذا اس کے متعلق کوئی رائے قائم نہیں کی جاسکتی۔

دیوان معین یا دیوان خواجہ اس نام سے فارسی اشعار کا ایک دیوان بھی خواجہ معین الدین چشتیؒ سے منسوب کیا جاتا ہے۔ اس میں تمام غزلیں ہیں۔ غزلوں کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں۔ غزلیں صوفیانہ رنگ میں ہیں۔ مقطع میں مُعین اور معینی تخلص آتا ہے۔ غزلوں کی کل تعداد ۱۲۱ ہے۔ تصوف کے بڑے عالی پایہ مضامین باندھے گئے ہیں۔ کہیں کہیں ہندی کی جھلک بھی پائی جاتی ہے۔ اکثریت کا یہی خیال ہے کہ یہ دیوان خواجہ اجمیریؒ ہی کا ہے۔ مگر بعض نقاد جن میں حافظ محمود شیرانی خاص طور پر قابل ذکر ہیں، اسے خواجہ اجمیریؒ کا دیوان قرار نہیں دیتے بلکہ انھوں نے ثابت کیا ہے کہ یہ دیوان کسی اور ''معین'' کا ہے جسے لوگوں نے غلطی سے ''خواجہ معین الدین'' سمجھ لیا ہے۔ چونکہ حافظ محمود شیرانی کی یہ تحقیق بڑی حد تک قابل تسلیم ہے اس لیے ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ اس ضمن میں حافظ صاحب کا سارا بیان نقل کردیا جائے۔ حافظ صاحب اپنے مقالہ[1] میں رقمطراز ہیں۔

یہ دیوان مطبع نولکشور میں سب سے پہلی مرتبہ ۱۲۸۸ھ مطابق ۱۸۷۱ء میں طبع ہوا۔ جب سے اب تک کئی بار چھپ چکا ہے اور کتب فروشوں کے ہاں عام طور پر ملتا ہے۔ کچھ عرصہ ہوا جلال الدین الٰہی بخش تاجران کتب لاہور نے نیا ایڈیشن نکالا ہے۔ اس کے قلمی نسخے بھی وقتاً فوقتاً نظر سے گزرتے ہیں۔ لیکن اکثر گزشتہ صدی یا قرن ماسبق سے تعلق رکھتے ہیں اور لوگ خواجہ صاحب کا کلام سمجھ کر نہایت عزیز رکھتے ہیں۔ کارپردازان مطبع نول کشور نے اس دیوان کے متعلق اشاعت باراول میں خاتمہ پر یہ بیان دیا ہے۔

آج تک کسی کو یہ معلوم نہ تھا کہ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ العزیز بادیگر کمالات صوری ومعنوی مزاق شعروشاعری بھی رکھتے تھے۔ حسن اتفاق سے ہم کو ایک مختصر دیوان حضرت صاحب کا بمنزلہ کلیات کتب خانہ مستجمع کمالات جناب منشی مردان علی خاں صاحب

---

[1] ملاحظہ ہو ان کی کتاب ''مقالات شیرانی'' مطبوعہ کتاب منزل لاہور۔

Marfat.com

رعنا نائب دیوان سرکار مارواڑ سے نصیب ہوا اور اس پر معرا مہر فیضی وابوالفضل ثبت تھیں۔ معلوم ہوا کہ یہ کتب خانہ اکبر بادشاہ کا تھا اور شہنشاہ ممدوح ازبس معتقد حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ کا تھا۔ اس نے اپنے عہد دولت میں بہم پہنچایا۔ اور شکر خدا کہ ہم کو گھر بیٹھے بے محنت ہاتھ آیا۔ چونکہ یہ نعمت غیر مترقبہ بھی تھی اس لیے ہم نے واسطے یادگار حضرت کے طبع کیا تا کہ بطور تبرک کے لوگ اسے حرز زباں بنائیں اور ہم بھی اس سعادت سے ثمرہ خیر پائیں''۔

اس میں پہلا بیان تو صریحاً غلط ہے۔ دیوان ممکن ہے کہ اسی قدر قدیم ہو جیسا کہ دعویٰ کیا گیا ہے۔ لیکن یہ بیان کہ اکبر نے کوشش کر کے بہم پہنچایا ثبوت کا محتاج ہے۔ اگر اس قسم کا کوئی ذکر اس نسخہ میں تھا تو کارپردازان مطبع کا فرض تھا کہ اسے بھی دیوان کے ساتھ شائع کرتے۔ اس میں شک نہیں کہ بوجہ حضرت شیخ سلیم چشتیؒ شہنشاہ اکبر ایک زمانہ خاص تک خواجہ اجمیریؒ کا بہت معتقد رہا ہے۔ چنانچہ فتح پور سے اجمیر تک پاپیادہ سفر بھی کیا ہے۔ اس کے بعد کارپردازان مطبع کا بیان ہے۔

''جناب خاں صاحب موصوف سے ہم نے دریافت کیا کہ آپ کو کس جگہ سے یہ نسخہ اکسیر ہاتھ آیا۔ خاں صاحب ممدوح نے یہ روایت بیان کی کہ ایک شب میں نے حضرت خواجہ صاحبؒ کو بمقام لکھنؤ ۱۸۶۵ء رویائے صادقہ میں دیکھا کہ حضرت صاحبؒ میرے مکان پر تشریف لائے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ ایک نقش تبرکاً مجھ کو عنائت ہو چنانچہ حضرت صاحبؒ نے عنایت فرمایا۔ اس کی تعبیر یہ ہوئی کہ اس کے قریب ایک دست فروش میرے پاس یہ دیوان ایک پرانی ردی کتاب جان کر گھر بیٹھے فروخت کر گیا''۔

خواب کے متعلق رائے زنی کرنا ایک ادبی نقاد کے منصب میں داخل نہیں کیونکہ اس کے موضوع واقعات ہیں نہ ظنیات۔ اس لیے راقم اس کی معمہ کشائی سے اعراض کر کے اس گزارش پر اکتفا کرتا ہے کہ میں یہ قصہ قبول کرنے کے لیے آمادہ نہیں۔ اس لیے کہ مردان علی خاں رعنا اور منشی نول کشور پہلے حضرات نہیں ہیں۔ جنھوں نے سب سے پیشتر اس دیوان

Marfat.com

کا سراغ نکالا ہے بلکہ ان کے عہد سے ایک صدی پیشتر تک کے اہل علم کو کم از کم اس کا ضرور علم تھا اور جیسا کہ سابق میں گزارش کر چکا ہوں یہ دیوان اس قدر نایاب بھی نہیں تھا۔ چنانچہ اس دیوان کے متعلق تذکرہ روز روشن صفحہ ۶۳۷ پر حضرت خواجہ معین الدینؒ کے حالات میں مصنف نے یہ دیوان حضرت خواجہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے کہا ہے۔

> ''دیوانے مختصر از ملفوظاتِ آں قدوہ ءفرمائے کرام و اسوهٔ اولیاء عظام پیش نظر است و ایں چند اشعار منتخب از اں مختصر کہ درے جائے معین و جائے معینی تخلص مے فرماید۔''

انتخاب میں صاحبِ تذکرہ نے چھیالیس بیت اور ایک رباعی دی ہے۔ ان میں سے موجودہ دیوان نول کشور میں قریباً سترہ اشعار جو دس مختلف غزلوں سے تعلق رکھتے ہیں موجود نہیں ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ صاحب تذکرہ روزِ روشن کے زیرِ نظر اس مطبوعہ دیوان کا اصل نسخہ نہیں ہے بلکہ کوئی اور قلمی نسخہ ہے جس میں اس نسخہ سے زیادہ غزلیات ہیں۔

تذکرہ مخزن الغرائب (۱۲۱۸ھ) میں حضرت خواجہ کے نام صرف دو رباعیاں درج ہیں۔ یہ مصنف دیوان کے وجود سے بے خبر معلوم ہوتا ہے۔ وہ رباعیاں یہ ہیں۔

(۱)

عاشق ہمہ دم فکر رخ دوست کند　　معشوق کرشمہ کہ نیکوست کند
ماجرم و گنہ کنیم و اولطف و عطا　　ہر کس ہر چیز لائق اوست کند

(۲)

اے بعد نبی برسر تو تاج نبی　　دے دادہ شہاں زصولتت باج نبی
آتی توکہ معراج تو بالاتر شد　　یک قامت احمدی ز معراج نبی

پہلی رباعی روزِ روشن میں بھی درج ہے۔

مردان علی خاں مبتلا نے اپنے تذکرہ منتخب الاشعار میں جو ۱۱۴۱ھ میں تصنیف ہوا

Marfat.com

ہے۔ صرف پچھلی رباعی حضرت خواجہ کے نام پر لکھی ہے اور مصرعہ دوّم کو مصرعہ اوّل کے بجائے لکھا ہے۔ یعنی ترتیب بدل دی ہے۔ میر حسین دوست تذکرہ حسینی میں جو ۱۱۶۳ھ میں مرقوم ہوا ہے خواجہ معین الدین چشتیؒ کے حالات بالتفصیل دیتا ہے اور آخر میں ان کے دیوان سے ایک رباعی اور تین غزلوں کے بعد اشعار نقل کرتا ہے۔ آتشکدہ آذر میں صرف گزشتہ دو رباعیاں ملتی ہیں۔

اور مجمع الفصحا میں رباعیوں کے علاوہ یہ دو بیت بھی خواجہ کے نام پر دیے ہیں۔

سیل را نعرہ از آنست کہ از بحر جداست | وآنکہ بابحر درآمیختہ خاموش آمد
نکتہا دوش دلم گفت وشنید از لبِ یار | کہ نہ ہرگز بزباں رفت نہ دو گوش آمد

کتب خانہ بانکی پور کی فہرست میں اس دیوان کے متعلق یہ الفاظ ہیں۔

''اس اعتقاد کے تسلیم کرنے کا کہ یہ دیوان مشہور و معروف خواجہ معین الدین چشتی سے علاقہ رکھتا ہے ہمارے پاس صرف یہ ذریعہ ہے کہ تقی اوحدی عرفات میں اور والعدر ریاض الشرح میں اس دیوان کے بعض اشعار نقل کر کے ان کو حضرت خواجہؒ کی طرف منسوب کرتے ہیں لیکن نہ یہ دونوں مولف اور نہ کوئی اور مصنف صاف طور پر ذکر کرتا ہے کہ خواجہ صاحبؒ کی یادگار کوئی دیوان بھی ہے''۔

اس طرح دیکھا جاتا ہے کہ بعض تذکرہ نویسوں نے بھی یہ دیوان خواجہ معین الدین چشتیؒ کی طرف منسوب کر دیا ہے اور اب وہ عام طور انھیں کے نام سے مانا جاتا ہے۔ لیکن ایک محقق اور معتقد کی نظر میں یہ شہادت اور بیانات اس دیوان کا تعلق خواجہ اجمیریؒ سے متعلق کرنے کے لیے کافی معلوم نہیں ہوتے۔ کیونکہ سب سے مُقدّم یہ سوال پیش آتا ہے کہ حضرت خواجہؒ کے عہد سے ان بزرگوں کے عہد تک جس کے درمیان پانچ صدیوں سے زیادہ کی مدت حائل ہے یہ دیوان گنج مخفی کی طرح کہاں غائب رہا اور خواجہ کے سوانح نگاروں کی نظروں سے کیوں کر بچا۔

خواجہ معین الدین چشتیؒ کے حالات اور کمالات ان کے زمانہ سے لے کر اب تک ہر

Marfat.com

عہد میں دنیا کی نظر میں رہے۔ تمام شائقین کے علاوہ اصحابِ تصوف کو ان واقعات و مکالات سے ہمیشہ خاص دلچسپی رہی ہے۔ پھر ایسی مشہور طراز آفتاب ہستی کا کلام اس عرصہ دراز تک دنیا کی نگاہ سے کیوں کر پوشیدہ رہا۔ آپ کے دیوان سے گزشتہ قرون کے مصنفین کا بے خبر رہنا ایک دشوار امر معلوم ہوتا ہے۔ ہر عہد اور ہر دور میں خواجہ کے واقعات لکھے اور پڑھے گئے ہیں لیکن ان تصنیفات میں خواجہ کے دیوان یا شاعری کا مطلق ذکر نہیں آتا۔ آپ کی تصنیف انیس الارواح موجود ہے جس میں آپ نے پیرومرشد حضرت عثمان ہارونیؒ کے ملفوظات جمع کیے ہیں۔

خود آپ کے ملفوظات حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ قدس سرہٗ نے دلیل العارفین کے نام سے شائع کیے ہیں۔ سیر العارفین میں جو نصیر الدین ہمایوں بادشاہ کے عہد میں تصنیف ہوئی ہے، آپ کے کافی حالات ملتے ہیں۔ ابو قاسم فرشتہ نے مشائخ ہند کے حالات میں سب سے مقدم آپ کا ذکر کیا ہے اور آپ کے متعلق تمام واقعات جمع کر دیے ہیں۔ علاوہ بریں تصوف کے تذکروں میں آپ کے حالات اکثر موجود ہیں۔ لیکن ان تمام کتابوں میں نہ صرف آپ کے دیوان بلکہ آپ کے ذوق شعر تک کا ذکر نہیں ملتا۔ بابو لال صاحب نے ہدایت المومنین کے ایک حصہ کا ترجمہ ۱۸۷۹ء میں شائع کیا جس میں خواجہ صاحبؒ کے مبسوط حالات ملتے ہیں۔ لیکن آپ کے دیوان سے مصنف بھی اجنبی ہے۔

دیوان فی نفسہ اس سوال پر کچھ روشنی نہیں ڈالتا۔ اس میں کوئی ایسی شہادت یا تلمیح موجود نہیں جو اس کو خواجہ صاحبؒ کی ذات سے انتساب دے۔ اگرچہ بعض شہادتیں اس سے انتساب کی تردید کے حق میں جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا موجود ہیں۔

دیوان اکانوے ۹۱ صفحات پر ختم ہو جاتا ہے جس میں غزلیات کے سوا کوئی اور صنف نظم موجود نہیں غزلوں کی تعداد ۱۲۱ ہے اور ابیات کا شمار گیارہ سو کے درمیان ہے۔ شاعر اپنا تخلص دو طرح سے لاتا ہے یعنی معین اور معینی۔ متعدد غزلیں حمد و نعت میں ہیں۔ کلام سرتاپا عشق و عرفان کے رنگ میں ڈوبا ہوا ہے اور عشق کا جذبہ بہت غالب ہے۔ رندی اور سرمستی

Marfat.com

کے مضامین خال خال موقع پر نظر آتے ہیں۔ خمریات کا جوش جبکہ عراقی اور حافظ کے ہاں بہت غالب ہے۔ یہاں بالکل دبا ہوا ہے۔ شوخی مطلق نظر نہیں آتی بلکہ متین اور سنجیدہ خیالات قدم قدم پر دامنگیر نظر آتے ہیں۔ مذہب سے عداوت نہیں ہے اور نہ شیخ وزاہد کا استحافات منظور ہے۔ تجرید اور ترک تعلق شاعر کا اصل موضوع ہے۔ یہاں تک کہ بہشت وخلد جو زہاد کی غایت مقصود ہے وانگہ علائق بنا دی گئی ہے۔ کلام میں متانت اور شیرینی نظر افروز ہے۔ خیالات میں نزاکت اور خوش اسلوبی جو متاخرین کا دستِ مایہ ناز ہے غلبہ پائے ہوئے ہے۔ زبان میں کچھ اس قسم کی گلاوٹ اور لطافت موجزن ہے جو خواجہ معین الدین کے ایام میں قطعی نامعلوم تھی۔ ناتمام بندشیں اور ترکیبیں متاخرین کے طرز کی پائی جاتی ہیں۔ ادائیگی خیالات کے لیے الفاظ کے بوقلموں پیرائے شاعر کے قبضہ میں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ غزل کی زبان ان عہد تک ترقی اور وسعت بہ درجہ کمال پا چکی تھی۔ مثلاً ہستی انسانی باوجود انسان کا مقصد ادا کرنے کے لیے شاعر نے یہ ترکیبیں اختیار کی ہیں۔

زنگ تن، نقاب عدوث، پردۂ تن، دلق ہستی، زندانِ تن، لباس حددث، پردۂ آب و گل، شبستانِ بدن، پردۂ خاک وغیرہ وغیرہ۔

کلام کا عام جوش سادگی، سادہ بیانی اور سادہ خیالی ہے۔ تکلّفات سے عام طور پر احتراز ہے۔ خیالات کی بوقلمونی اور تنوع غزل کا تمنائے امتیاز ہے۔ لیکن اس دیوان میں بیرونی اور اجنبی خیالات بہت کم چھیڑے گئے ہیں۔ نفس مضمون پر توجہ مائل ہے اس لیے اشعار میں تسلسل پایا جاتا ہے۔ حقائق ودقائق، تصوف وارادت، سلوک، تجرید وتوحید، فنا وبقا، نفی واثبات، اشتیاقِ دیدار، بیان عشق وغیرہ کے اظہار پر شاعر کی تمام شاعری مبذول ہے۔ مضمون کی اس تنگی سے کلام میں ایک خفیف سی اداسی کی جھلک نمودار ہے۔ جدت اور آمد اچھے خاصے پیمانے پر ہے بعض ابیات ایسے صاف اور ہموار نکل آئے ہیں کہ دل میں چٹکیاں لیتے ہیں۔ یہ ایک شخص کا کلام معلوم ہوتا ہے جو جذبات عشق الٰہی سے سرشار اور رسولِ عربی کا عاشقِ زار ہے مسافر، منازل، طریقت ہے لیکن شریعت کی روشنی

Marfat.com

میں عشق ہے۔لیکن متانت کے ساتھ دیوانگی میں بھی دانائی کی ادا موجود ہے۔ مسائل معرفت کے ساتھ فلسفہ تصوف کی اصطلاحات کو نہایت بے تکلفی اور خوش اسلوبی کے ساتھ برتا گیا ہے جو عراقی اور حافظ کو بھی نصیب نہیں۔ ان دقائق نے کلام کو بعض وقت دقیق اور پیچیدہ کر دیا ہے۔

حکیم سنائی غزنویؒ کے ہاں زاہدی اور تصوف میں کوئی امتیاز نہیں ہے۔ان کا بیان تصوف، پند و موعظمت، اخلاق و حکم، زہد و تقویٰ پر منحصر ہے۔ عطار نے مثنوی کے علاوہ غزل کو خصوصیت کے ساتھ دقائق و نکاتِ معرفت و سلوک کی اشاعت کا میدان بنایا۔ عطار کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ جذبہ عشق کی کیفیاتِ روحانی و حقیقت کی ترجمانی کے لیے اپنے ہمعصر شیخ محی الدین ابن عربیؒ کی طرح مجاز کی زبان اختیار کی اور اس غرض سے مے و جام، پیمانہ و مے خانہ، بت و منع، ترسا بچہ و گبر، دیر ویلنا، ناقوش، چلیپا، شاہد و شمع، زنار و خرابات وغیرہ وغیرہ کو خاص معنی دے کر غزل سے آشنا کر دیا۔ حقیقت و مجاز کے اتحاد نے غزل میں ایک خاص حلاوت و ملاحت پیدا کر کے اس کے خد و خال کو قصیدہ سے بالکل ممیّز کر دیا۔ حقیقت کا اظہار مجاز کے پیرایہ میں فرید الدین عطارؒ سے شروع ہوتا ہے۔ عطار کے متبع میں مولانا رومؒ نے اسی ذہن کو زیادہ وسعت دی۔ عراقی نے غزل کی شراب کو زیادہ تیز اور پر جوش کر دیا۔ حافظ نے اس کے رنگ کو شوخ اور کیف کو زیادہ لطیف بنا دیا۔ اگر چہ غزل نے اس طرح خرابات کی آب و ہوا اور تصوّف و عرفان کے آغوش میں پرورش پائی اور حقیقت و مجاز کی دو عملی میں ہوش سنبھالا لیکن فلسفہ تصوف کا خلعت اس کو جامی اور مغزلی عطا کرتے ہیں۔ یہی آخری رنگ اس دیوان میں عام ہے۔ خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا۔ دیوان میں مسئلہ ہمہ اوست پر بہت زور دکیا گیا ہے۔ ذیل میں بعض مثالیں درج ہیں:

کسیکہ عاشق و معشوق خویشتن ہمو اوست
حریف خلوت و ساقی خویشتن ہمہ اوست

Marfat.com

اگر تو خرقہ ہستی خویش پاراکن
نظر کنی کہ دریں زیر پیرہن ہمہ اوست
مگو کہ کثرت اشیا تفیض وحدت گشت
تو در حقیقت اشیا نظر فگن ہمو اوست
چو نایئے کہ ہند بر زمانِ مے لب خویش
نہادہ بر دہنِ عاشقان دہن ہمہ اوست
چہ جائے بادہ جام و کدام ساقی ہست
خموش باش معینی و دم زدن ہمہ اوست

جمالِ یار میخواہی بذراّت جہاں بنگر — کہ ہر ذرّہ است مرآئے کز و دیدارمی ماند

صفات و ذات چو از ہم جدانمی بنیم — بہر چہ می نگرم جز خدانمی بنیم

متعدد موقعوں پر شاعر نے اپنے آپ کو ''مسکین معین'' لکھا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ شاعر مسکین کا لفظ اپنے تخلص یا نام کے ساتھ استعمال کرنے کا عادی تھا۔ اسی قسم کی بعض امثال حوالہ قلم ہیں:

در آبہ مجلس مسکیں معین مشوریدہ — کہ نقل و بادہ نہ گفت و شنید خود بینی

مسکیں معین در یک غزل بنمے واسرارِ ازل — بشنو کلام لم یزل در کسوت گفتار او

چوں دل مسکیں معین آئینہ تست اے کریم — آئینہ خودرا صفائی دہ نہ نور خویشتن

گنگ مشو مسکیں معین ہم خود ثنائے خود مگو — بہتر آں باشد کہ من گویم بدیں ساں حمد تو

Marfat.com

در مجلس مسکیں معین کلام نشیں صد دُر بچیں   بنگر چہ درہائے ثمیں دادہ است دریائے ولم

دیوان کے تتبع سے اس قدر اور پایا جاتا ہے کہ شاعر اپنی زندگی میں واعظ ضرور رہا ہے۔ کیونکہ بعض مقطعوں میں اس نے منبر، مجلس اور وعظ کی طرف کئی مقام پر تلمیح کی ہے۔ چنانچہ ذیل کی امثال شاہد ہیں:

بزمِ خاص است معین بادۂ حدت پیش آر   ہاں کہ مستی تو برمجلسیاں تافتہ است

معین برآئے بہ منبر بگوئے نکتۂ عشق   کہ بلبلِ چمنِ عشق در زمانہ توئی

گرچہ شاہاں را بہ تخت وتاج زینت می دہد   جلوۂ مسکیں معین برتاج و منبر کردہ اند

معینی گرہمی خواہی کہ سرِش بہ زباں رانی   مقامِ آں سَر دار است برمنبر نمی گنجد

بیا بہ وعظ معینی رموزِ عشق شنو   کہ از حکایت او بوئے دست می آید

معین را در صفر آنکس بہ منبر درسخن آرد   کہ در گہوارہ طفلی قرینِ ابنِ مریم شد

خلق گونیدم معین ایں رمز برمنبر بگوئے   آہ کیں آتش ہزاراں واعظ و منبر بسوخت

ان اشعار سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچتا ہے کہ شاعر کا پیشہ وعظ گوئی تھا۔

گزشتہ مشاہدات کی روشنی میں اس دیوان کو خواجہ معین الدین چشتیؒ کی طرف منسوب کرنا مستبعد معلوم ہوتا ہے۔ میں اپنے گزشتہ دلائل کو مختصراً یہاں پھر دہراتا ہوں:

۱۔ تاریخ خواجہ صاحبؒ کی شاعری اور ان کے دیوان سے ناواقف محض ہے۔

۲۔ اس دیوان کی زبان خواجہؒ صاحب کے عہد کی زبان ہرگز نہیں بلکہ متاخرین کی زبان

Marfat.com

معلوم ہوتی ہے۔

۳۔ دیوان میں کوئی ایسی بات نہیں جس کی رو سے اس کا تعلق خواجہ صاحبؒ سے قائم کیا جائے۔

۴۔ دیوان سے اس قدر ظاہر ہے کہ اس کا قائل کوئی واعظ ہے۔

چونکہ داخلی شہادت سے اس قدر مفہوم ہوتا ہے کہ وہ کسی واعظ کا کلام ہے اس لیے ہمیں واعظین کے سلسلہ میں اس کے مصنف کی تلاش کرنی چاہیے۔ اس غرض سے میں مولانا معین الدین بن مولانا شرف الدین حاجی محمد انفراہی صاحبؒ معارج النبوت اور مشہور واعظ کا نام پیش کرتا ہوں۔ مولانا اپنی تصنیفات میں اپنے آپ کو مسکین معین لکھنے کے عادی ہیں۔ آپ سلطان ابوالغازی کے عہد کے زبردست فاضل ہیں۔ اور مولانا جامی کے ہم عصر۔ آپ اپنے عہد کے مشہور واعظ اور صاحب تصنیفات کثیرہ ہیں۔ دنیاوی تعلقات سے اس قدر بیزار تھے کہ جب ۹۰۰ھ میں آپ کے بھائی مولانا نظام الدین قاضی ہرات نے اس عالمِ فانی سے رحلت کی تو آپ نے سلطان حسین کی استدعا اور اصرار پر بدقت تمام اپنے بھائی کا منصب قبول کیا اور ایک سال کے بعد ہی اس سے دستکش ہو گئے۔ آپ کا درجہ علم و فضل اور زہد و ورع میں نہایت ممتاز تھا۔ طبعیت میں بلندی اور دنیا کی طرف سے بے پروائی بسی ہوئی تھی۔ جامع مسجد ہرات میں ہر جمعہ کو وعظ فرمایا کرتے تھے۔ آپ کے وعظ میں اثر، تقریر میں تاثیر اور بیان میں دلکشی تھی۔ ہزاروں مستمعین آپ کے وعظ سے بہرہ اندوز ہوتے تھے۔ ان مجالسِ تذکیر میں بڑے بڑے جلیل القدر امراء بھی شریک ہوتے تھے اور مولانا ان کی وجاہت دنیاوی کی ذرا پروانہ کر کے برسرِ منبر ان کے افعال قبیحہ پر سرزنش کرتے تھے۔ وہ سنتے تھے اور اف نہیں کر سکتے تھے۔ سچ کہا ہے۔ ”حق کا مرتبہ دولت اور حکومت سے بالا ہے“۔

تاریخ حبیب السیر میں مولانا معین الدین کے حالات میں (صفحہ ۳۳۸ جلد سوم جزو سوم) یہ عبادت ملتی ہے۔

”مولانا معین الدین انفراہی برادر ارشد قاضی نظام الدین بود و بسیارے

Marfat.com

از فضائل و کمالات اظہار وقوف می نمود۔ در زہد و تقویٰ درجہ علیا داشت و اکثر خطوط را در غایت جودت بر صحیفۂ تحریری نگاشت در ایام جمعہ بعد از نماز در مقصودہ مسجد جامع ہرات وعظ در کمال تاثیر میگفت دور عرو معانی آیات و احادیث رابہ الماس طبع لطیف فی سفت باعاظم امراء نوئنیاں کے در مجلس مے نشستہء ملتفت نمے گشت و در وقت نصیحت آں طائفہ سخنان درشت برزبانش مے گزشت۔ وآں جناب بعد از قوت برادر بموجب تکلیف خاقان والا گہر مدت یک سال صاحب قضہ بود۔ آنگاہ ترک آں امر وادہ ہر چند و دیگر مبانع نمودند قبول نفرمود از اثار قلم لطافت نگار مولانا معین الدین معارج النبوت و در میان مردم مشہور است و اکثر وقائع و حالات سید کائنات علیہ افضل الصلوۃ اکمل التحیات بروایات مختلفے در آں مسطور و مولانا معین الدین دو مشہور سبع و تسمائیہ مریض شدہ درگزشت و در مزار تقرب حضرت باری خواجہ عبداللہ انصاری پہلوئے برادر خورد قاضی نظام الدین مدفون گشت''۔

مولانا معین الدین نے چالیس سال کامل وعظ تذکیر میں صرف کیے۔ وعظ سے جو وقت بچتا تھا تصنیف و تالیف میں بسر ہوتا تھا۔ آپ نے فن تذکیر کو برخلاف ہمارے علما و عہد کے رویہ کے حتمی الوسع دلچسپ اور شگفتہ بنانے کی کوشش کی ہے۔ آپ کے مواعظ اور تصنیفات مذاقِ شعر سے پُر ہیں۔ ان میں تصوف کا رنگ نہایت شوخ ہے۔ شعر میں آپ کا پایۂ بہت بلند ہے۔ طبیعت میں روء گوئی بہت معلوم ہوتی ہے۔ آپ کا رتبہ شعرائے متصوفین میں عراقی اور مغربی کے مساوی مانا جائے تو مبالغہ نہیں کہا جاسکتا۔ شعر کا مذاق فن تذکیر کی طرح خاندانی ہے۔ آپ کے والد مولانا شرف الدین حاجی محمدؒ جو مرزا ابوالقاسم بابر کے عہد کے مشاہیر فقہا میں شمار ہوتے تھے۔ خود بھی شاعر تھے۔

میں تبرکاً ان کے چند اشعار یہاں درج کرتا ہوں:۔

نقاش قصرِ فطرت بے صورت و ہیولیٰ   برلوحِ حکمت نقشے کشید زیبا

Marfat.com

شہباز جاں نشستہ برقبہ معانی عنقائے عقل جستہ برقاب آب ماوی
بردرشت قبضہ گل بنگاشت پیکرِ دل از نورا دست حاصل خورشید اوجِ اعلیٰ
مجموعۂ عجائب و عجوبۂ غرائب
پاک از ہمہ شوائت از جسم و جاں معریٰ

مولانا معین الدین تصانیف کثیرہ کے مالک ہیں۔ان کی کتابیں اور رسالے بے شمار ہیں۔لیکن جو مجھے معلوم ہوسکیں ذیل میں درج ہیں۔

۱۔ تفسیر بحر اسرار

۲۔ تفسیر حدائق الحقائق فی کشف اسرار الدقائق

۳۔ واضحہ فی اسرار لفاتحہ۔سورہ فاتحہ کی تفسیر ہے۔

۴۔ معارج النبوۃ فی مدارج الفتوت۔یہ رسول ﷺ کی مفصل سوانح عمری ہے جس میں آپؐ کے اجداد امجاد یعنی ساتوں انبیاء اعظم کے بھی حالات درج ہیں۔ ۸۹۱ھ میں اس کتاب کی ابتدا ہوئی اور کئی جلدوں میں لکھی گئی۔اس ایک مقدمہ چار رکن اور ایک خاتمہ ہے کتاب کو جا بجا داں آیات نکات اور اشعار سے دلچسپ بنانے کی کوشش کی گئی شعر میں سنائی، عطار، مولانا روم، اوحدی، عراقی اور مولانا جامی کے ابیات موقع بہ موقع استعمال کیے ہیں۔اس کے سوا شاعر نے اپنے اشعار بھی کثرت کے ساتھ نقل کیے ہیں۔

۵۔ روغتہ الواعظین فی احادیث سید المرسلین چار جلدوں میں ہے۔

۶۔ تفسیر سورۂ یوسف علیہ السلام

۷۔ اعجاز موسوی۔یہ وہی کتاب ہے جس کو مخزن الغرائب میں معجزاتِ موسوی لکھا گیا ہے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حالات میں ایک مبسوط تصنیف ہے جو مطبع عمدۃ المطابع میں ۱۲۷۰ھ میں چھپ بھی چکی ہے۔

ان کے علاوہ اور رسالے اور کتابیں کثرت سے ہیں جو مولانا معین الدین کے قلم سے نکلی ہیں جن کی میں سراغرسانی نہیں کرسکا۔نظم میں آپ نے بہت کچھ لکھا ہے۔آپ

Marfat.com

کا کلام از قسم رباعی وغزل ومثنوی کثرت سے ملتا ہے۔ ایک رسالہ مثنوی میں بھی آپ نے لکھا ہے۔

میرا ایسا خیال ہے کہ اکبری عہد کے مورخین کو مولانا کے متعلق صحیح معلومات تھیں۔ لیکن بعد کے تذکرہ نگاروں نے ان کے حالات سے بہت کم اعتنا کی ہے۔ مجھے صرف ایک مختصر بیان مولانا کے متعلق تذکرہ مخزن الغرائب میں ملا ہے جس نے میرے تمام شکوک کو یقین کے درجہ تک پہنچا دیا ہے۔

مجھے نہایت رنج وافسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یہ نایاب اور ضخیم تذکرہ اب تک شائع نہیں ہوا ہے۔ مولانا معین الدین کے حالات صاحب تذکرہ کو تین مختلف ذرائع سے ملے ہیں۔ چونکہ وہ نہایت ہی ناکافی اور غیر معین تھے اس لیے نتیجہ یہ ہوا کہ مخزن الغرائب میں مولانا کی ذاتِ واحد اقانیم ثلثہ میں تبدیل کر لی گئی اور ایک مُعین کے تین مُعینِ بن گئے۔ اس تذکرہ میں سب سے مقدم

ا۔ مولانا معین الدین ہروی ہیں جن کے واسطے مصنف تذکرہ کے الفاظ ہیں:

''مولانا معین الدین ہروی فاضل تحریر ودانشمند کامل بودہ کتاب ج النبوۃ و معجزات موسوی (اعجاز موسوی) وتفسیر قرآن از دور عالم مشہور است ودر تفسیر آں قدر نکات وعجائب بیان کردہ کہ در ہیچ تفسیر دیدہ نشد در نظم ونثر کمال مہارت داشتہ علی الخصوصی در انشائے محمدؐ (کذا) ایں چند بیت از ذہن مستقیم اوست ؎

چو من زبادۂ شوق تو مست و بے خبرم
ہمہ جمال تو بینم بہر چہ مے نگرم
تو بر حجاب کہ خواہی فرو گزار کہ من
نبعمرۂ کہ زنم صد حجاب رابدرم

یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ یہ غزل جس کا مطلع اور ایک شعر مخزن الغرائب میں

Marfat.com

درج ہے۔ موجودہ دیوان (طبع نولکشور ۱۲۸۸ھ) میں صفحہ ۵۶ پر پائی جاتی ہے جس کے کل سات اشعار ہیں۔ یہی غزل مولانا کی تصنیف معارج النبوۃ (مقدمہ فصل اول تحید اول) میں پوری کی پوری درج ہے۔ اس طرح موجودہ دیوان کو مولانہ معین الدین کی طرف منسوب کرنے کے لیے ہمیں یہ پہلا مگر یقینی سراغ ملتا ہے۔ دوسرے

۲۔ معین فراہی ہے جن کے لیے منقول ہے:

"معین فراہی راست ؎

مگر فصل بہار آمد کہ عالم سبز و خرم شد
مگر وصل نگار آمد کہ دل با عیش ہمدم شد

دیوان میں رجوع کرنے سے علم ہوتا ہے کہ یہ پندرہ شعر کی غزل ہے اور صفحات ۲۲، ۲۳ پر ملتی ہے۔ اس غزل کے آٹھ شعر مع مطلع بالا کتاب معارج النبوۃ (رکن اول (باب ہفتم، فصل چہارم) میں ملتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ معین فراہی اور مولانا معین الدین ہروی ایک شخص ہیں۔ نیز یہ کہ موجودہِ دیوان کے بھی یہی مالک ہیں۔ تیسرے ملا معینی ہیں۔ ان کے متعلق مخزن الغرائب میں تحریر ہے:

۳۔ "ملاّ معینی درزمان اکبر بادشاہ بودہ ہست ؎

اگر از خواب غفلت سر بر آری آں زماں بینی
کہ خورشید تجلی بر در و دیوار مے تابد"

دیوان میں یہ غزل صفحہ ۳۵ پر ملتی ہے جس کے چودہ بیت ہیں۔ اس غزل میں بالا بھی موجود ہے۔ اس فرق کے ساتھ کہ قافیہ میں "در و دیوار' دل بیدار" ہے۔ اس غزل کا مطلع ہے ؎

چناں از روزنِ دل نور آں دلدار مے تابد
کہ خورشید جمالش از در و دیوار مے تابد

Marfat.com

یہ مطلع کتاب معارج النبوۃ در کن دوم، باب سوم، فصل سوم صفحہ ۶۷ طبع نولکشور میں بھی ملتا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ملا معینی اور مولانا معین الدین ایک ہی ہستی ہیں۔ مولانا جیسا کہ دیوان اور ان کی دیگر تصانیف سے معلوم ہوتا ہے اپنا تخلص دونوں طرح لاتے ہیں۔ اس غلط خیال کی کہ وہ اکبر عہد میں تھے تردید کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ اس کے متعلق صحیح اطلاع گزشتہ صفحات میں دی جا چکی ہے۔

ذیل میں تذکرہ حسینی اور تذکرہ روز روشن کے انتخاب یہ اشعار جو خواجہ معین الدین چشتیؒ کی طرف منسوب کیے گئے ہیں پیش کرتا ہوں ؂

زپیش خویش برافگن نقاب دعویٰ را
بہ بیں بدیدۂ صورت جمال معنیٰ را
بحق اوکہ بہ کونین دیدہ نکشایم
کہ تانخست نہ بینم جمالِ مولارا
اگر دو آتش عشقت بسوختم چہ عجب
کہ کوہ تاب نیا ورد یک تجلی را
معین بچشم خرد حُسنِ دوست نماید
بہ بیں بدیدۂ مجنوں جمالِ لیلیٰ را

دیوان میں اس غزل کے سات شعر ہیں اور صفحہ ۵ پر ملتی ہے۔ لیکن اس غزل کا دوسرا شعر یعنی "بحق اوکہ بکونین" الخ کتاب معارج النبوۃ رکن اول باب سوم فصل دوم لطیفہ رابع عشرہ کے تحت میں مندرج ہے اور دوسرا شعر کتاب اعجاز موسوی (صفحہ ۲۲۹ عمدۃ المطابع ۱۲۷۲ھ) میں ملتا ہے اور ظن غالب یہی ہے کہ یہ غزل مولانا معین الدین کی ہے۔

تذکرہ روز روشن از منظفر حسین صبا صفحہ ۶۳۸۔۶۴۰ طبع ۱۳۱۶ھ اس تذکرہ میں خواجہ معین الدین چشتیؒ کے دیوان سے جو اشعار منتخب ہوئے ان میں ایک شعر یہ ہے

ایں چہ نور است کہ بر کون مکاں تافتہ است

Marfat.com

نور عشق است کہ از مطلع جاں تافتہ است

دیوان میں یہ نو اشعار کی غزل ہے اور صفحہ ۹ پر ملتی ہے۔ کتاب معارج النبوۃ (مقدمہ۔ فصل اول، تحمید عاشر) میں اس غزل کے سات اشعار مع مطلع درج ہیں اور سب سے اہم یہ امر ہے کہ مصنف نے غزل کی ابتدا میں دعویٰ کیا ہے کہ یہ میری غزل ہے۔ چنانچہ اس کے الفاظ ہیں:

''العبد الضعیف نور اللہ''

یہ غزل ہمیں مصنف کی اپنی شہادت پر معارج النبوۃ کے مصنف مولانا معین کی طرف منسوب کرنا چاہئے نہ کہ خواجہ معین الدین چشتیؒ کی طرف۔

درونِ قصر دل دارم یکے شاہے کہ گہ گاہے
زَ دِلِ بیروں زند ضیعہ بہ بحر و بر نمے گنجد

دیوان میں اس غزل کے گیارہ شعر ہیں اور صفحہ ۲۵ پر ملتی ہے اور مطلع یہ ہے۔

مرا در دل بغیر از دوست در نمے گنجد
بخلوت خانہ سلطاں کسے دیگر نمے گنجد

معارج النبوۃ (رکن اول، باب ہفتم، فصل سیزدہم لطیفہ الثانیہ) میں اس غزل کے چار شعر مصنف نے لکھے ہیں جن میں شعر بالا بھی موجود ہے۔

راہ بکشائے کہ دل میل بہ بالا دارد
پردہ برگیر کہ جاں عزم تماشا دارد

دیوان میں صفحہ ۲۹ پر یہ غزل ملتی ہے جس کے نو شعر ہیں۔ معارج النبوۃ مقدمہ۔ فصل سوم (الفت التاسع) کے خاتمہ پر کامل غزل مرقوم ہے۔

Marfat.com

اندر آئینہ جاں عکس جمالے دیدم
ہمچو خورشید کہ در آب زلالے دیدم

دیوان میں صفحہ ۴۸ پر یہ غزل ہے جس میں کُلُّہم نو شعر ہیں۔ اس غزل کے نو شعر مع مطلع معارج النبوۃ رکن اول، باب ہفتم، فصل یازدہم، لطیفہ خامسہ کے اختتام پر موجود ہیں۔

صفات وذات چو از ہم جدانمے بینم
بہرچہ می نگر جز خدا نمے بینم

یہ آٹھ ابیات کی غزل ہے اور دیوان میں صفحہ ۵۲ پر ملتی ہے۔ معارج النبوۃ میں رکن سوم، باب چہارم فصل بست وچہارم صفحہ ۲۱۹ (نولکشور) پر اس غزل کے چھ شعر مع مطلع ومقطع مرقوم ہیں۔

میں بخوف طوالت مضمون روز روشن کا مطالعہ ختم کرتے ہوئے گزارش کرتا ہوں کہ اس تذکرہ کے اشعار کا مولانا معین الدین کی تصانیف میں پایا جانا دلیل ہے اس دعویٰ کی کہ یہ اشعار مولانہ معین الدین کے ہیں یا کہ خواجہ معین الدین چشتیؒ کے۔

اب میں صرف ان اشعار کا ذکر کروں گا جو دیوان اور معارج النبوۃ میں عام ہیں۔ اور ان میں سے بھی وہی اشعار لوں گا جن کے مصنف ہونے کا مولانا معین الدین کو دعویٰ ہے

چشم بکشائے کہ آفاق پر از نور خدا ست
خالی از نورِ خدا در ہمہ آفاق کجا ست

دیوان میں صفحہ ۷ پر یہ غزل ہے اور سات اشعار کی ہے۔ اس غزل کے تین شعر معارج النبوت میں مقدمہ فصل اول (تحمید الطابع) میں پائے جاتے ہیں مصنف ان کی ابتدا میں لکھتا ہے "لعبد الضعیف"

Marfat.com

آتشے افروخت عشق و جسم و جان من بسوخت
گفتم آہے بر کشم کام وزبان من بسوخت

اس غزل کے گیارہ ابیات ہیں اور دیوان میں صفحہ ۱۱-۱۲ پر ملتی ہے۔ اس غزل کے نو شعر مع مطلع کے معارج النبوت میں مقدمہ فصل اول تحمید العاش کے خاتمہ پر موجود ہیں۔ ان کے واسطے مصنف لکھتا ہے "لمولفہ غفر اللہ لہ"

یہی غزل اس تصنیف کے رکن اول، باب ہفتم، فصل ہشتم کے اختتام پر پھر پائی جاتی ہے۔ جس میں آٹھ شعر ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ غزل مصنف کو بہت مرغوب تھی۔ کیونکہ وہ اس کی دوسری تصنیف اعجاز موسوی میں پھر دہرائی گئی ہے۔ جہاں صفحہ ۹۷-۹۸ پر ملتی ہے۔ اور مصنف ابتدا میں لکھتا ہے "چنانچہ فقیر گوید" اسی غزل کے چھ بیت اسی اعجاز موسوی میں صفحہ ۴۶ پر پھر پائے جاتے ہیں۔ جس نے دعویٰ کیا ہے۔ "ابیات لمؤلفہ"

آتشے آمد پدید و جسم و جاں یکسر بسوخت
در درون سینہ ام چوں عود در مجمر بسوخت

اس غزل کے سات شعر ہیں اور دیوان میں صفحہ ۱۲-۱۳ پر ملتے ہیں۔ اعجاز موسوی میں پوری غزل صفحہ ۹۶ پر موجود ہے اور مصنف کا اس کے لیے دعویٰ ہے۔ "لمولفہ فی ہذا المعنیٰ"

کسیکہ عاشق و معشوق خویشتن ہمہ اوست
حریف خلوت و ساقی انجمن ہمہ اوست

یہ گیارہ شعر کی غزل ہے اور دیوان میں صفحہ ۱۳ پر نظر آتی ہے۔ معارج النبوت میں مقدمہ فصل اول تحمید الثامن کے آخر میں تمام غزل مرقوم ہے اور "لمولفہ" مصنف کا دعویٰ ہے۔

یا رب ایں صورت کہ در ہرات جاں بید است کیست
آنچناں بودے دریں پردہ نہاں بید است کیست

Marfat.com

دیوان میں صفحہ ۱۴ پر سات شعر کی یہ غزل ہے۔ اعجاز موسوی میں یہی غزل صفحہ ۲۵۹ پر موجود ہے۔ اس کے ابتدا میں صاحب کتاب ''للمولفہ'' کہہ کر اپنی غزل مانتا ہے۔

حمد یکہ ہمچو بحر کرم بیکراں بود
حمد یکہ شکر نعمت ہر در جہاں بود

دیوان میں صفحہ ۱۶۔۱۹ پر یہ حمد یہ قصیدہ ملتا ہے جس میں ایک کم پچاس اشعار ہیں۔

یہ تمام قصیدہ معارج النبوت' مقدمہ' فصل اوّل' تحمید الثانی' عشرہ میں پورا موجود ہے۔ اس کی ابتدا میں صاحب معارج کے الفاظ ہیں ''حال مئولفا لکتاب ختم اللہ امالہ بالرشد والصواب''

اسی قصیدہ کے چند اشعار اعجاز موسوی کے صفحہ ۵۸ پر نظر آتے ہیں اور ان کی ابتدا میں مصنف کا دعویٰ ہے۔ ''چنانچہ فقیر بگوید''

چشم بکشائے کہ دیدار خدا جلوہ نمود
دیدہ شو یکسر و بند درگفت و شنود

یہ چودہ شعروں کی غزل صفحہ ۲۳ پر دیوان میں ملتی ہے۔ فصل پنجم باب دوم رکن اوّل معارج النبوت میں اس غزل کے چار اشعار ہیں۔ جن کے واسطے مصنف کہتا ہے'' چنانچہ معین دیوانہ تو گوید'' اس غزل کے بارہ شعر مع مطلع و مقطع اس کتاب کی تحمید الخامس فصل اوّل مقدمہ میں مرقوم ہے۔

وقت آنست کہ دِل واقفِ اسرار شود
جائے آنست کہ جان طالبِ دیدار شود

دیوان میں صفحہ ۲۷ پر یہ غزل ہے۔ اس میں ۳۱ ابیات ہیں۔ اس غزل کے سات شعر معارج النبوت' رکن اوّل' باب دوم' فصل پنجم میں آتے ہیں۔ ابتدا میں مئولف گویا

Marfat.com

ہے۔ ''چنانچہ معین دیوانہ تو گوید''۔ اسی غزل کے پانچ شعر مطلع معارج النبوت (مطبوعہ) میں رکن سوم، باب چہارم، فصل بست و چہارم اور لطائف و اشارات صفحہ ۲۱۹ پر پائے جاتے ہیں۔ اور حسب معمول شاعر ابتدا میں کہتا ہے۔ ''چنانچہ فقیر تو گوید''

نغمۂ عشق کزاں سوئے جہاں مے آید

بمشام دلم از عالمِ جاں مے آید

یہ صفحہ ۳۴-۳۵ پر دیوان میں سترہ ابیات کی غزل ہے۔ اسی غزل کے چھ بیت مع مطلع فصل پنجم، باب دوم، رکن اول معارج النبوت میں نظر آتے ہیں۔ ان کے لیے مصنف گویا ہے۔ ''چنانچہ فقیر گوید مولوی معین''

اگر بے پردہ نتوانی کہ بینی پرتو ذاتش

بذرات جہاں بنگر کہ ہر زرا است مرآتش

یہ دیوان میں صفحہ ۴۳ پر سات بیتوں کی غزل ہے۔ معارج النبوت، رکن اوّل، باب دوم، فصل پنجم میں اس کے دو شعر ملتے ہیں اور یہی اشعار مقدمہ فصل دوم، مناجات الثالثہ معارج النبوت میں بھی نظر آتے ہیں۔ یہاں شاعر کہتا ہے۔ ''لمؤلفہ''

بیا در بزم او ادنیٰ یکے حرفے زمن بشنو

وزاں اسراء ما اوحیٰ یکے طرزے سخن بشنو

یہ سات شعروں کی غزل دیوان میں صفحہ ۷۸ پر آتی ہے۔ معارج النبوت (مطبوعہ) میں رکن سوم، باب چہارم، فصل دوم، صفحہ ۱۰۷ پر اس کے چھ شعر پائے جاتے ہیں۔ اور مصنف ان کے لیے ''لمؤلفہ'' کا لفظ استعمال کرتا ہے۔

از مطلع دل زد علم یک لمع از رُخسارِ اُو

شعر ذرّہ ذرّہ ہستیم در پردہ انوار اُو

صفحہ ۷۶ پر دیوان میں یہ پندرہ ابیات کی غزل ملتی ہے۔ مقدمہ معارج النبوت فصل

Marfat.com

اوّل، تحمید ثانی کے خاتمہ میں اس کے دس شعر موجود ہیں جن کو مؤلف نے ''لمؤلفہ'' کے ذیل میں درج کیا ہے۔ اس غزل کے تین شعر اس کتاب کے رکن اوّل، باب سوم، فصل دوم کے اختتام پر پائے جاتے ہیں جن کے شروع میں مولانا معین فرماتے ہیں۔ ''وفقیر ترا دریں باب معنے بخاطر گزشتہ چنانچہ فقیر تو گوید''

ہستی طلیعہ ایست ز نور وُجودِ اُو
کونین شبنمے است زدریائے جودِ اُو

دیوان میں صفحہ ۸۰۔۸۱ پر یہ غزل درج ہے جس کے گیارہ بیت ہیں۔ معارج النبوت میں (مقدمہ، فصل اوّل، تحمید السادس کے خاتمہ میں) یہ پوری غزل درج ہے اور ابتدا میں ''لمؤلفہ'' آتا ہے۔

پیش ازاں کا ستاد فطرت فرش ایواں ساختہ
پایۂ قدرت فراز کون امکاں ساختہ

یہ غزل دیوان میں صفحہ ۸۱ اور ۸۲ پر ملتی ہے جس میں پندرہ اشعار ہیں۔ معارج النبوت کے مقدمہ فصل دوم، نعت دوازدہم میں اس غزل کے نو شعر نظر سے گزرے ہیں۔ مصنف ان کے متعلق کہتا ہے۔ ''قال مؤلف الکتاب صدی اللہ طریق الصواب فی لغت''

اس سے زیادہ مثالیں بہم پہنچانا قارئینِ کرام کی زحمت کا موجب ہوگا ورنہ بیسیوں اور ایسی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں جن میں مولانا معین الدین کے ہاں اور موجودہ دیوان میں وہی اشعار موجود ہیں بلکہ بعض وقت پوری پوری غزلیں عام ہیں۔ جب اس دیوان کی اس قدر غزلیں مولانا معین الدین کی ثابت ہوئی ہیں تو کیا وجہ ہے کہ ہم باقی غزلوں کو مولانا کی زادۂ طبع نہ مانیں اور کل دیوان کو انھیں کی طرف منسوب نہ کریں جس کے حقیقت میں وہ جائز مستحق ہیں۔

Marfat.com

آستانہ عالیہ

درگاہ خواجہ کی اہمیت ایک زمانہ تھا جب جلیل القدر بادشاہ آپ کی چوکھٹ پر سر رکھتے تھے۔شہنشاہ اکبر کئی مرتبہ آگرہ سے پیدل اجمیر گیا۔اس بادشاہ نے آگرہ سے اجمیر تک سارے راستے میں جگہ جگہ باغات لگوائے تھے اور کنوئیں تعمیر کرائے تھے۔اکبر نے کئی عمارتیں بھی تعمیر کرائیں۔اجمیر ایک معمولی بستی تھی۔اکبر نے محلات اور باغات کی تعمیر سے اسے ایک غیر معمولی شہر بنا دیا۔درگاہ اجمیر شریف کی کئی عمارتیں اکبر کے عہد کی یادگار ہیں۔ اسی طرح جہانگیر اور شاہجہاں بھی حضرت کے آستانہ پر حاضری دیا کرتے تھے۔

انگریزی دور میں انگریز حکمران بھی آپ سے عقیدت رکھتے تھے۔چنانچہ جب کبھی ہندوستان میں کوئی نیا وائسرائے آتا' وہ آپ کے روضۂ اقدس پر ضرور حاضر ہوا کرتا تھا اور نہایت عقیدت و محبت کا اظہار کرتا تھا۔ہندوستان کے والیانِ ریاست بھی بلا امتیاز مذہب و ملّت آپ کے روضہ پر عقیدت کے طور پر حاضر ہوا کرتے تھے۔

اکثر بڑے بڑے اولیائے کرام نے آپ کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہو کر ولایت کے درجے طے کیے۔غیر مسلموں کے دل میں بھی حضرت کے آستانِ عالی مقام کا بہت احترام ہے۔اور آج بھی ہزاروں کی تعداد میں غیر مسلم وہاں حاضر ہو کر عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔غرض خواجہ اجمیریؒ جس طرح اپنی زندگی میں عوام خواص اور سلاطینِ ہند کے مرکز عقیدت تھے اسی طرح وصال کے بعد بھی مسجودِ خلائق ہیں۔ہر سال لاکھوں عقیدت مند ہدیہ عقیدت پیش کرنے کے لیے عُرس شریف کے موقعہ پر اجمیر پہنچتے ہیں یہ عُرس ۶ رجب کو بڑی شان و شوکت سے منایا جاتا ہے۔

اجمیر کی تاریخ اجمیر کا شہر آگرہ کے مغرب میں تاراگڑھ کی پہاڑیوں کے دامن میں ایک خوبصورت وادی میں واقع ہے۔ پہاڑی کی چوٹی پر اکبر کا بنایا ہوا قلع ہے گرد فصیل

Marfat.com

ہے۔ جس میں پانچ دروازے ہیں۔ راجپوت راجاؤں کے بیٹوں کی تعلیم کے لیے انگریزی دور میں یہاں ایک کالج کھلا تھا۔ انگریزوں کے زمانے میں راجپوتانہ میں اجمیر، مارواڑ کے صوبے کا صدر مقام تھا۔

اجمیر ہندوستان کا نہایت قدیم اور تاریخی شہر ہے۔ تاریخوں سے پتہ چلتا ہے کہ اس شہر کی بنیاد ۲۰۲ بکرمی یعنی دوسری صدی عیسوی میں راجہ اجے پال نے رکھی۔ اس وقت یہ شہر موجودہ مقام پر نہ تھا۔ بلکہ اس مقام سے جنوب مغرب میں پہاڑوں کے اندر بسایا گیا تھا۔ چنانچہ آج بھی ان جگہوں پر قدیم اجمیر کے کھنڈر ملتے ہیں اور کھدائی کرنے سے وہاں ایسی اشیاء دستیاب ہوئی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ یہاں کوئی شہر آباد تھا۔ یہی قدیم آبادی بتدریج دو چار میل کے گردونواح میں تبدیل ہوتے ہوتے اپنی اصل جگہ سے ہٹتی چلی گئی ۔ چنانچہ اجمیر سے آٹھ کوس کے فاصلے پر مغرب اور شمال میں اجیر آباد نام ایک بستی آج بھی موجود ہے جو زمانہ قدیم میں بڑا شہر تھا۔ قدیم تاریخوں میں اجمیر کے کئی اور نام بھی بتائے گئے ہیں۔ مثلاً جہانگیر، جیراگ، جیمیر، آدمیر اور جلوپور۔

راجہ اجے پال نے کوہ اردلی کے دامن میں اجمیر کی بستی بسائی اور اسے اپنا پایہ تخت قرار دے کر ایک مستقل سلطنت قائم کی۔ یہ راجہ اصل میں ریاست انہل پور کا راجہ تھا جس کا پائے تخت پٹن گجرات میں تھا۔ انہل پور کی ریاست کنشک کے خاندان کی باجگزار تھی۔

بکرماجیت کے زمانہ میں (۳۷۵ تا ۴۱۳ء) اجمیر اس کے زیر اثر تھا اور اجمیر کا الگ راجہ تھا۔ جب ہن قوم نے وسط ایشیا سے حملہ کر کے ہندوستان کو پامال کرنا شروع کیا اور سارے پنجاب اور راجپوتانہ پر وہ لوگ چھا گئے تو اجمیر کے راجہ نے بھی ان کی اطاعت قبول کر لی۔ ساتویں صدی عیسوی میں اجمیر چوہان راجاؤں کے قبضہ میں تھا جو گوجروں کے زیر اثر تھے تاہم ایک آزاد ریاست تھی اور تاریخوں سے پتہ چلتا ہے کہ اجمیر ایک مستقل سلطنت کا پائے تخت تھا۔

دسویں صدی میں سلطان محمود سبکتگین نے ہندوستان پر حملہ کیا۔ اس کے بعد سلطان

Marfat.com

محمود غزنوی نے پے در پے حملے کیے۔ ۱۰۰۱ء میں اس نے پنجاب کے راجہ اجے پال کو عظیم الشان شکست دی۔ راجہ گرفتار ہوا پھر اس نے خودکشی کر لی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا انند پال تخت نشین ہوا۔ اس نے باپ کا بدلہ لینے کے لیے اجین، گوالیار، کالنجر، قنوج، دہلی اور اجمیر کے راجاؤں کی متحدہ طاقت کے بھروسے مقابلہ کی تیاریاں کیں۔ اس وقت بھی اجمیر ایک مستقل حکومت کا پایۂ تخت تھا۔

گیارھویں صدی عیسوی میں مبیل دیو اجمیر کا راجہ تھا (اسی راجہ کے نام پر اجمیر میں تالاب مبیلہ اب بھی موجود ہے۔) اس کے عہد میں اجمیر ایک زبردست ریاست بن گئی تھی۔ اسی راجہ کے عہد میں (۱۰۲۴ء) میں محمد غزنوی نے سومنات پر حملہ کیا۔ اسی موقعہ پر اجمیر کے مقام پر بھی محمود کی جنگ ہوئی جس میں راجہ مبیل دیو قید ہو گیا۔ جب اس نے اسلام قبول کر لیا تو محمود نے اسے اس کا علاقہ واپس دے دیا۔ مگر راجہ گوشہ نشین ہو گیا۔ چنانچہ محمود نے سالار ساہو کے اجمیر کا حاکم بنایا۔ اس واقع کے بیس برس بعد پھر راجپوتوں نے طاقت پکڑ لی اور انھوں نے مسلمان گورنر کو مار ڈالا۔ پھر مبیل دیو کے چھوٹے بھائی آنا دیو کو اجمیر کے تخت پر بٹھا دیا۔ اجمیر میں تالاب آنا ساگر اسی راجہ کے نام سے مشہور ہے۔

آنا دیو کے بعد پرتھوی راج یا رائے پتھورا تخت نشین ہوا۔ یہی وہ راجہ ہے جس کے عہد میں اجمیر نے بہت زیادہ ترقی کی اور رونق پائی۔ اسی کے عہد میں قلعہ تاراگڑھ کی نامکمل عمارت تعمیر ہوئی۔ اس قلعہ کی بنیاد راجہ اجے پال نے رکھی تھی اور پرتھوی راج نے اسے سنگ سرخ سے مکمل کیا۔ اس زمانے میں اس قلعے کے مقابل کا کوئی قلعہ نہ تھا۔ آج بھی قلعے کے کھنڈر اس بات کے شاہد ہیں۔

پرتھوی راج کے عہد میں شہاب الدین غوری نے ہندوستان پر حملہ کیا اور جنگ تراوڑی میں دوسری مرتبہ (۱۱۹۱ء) پرتھوی راج اور اس کے ساتھ عام ہندو راجاؤں کو زبردست شکست دی اور اجمیر اپر اسلامی جھنڈا لہرا دیا۔ پھر اجمیر کو پایۂ تخت دہلی کا صوبہ بنا دیا۔ مگر صرف سال بھر کے بعد اجمیر کا سابق چوہان خاندان اس پر قابض ہو گیا۔

Marfat.com

روضہ اور دیگر عمارات درگاہ خواجہ کی پہلی عمارت خواجہ اجمیریؒ کا روضہ جو خواجہ حسین ناگوریؒ نے غیاث الدین خلجی کے عہد میں بنوایا۔ روضہ کی تعمیر ۹۳۹ء میں مکمل ہوئی۔

خواجہ حسین ناگوری خواجہ اجمیریؒ کے خلیفہ صوفی حمید الدین ناگوریؒ کی اولاد سے تھے۔ روضہ کی تعمیر سے پہلے آس پاس غیر آباد جنگل تھا اور ہر وقت درندے پھرتے رہتے تھے۔ مگر خواجہ حسین یہیں قیام فرماتے تھے۔ پھر ایک موقع پر غیاث الدین خلجی کی مدد پا کر روضہ مبارک تعمیر کرایا۔ روضہ کی غربی دیوار میں سنگ مرمر کی جالی پر یہ تاریخ کندہ ہے۔

از پئے تاریخ نقش گنبد خواجہ معین　　　گفت ہاتف گو معظم قبۂ عرش بریں

گنبد کے اوپر نقاشی کی گئی ہے اور چاروں طرف چھوٹی چھوٹی سنہری کلیاں لگی ہیں۔ اندر لاجودی اور سنہری کام کیا گیا ہے۔ چھت میں کاشانی مخمل کی چھت گیری لگی ہے جس کے چاروں طرف سنہری قمقے آویزاں ہیں۔

مزار مبارک بیش قیمت سنگ مرمر کا بنا ہے جس پر سنگ طلائی، فیروزہ یشب اور دیگر قیمتی پتھروں کی پچی کاری ہے۔ چھپر کھٹ کے گرد چاندی کا کٹہرا لگا ہوا ہے۔ پہلے یہ کٹہرہ سونے کا تھا جو ۱۰۲۵ھ میں جہانگیر نے نذر کیا تھا۔

اس کٹہرے سے دو فٹ کے فاصلے پر دوسرا کٹہرہ جو ریاست جے پور کے راجہ جے سنگھ نے بنوایا۔

روضے کا فرش سنگ مرمر کا ہے جس پر سنگ موسیٰ کی پچی کاری ہے گنبد کے دو دروازے ہیں اور دائیں بائیں دو حجرے ہیں۔ ایک دروازہ میں کواڑوں کی جوڑی جڑی ہوئی ہے جو اکبر چتوڑ سے لایا تھا۔ اس جوڑی پر یہ شعر کندہ ہے۔

رکھے ہمیشہ تیغ تیری کار کفر تباہ　　　بحق اشہد ان لا الہ الا اللہ

اس دروازے سے آگے روضے کا جو دروازہ بیگمی دالان میں ہے اس کی دیوار پر یہ اشعار لکھے ہیں:-

Marfat.com

بیا کہ کعبہ اہل دل است خواجہ معین — طواف مرقدِ اولیٰ کنند شاہ و گدا

زارہ صدق درآور مقامِ خواجہ معین — کہ ہست روضۂ پاکش چو جنت الماویٰ

دروازہ کے شمالی رخ ایک بہت بڑا ازرد عقیق یمنی جڑا ہے اور گنبد کے دونوں دروازوں میں نیز بہشتی دروازہ میں بھی کواڑوں کی جو جوڑیاں چڑھی ہیں ان پر چاندی کے پتر منڈھے ہوئے ہیں۔ درگاہ شریف کے تین احاطے ہیں۔ پہلے احاطہ میں نقارخانہ عثمانی، نقارخانہ شاہجہانی اور اکبری مسجد واقع ہے۔

دوسرے احاطہ میں بلند دروازہ (بہ دیگہائے کلاں وخورد) محفل خانہ، حوض شاہی (مع یادگار ملکہ میری) اور حجرے۔

تیسرے احاطہ میں مسجد صندل خانہ، روضہ منورہ معہ بیگمی دالان اور بہشتی دروازہ و مجر حور النسا بیگم و چلہ شیخ فریدالدین گنج شکرؒ و بی بی حافظ جمال، اولیا مسجد، جامع مسجد شاہجہانی، کرناٹکی دالان، مزار نظام سقہ، لنگر خانہ، جھالر، احاطہ چار یار، مزار خواجہ حسین اجمیریؒ، خانقاہ مقبرہ شاہ قلی خاں۔

نقارخانہ عثمانی | یہ نقارخانہ عثمان علی خاں والئی دکن نے تعمیر کرایا۔ دروازہ کے اوپر ایک بارہ دری ہے جس میں نوبت خانہ ہے اور دن میں پانچ وقت نوبت بجتی ہے۔

نقارخانہ شاہجہانی | یہ نقارخانہ ۱۰۴۵ھ میں شاہجہان نے تعمیر کرایا۔ اس کا دروازہ سرخ سنگ کا ہے۔ اندر اور باہر سنگ مرمر کا فرش ہے۔ دروازہ پر بارہ دری ہے جس میں نوبت خانہ ہے۔ جس میں مقررہ اوقات پر نوبت بجتی ہے۔

اکبری مسجد | یہ مسجد نقارخانہ شاہجہانی سے مغرب کی طرف ایک اونچی کرسی پر واقع ہے اکبر نے ۹۷۸ھ میں سنگ سرخ سے بنوائی۔ دونوں بازوؤں پر سنگ مرمر کے خوبصورت مینار ہیں۔ صحن میں حوض ہے۔

بلند دروازہ | سنگ سرخ کا یہ دروازہ خلیجوں کے عہد کی تعمیر ہے جو ۷۵ فٹ بلند ہے۔

Marfat.com

محراب میں تین طلائی قمقمے آویزاں ہیں۔ چھتریاں اور بُرجوں کی سنہری کلیاں بھی لگی ہیں۔ فرش میں سنگ مرمر اور سنگ اسود کے چوکھٹے ہیں۔

دیگ کلاں یہ دیگ بلند دروازہ کے قریب مغرب میں نصب ہے۔ اکبر نے چتوڑ فتح کرنے کے بعد ۹۷۶ھ میں آستانہ عالیہ پر حاضری دی اور ایک مانی ہوئی فت کے مطابق یہ دیگ نصب کرائی۔ جس کا محیط اور پیٹا تقریباً ساڑھے تیرہ گز ہے۔ اس دیگ میں سو۱ من چاول پکائے جاسکتے ہیں۔

دیگ خورد یہ دیگ جہانگیر نے ۱۰۲۲ھ میں نصب کرائی۔ اس میں قریباً ساٹھ من کھانا تیار ہوسکتا ہے۔

محفل خانہ یا سماع خانہ یہ محفل خانہ ۱۸۹۱ء میں تعمیر ہوا۔ چھیالیس فٹ مربع کا وسیع ہال ہے۔ جس کے چاروں طرف چودہ فٹ چوڑی غلام گردش ہے۔ عُرس کے دنوں میں یہاں محفل منعقد ہوتی ہے۔

مسجد صندل خانہ بعض کا خیال ہے کہ یہ مسجد ۸۵۹ھ میں سلطان محمود خلجی نے تعمیر کرائی اور بعض کہتے ہیں کہ ۱۶۱۰ء میں جہانگیر نے بنوائی۔ یہ مسجد روضہ شمالی دیوار سے ملحق ہے۔ چونکہ اس مسجد میں خواجہ صاحبؒ کے مزار کے لیے صندل گھسا جاتا ہے۔ اس لیے اسے مسجد صندل خانہ کہتے ہیں۔

اس مسجد کے شمال میں ایک احاطہ ہے جس میں چنبیلی کے درخت ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ خواجہ صاحب کی دونوں ازواج یہاں مدفون ہیں۔

حجرہ فرید شکر گنجؒ یہ حجرہ مسجد صندل خانہ کے نیچے واقع ہے اور مسجد کی پشت پر اس کا دروازہ ہے۔ حجرے میں دور تک تہ خانے بنے ہیں۔ خواجہ صاحبؒ کے مزار خام کا یہی راستہ ہے۔ حجرے کا دروازہ ہمیشہ مقفل رہتا ہے۔ صرف ۵ محرم کو کھولا جاتا ہے۔

بہشتی دروازہ احاطہ نور کے مغربی دروازے کا نام بہشتی دروازہ ہے جو جامع مسجد کے

Marfat.com

بالمقابل ہے۔ یہ دروازہ ہمیشہ مقفل رہتا ہے۔ صرف عرس کے ایام میں یکم سے ۶ رجب تک کھلا رہتا ہے۔ یا عاشورہ محرم میں کھولا جاتا ہے۔ کہتے ہیں جو شخص سات مرتبہ اس دروازے سے گزرے وہ جنت میں جائے گا۔

مجحر حور النساء بیگم حور النساء بیگم شاہجہان کی بڑی لڑکی تھی جس نے ۱۰۲۵ھ میں اجمیر میں وفات پائی۔ اور یہیں دفن ہوئی۔ اس قبر پر سنگ مرمر کا مقبرہ ہے جو روضہ کی غربی دیوار سے ملحق ہے۔

مجحر بی بی حافظ جمال بی بی حافظ جمال حضرت خواجہ صاحبؒ کی صاحبزادی تھیں۔ ان کی قبر روضہ کی جنوبی دیوار سے ملحق ہے۔ مزار پر سنگ مرمر کا تعویذ ہے۔ اس مزار کے سامنے دو چھوٹی چھوٹی قبریں ہیں۔ یہ آپ کے دو صاحب زادوں کی قبریں ہیں جو صغر سنی ہی میں وفات پا گئے۔

جامع مسجد شاہجہانی یہ جامع مسجد درگاہ کے اندر واقع ہے۔ اور روضہ سے مغرب کی طرف بہشتی دروازہ کے سامنے ہے۔ ''مونس الارواح'' میں شاہجہان کی لڑکی جہاں آرا لکھتی ہے کہ یہ مسجد بادشاہ نے اپنے جلوس کے دسویں سال (۱۶۳۸ء میں) تعمیر کرائی جو چودہ سال میں مکمل ہوئی۔ مسجد ۱۴۸ فٹ لمبی اور ۲۵۰ فٹ چوڑی ہے۔ کرسی قریباً ۴ فٹ اونچی ہے۔ اس کے سامنے ایک صحن ہے جو ۱۵۶ فٹ طویل اور ۵۳ فٹ چوڑا ہے۔ صحن کا فرش اور چاردیواری سنگ مرمر کی ہے۔ چہاردیواری میں پانچ دروازے ہیں۔ جمعہ اور عید کی نمازیں اسی مسجد میں ہوتی ہیں اور اجمیر کی تمام مسجدوں میں زیادہ اہم ہے۔

لنگر خانہ ایک چھوٹے سے میدان کے وسط میں ایک سنگین چھتری ہے۔ جہاں شرق رو یہ ایک دالان بنا ہے۔ جو امام باڑہ لنگر خانہ کہلاتا ہے۔ جنوبی سمت دو چولھے پختہ گچکاری کے بنے ہیں۔ ان پر آہنی کڑاؤ رکھے ہیں جن میں صبح وشام لنگر پکتا ہے اور غرباء میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

کرناٹکی دالان روضہ کے جنوبی دروازہ کے سامنے سنگ مرمر کا ایک دلان ہے جو ۱۲۰۷ھ میں تعمیر ہوا۔ اس دالان کے تین دروازے ہیں۔ شام اور دوپہر کو یہاں قوالی ہوتی ہے۔ محراب پر اشعار کندہ ہیں۔

اولیاء مسجد یہ ایک چھوٹی سی سنگ مرمر کی مسجد ہے۔ کہا جاتا ہے کہ خواجہ اجمیریؒ یہاں نماز ادا کیا کرتے تھے۔ اور یہ بھی مشہور ہے کہ پہلے اس جگہ ایک بت خانہ تھا۔ مسجد کے مشرقی اور شمالی صحن میں دالان اور حجرے بنے ہیں۔

صحن چراغ بلند دروازہ کے جنوب میں صحن کے اندر ایک چھتری بنی ہوئی ہے جس میں اشٹ دھات کا ایک قد آدم فتیل سوز زنجیروں سے بندھا ہے۔ یہ فتیل سوز اکبر نے چتوڑ سے لاکر یہاں چڑھایا تھا۔ اسی کے مشرق اور مغرب میں بڑی اور چھوٹی دیگیں نصب ہیں۔ اسی صحن میں ایک زمین دوز راستہ ہے جو فرش کے برابر سنگ پوش ہے۔ چند سیڑھیاں نیچے اتریں تو ایک تہ خانہ ہے جو خواجہؒ کے مزار تک جانے کا راستہ ہے۔

حوض شاہی پانی کا یہ حوض ہر وقت بھرا رہتا ہے تاکہ شاہجہان مسجد کے نمازی یا زائرین روضہ وضو کر کے اندر داخل ہوں۔ اس میں ایک فوارہ بھی لگا ہے۔ حوض پر ایک سنگین بارہ دری تعمیر کی گئی ہے۔ جس پر سنگ مرمر کے چوکھٹے میں یہ الفاظ کشیدہ ہیں۔

"حضور ملکہ معظمہ کوئین ایمپرس میری صاحب کے درگاہ ملاحظہ کرنے کی یادگار میں یہ عمارت تعمیر کرائی گئی۔ مورخہ ۲۲ دسمبر ۱۹۱۱ء"

بیان کیا جاتا ہے کہ ملکہ میری نے اس کی تعمیر کے لیے روپیہ دیا تھا۔

بیگمی دالان یہ دالان گنبد کے مشرقی دروازے کی طرف ہے۔ اور مقبرہ سے ملحق ہے۔ گنبد کا مشرقی دروازہ اسی دالان میں ہے۔ یہ دالان ۱۰۵۳ھ میں شاہجہان کی لڑکی جہاں آرا نے تعمیر کرایا۔ تمام کا تمام سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے۔ فرش سنگِ افشاں اور ابری کا ہے۔ چاروں طرف بلوری جھاڑ اور بجلی کے بلب آویزاں ہیں۔ سارے اندرونی حصہ میں سنہری

Marfat.com

نقش ونگار کیے گئے ہیں۔ کنگروں پر طلائی کلیاں لگی ہیں۔

دلان کے سامنے وسیع احاطہ ہے جس کا فرش سنگ مرمر کا بنا ہے۔ اس کے چاروں طرف سنگ مرمر کا کٹہرہ ہے۔

احاطہ نور روضہ کے جنوب مغرب میں اور قدرے شمال تک ایک احاطہ ہے جس پر چھت نہیں۔ یہ احاطہ نور کہلاتا ہے۔

پاانداز دروازہ احاطہ نور کا جنوبی دروازہ پاانداز دروازہ کہلاتا ہے۔ جس پر سنہری اور رنگین نقش ونگار کیا گیا ہے۔ دروازے کے باہر دونوں طرف بغیر چھت کے دو احاطے ہیں جن کے گرد قد آدم چاردیواری ہے۔ یہ چاردیواری سنگ مرمر سے بنائی گئی ہے جس میں بالعموم پردہ نشین زائرات بیٹھتی ہیں۔ مشرقی احاطہ میں مزار ہیں جو شاہان پانڈو کے بتائے جاتے ہیں۔ احاطہ کے مغربی حصہ میں بھی مزارات ہیں جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ خواجہ اجمیری کے پوتے خواجہ حسام الدین سوختہ کے فرزندوں کے ہیں۔

احاطہ چار یار جامع مسجد شاہجہانی کی پشت پر احاطہ چار یار ہے۔ جس میں بہت سے فقراء کے مزارات ہیں۔ چار یار نام کی وجہ یہ ہے کہ احاطہ میں چاردیواری کے اندر چار مزارات ہیں جن میں چار بزرگ مدفون بتائے جاتے ہیں۔ جو خواجہ اجمیریؒ کے ساتھ آئے تھے۔ اسی احاطہ میں مولانا شمس الدین بھی مدفون ہیں۔ آپ کے مزار پر سنگ مرمر کا چبوترا ہے۔ اس عہد کے مشہور صوفی بزرگ مولانا محمد حسین الہ آبادی بھی یہیں مدفون ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ آپ ایک مجلس سماع میں شریک تھے۔ جب یہ شعر سنا تو وجد کی حالت طاری ہوگئی۔

گفت قدوسی فقیرے درفنا و دربقا
خودبخو آزاد بودی خود گرفتار آمد

اسی حالت وجد میں آپ انتقال فرماگئے یہ واقعہ ۱۳۲۳ کا بیان کیا جاتا ہے۔ اکبر الہ آبادی نے اسی واقعہ کے متعلق یہ اشعار کہے ہیں۔

Marfat.com

سن رہے تھے سماع مولانا اسی حالت میں انتقال ہوا
واہ کیا خوش نصیب تھے حضرت عالمِ وجد میں وصال ہوا

سولہ کھنبہ | سنگ مرمر کا یہ مقبرہ شیخ علاؤالدین نے ۱۰۷۰ھ میں تعمیر کرایا اور وہی اس میں مدفون کیے گئے۔ مقبرہ میں سنگ اسود کی پچی کاری ہے۔ مغربی دیوار پر مسجد کی محرابیں بنی ہیں۔ باقی اطراف میں ستون ہیں۔ سولہ کھنبہ کہلانے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں سولہ کھنبے ہیں۔ فرش پر بھی رنگین پچی کاری ہوئی ہے۔ قبروں کے تعویذ خوش رنگ پتھروں کے ہیں۔ گنبد پر بھی نقش ونگار کیے گئے ہیں۔ ۱۹۰۶ء میں سید غیاث الدین علی خاں سجادہ نشین درگاہ عالیہ بھی یہیں دفن کیے گئے۔ مقبرہ کی شرقی محراب پر ایک کتبہ ہے جس پر تحریر ہے۔

بنائے مقبرہ بنہاد شیخ علاؤ الدین که باد عاقبت اوبخیر ارزانی
جوار مرقد آں شاہباز عرش نشیں که زیر شہپر او بیضۂ مسلمانی
چونکہ دریائے تمام سال رفتہ خرد بگفت روضہ مرتب شمر بآسانی

مقبرہ خواجہ حسین | شاہجہان مسجد کے جنوب میں خواجہ حسین کا مقبرہ ہے۔ اسکے علاوہ دوسرے بزرگوں کے مزارات بھی ہیں۔ 1912ء میں دیوان سیّد امام الدین علی خاں سجادہ نشین درگاہ عالیہ بھی یہیں دفن کیے گئے۔ پھر 1923ء میں دیوان سیّد شرف الدین علی خان سجادہ نشین بھی یہیں مدفون ہوئے۔ اس مقبرہ کی عمارت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ کے طرز پر ہے۔ مزار کے گرد سیپ کا چھپر کھٹ ہے۔ یہ مقبرہ 1047 میں بعہد شاہجان تعمیر ہوا۔ دروازے کی محراب پر یہ قطعہ نصب ہے۔

شد از توجہ ہادئ مرشد معین شہنشہ دوسرا خواجہ معین الدین
بنائے مقبرہ با صفائے خواجہ حسین بلفظ مغز شدہ سال خاتمیت ایں

چھتری | سولہ کھنبہ کے قریب دروازہ کے سروں پر ایک چھتری ہے جسے ایک بالشت کی چھتری کہتے ہیں۔ کیونکہ اس کا عرض ایک بالشت کے قریب ہے۔ اس میں آٹھ دس آدمی

Marfat.com

بیٹھ سکتے ہیں۔

خانقاہ اکبری مسجد کے جنوب میں اور محفل خانہ کی پشت پر ایک بڑا دالان ہے جو خانقاہ کہلاتا ہے۔ رجب کی پانچویں تاریخ کو اسی دالان میں محفل سماع منعقد ہوتی ہے۔

مزار نظام سقہ بیگمی دالان کے احاطہ سے باہر مشرق کی طرف نظام سقہ کا مزار بتایا جاتا ہے۔ نظام سقہ کا نام تاریخوں میں بھی آیا ہے جب ہمایوں شیر شاہ سے شکست کھا کر اپنے پایہ تخت کی طرف بھاگ رہا تھا تو راستہ میں دریائے گنگا عبور کرنا پڑا۔ چنانچہ نظام سقہ سے واسطہ پڑا جس نے اسے اپنی مشک پر بٹھا کر دریا عبور کرایا۔ چنانچہ اس خدمت کے صلہ میں ہمایوں نے اسے نصف دن کے لیے آگرہ کے تخت پر بٹھایا اور اسے تمام بادشاہی اختیارات بھی سونپ دیے۔ نظام نے اپنی مشک کاٹ کر اس کے درم چلائے تھے۔ یہ مزار اسی کا بتایا جاتا ہے۔

قبر کے تعویذ پر بہت عمدہ پھول دار کام کیا گیا ہے۔ سنگِ مرمر کا چبوترا بنا ہے۔ جس کے گرد فرشی جالی دار کٹہرہ ہے۔ اس میں سنگ موسےٰ کی پچی کاری کی گئی ہے اور نہایت خوبصورت بیل بوٹے بنے ہوئے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ ابتدا میں نظام سقہ کا مزار بہت ہی خوبصورت اور جاذب نظر تھا۔ چنانچہ اورنگ زیب درگاہ شریف میں آیا اور نظام سقہ کا مزار دیکھا تو دوسرے مزاروں کی نسبت اسے زیادہ پُرشکوہ دیکھ کر خیال کیا کہ شاید یہی خواجہ اجمیریؒ کا مزار ہے۔ جب اسے حقیقت معلوم ہوئی تو بولا:

''چراغ پیش آفتاب پرتوے ندارد''

چنانچہ اسی دن سے نظام سقہ کے مزار کی تمام آرائشیں منسوخ کرادیں۔

مقبرہ شاہ قلی خاں شہنشاہ اکبر کے عہد میں محمد نقی بخش نام ایک شخص اجمیر کی صوبہ داری اور منصب تین ہزار پانچ صدی سے سرفراز تھا۔ شاہ قلی خاں اس کا خطاب تھا۔ اس نے

Marfat.com

اپنی زندگی میں اپنے لیے یہ مقبرہ تعمیر کرایا مگر وفات آگرہ میں پائی۔ اس لیے یہاں دفن نہ کیے جا سکے۔ البتہ مقبرہ اسی طرح موجود ہے۔

مقبرے کا فرش، دیواریں اور ستون سنگ مرمر کے بنے ہوئے ہیں۔ اور چھت گچکاری کی ہے۔ اس میں نامعلوم اشخاص کے مزارات ہیں۔ ایک مزار کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس میں مرزا عادل مدفون ہیں جو مالوہ میں مرہٹوں کی طرف سے حاکم تھے۔ انھوں نے ۱۷۶۹ء میں وفات پائی۔

دوسرا مزار اسد الملک مرزا عبدالرحیم خاں کا ہے جو ۱۸۰۰ء میں فوت ہوئے۔

جھالرہ درگاہ شریف کے جنوب میں ایک قدرتی جھیل ہے جسے جھالرہ کہا جاتا ہے۔ اس جھیل کے جنوب میں شہر پناہ اور پہاڑ ہے۔ جب کبھی زیادہ بارش ہوتی ہے تو پہاڑوں سے پانی بہہ کر اس جھیل میں آجاتا ہے اور وہ بھر جاتی ہے۔ کہتے ہیں شہر پناہ کے تعمیر ہونے سے قبل محلہ اندر کوٹ کے پہاڑوں کا برساتی نالہ بھی اسی جھیل میں آکر ملتا تھا۔ یہ نالہ شہر پناہ تعمیر ہو جانے کے باعث درگاہ شریف کے سامنے سے ہو کر گزر جاتا ہے۔ جب جھالرہ بھر جاتا ہے تو اس کا پانی درگاہ شریف کی موریوں سے نکل کر بہنے لگتا ہے۔

Marfat.com

چوتھا حصہ

Marfat.com

فرمودات

رموزِ تصوف
سلوک
معرفت
عشق

صحبت کے اثرات
اللہ اور رسول کا حق
پیر کی خدمت
اولیاء و مشائخ
متفرق

احکامِ شریعت اور متفرق مسائل
وضو
طہارت
نماز
خوف و رجا
جہنم
ہنسی اور کھیل
جھوٹی قسم
توکل
آداب

اوراد و ظائف
سورۂ فاتحہ
اوراد
خواجہ اجمیریؒ کا وظیفہ

چیدہ چیدہ احوال وارشادات

خواجہ اجمیریؒ کی حکایات

خواجہ اجمیریؒ کی آخری مجلس

Marfat.com

''دلیل العارفین'' نام کتاب میں آپ کے ملفوظات جمع کیے گئے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ مجموعہ آپ کے مرید اور خلیفہ خواجہ قطب الدین بختیار کا کی رحمتہ اللہ علیہ نے مرتب کیا ہے اور بعض کو اس میں اختلاف ہے۔ سلوک' معرفت اور عشق کے متعلق آپ کے ارشادات اس کتاب سے انتخاب کر کے پیش کیے جاتے ہیں۔

سلوک سلوک کے بارے میں فرماتے ہیں کہ بروز قیامت جب خاص قسم کے عاشقوں کو جنت میں لے جانے کا حکم ہوگا تو وہ عرض کریں گے کہ جنت اسے دی جائے جس نے جنت کے لالچ میں تیری عبادت کی ہو۔ ہمیں جنت نہیں چاہیئے۔ فرمایا جب کسی شخص کو اپنی رضا دے دی جائے تو وہ بہشت کو لے کر کیا کرے گا۔ فرمایا۔ ہو سکے تو پہلے بقا حاصل کرو اگر یہ ممکن نہ ہو تو صلاحیت اور زہد تو ہوا کی طرح ہے جو تم پر چلتی رہتی ہے۔

فرمایا گناہ تمہیں اتنا نقصان نہیں پہنچاتا جتنا مسلمان بھائی کو ذلیل اور بے عزت کرنا۔ فرمایا میں نے اپنے پیرو مرشد شیخ عثمان ہارونیؒ سے سنا ہے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کے ایسے دوست بھی ہیں کہ اگر وہ دنیا میں ان سے ایک دم حجاب میں رہے تو وہ فنا ہو جائیں اور اس کی عبادت نہ کر سکیں۔

فرمایا سلوک میں پہلا راستہ شریعت کا ہے جب چلنے والا اس راستے پر ثابت قدمی سے چلنے لگتا ہے اور اس کے تمام احکام بجا لاتا ہے تو اسے طریقت کا راستہ ملنے لگتا ہے۔ جب اس راستہ پر بھی وہ تمام شرائط اور احکام شریعت کی پیروی اور مطابقت کرتے ہوئے گامزن رہتا ہے تو معرفت کا راستہ ملنے لگتا ہے۔ جب اس پر بھی وہ ثابت قدمی سے چلتا رہتا ہے۔ اس کی اطاعت اور فرمانبرداری میں کوئی غفلت نہیں کرتا تو چوتھے مرتبے کو جا پہنچتا ہے۔ یعنی حقیقت کا راستہ مل جاتا ہے۔

Marfat.com

فرمایا بعض مشائخ نے سلوک کے سو درجے بتائے ہیں جن میں سترہواں درجہ کشف و کرامات کا ہے۔لیکن خواجگانِ چشت نے سلوک کے درجوں کی تعداد پندرہ بیان کی ہے۔ ان میں کشف و کرامات کو پانچواں درجہ حاصل ہے اور اس میں بڑی احتیاط اور ہمت کی ضرورت ہے۔ ورنہ اس سے آگے کا راستہ ملنا مشکل ہو جاتا ہے۔اس راہ میں دنیا و مافیہا کے علاوہ اپنے آپ سے بھی بیزار ہونا پڑتا ہے۔ ورنہ سلوک کی منزل تک نہیں پہنچ سکتا۔اگر ان باتوں کے بغیر سلوک کا دعویٰ کیا جائے تو جھوٹ ہے۔

خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ جنید بغدادیؒ سے دریافت کیا گیا کہ آپ دیدار کے خواہشمند کیوں نہیں۔اگر آپ چاہیں تو اللہ تعالیٰ ضرور آپ کو اپنے دیدار سے مشرف فرمائے گا۔فرمایا میں وہ چیز نہیں چاہتا جو موسیٰ علیہ السلام نے مانگی اور انہیں نہ ملی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر طلب کے مل گئی۔سو بندے کو خواہش سے کیا غرض۔اگر وہ اس لائق ہو گا تو حجاب خود ہی اٹھا دیں گے اور دیدار کا شرف حاصل ہو جائے گا پھر خواہش کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔اہل سلوک اور اہل محبت اس لحاظ سے ایک جیسے ہیں کہ دونوں مطیع ہوتے ہیں اس خوف کے باعث کہ کہیں دُور نہ کر دیے جائیں۔

معرفت معرفت کے متعلق فرمایا کہ عارف وہ ہے جو سارے عالم کو جانے اور ان سے لاکھوں معانی بیان کرے اور محبت کے تمام مشکل امور کا جواب دے۔وہ ہمیشہ اور ہر وقت ولولۂ عشق میں رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کا متحیّر ہو کر تماشا کرتا رہتا ہے۔کھڑا ہو تو دوست کے خیال میں کھڑا رہتا ہے۔بیٹھا ہو تو دوست کے ذکر میں مصروف ہوتا ہے۔سویا ہو تب بھی اسی خیال میں مستغرق رہتا ہے اور بیداری میں دوست کی عظمت کے حجاب کے گرد طواف کرتا رہتا ہے۔

عارفوں پر ایک ایسی حالت طاری ہوتی ہے کہ ایک قدم سے عرش سے حجاب عظمت تک پہنچ جاتے ہیں اور دوسرے قدم میں لوٹ آتے ہیں۔کاملیت کا یہ سب سے ادنےٰ

Marfat.com

درجہ ہے۔

پھر فرمایا۔ عارف کے دل میں جو کچھ ہوتا ہے اسے وہ یکسر دور کر کے خدائے تعالیٰ کے لیے یگانہ ہو جاتا ہے اور خدائے تعالیٰ بھی اسے کسی بخشش و عطا سے سرفراز کرنے میں دریغ نہیں کرتا۔

یادِ حق کے سوا اہل عرفان کی زبان پر اور کوئی لفظ نہیں آتا۔ وہ دوست کی محبت میں دنیا کی ہر بات سے ہاتھ اٹھا لیتے ہیں اور یہ ان کے لیے ایک معمولی بات ہے۔ ایسے لوگوں کی مخصوص صفت یہ ہے کہ وہ ہر وقت خاموش اور اندوہگین رہتے ہیں۔ فرمایا۔ ایک بزرگ سے میں نے عارف کی تعریف یہ سنی ہے کہ عارف وہ ہوتا ہے جو دونوں جہان سے تعلق توڑ لے اور مقام فردانیت تک جا پہنچے۔ یہ راہ وہی اختیار کر سکتا ہے جو سب سے بیگانہ ہو جائے۔

فرمایا۔ عارفوں کا ایک مقام ہے۔ جہاں وہ سارا جہان اور جو کچھ اس جہان میں ہے اپنی دونوں انگلیوں کے درمیان دیکھ لیتے ہیں۔ عارف وہ ہوتا ہے کہ جو کچھ وہ چاہتا ہے اس کے سامنے حاضر ہو جاتا ہے اور جو بات بھی کرتا ہے اس کا جواب غیب سے سن لیتا ہے اور محبت میں عارف کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ اس میں صفات خداوندی ظاہر ہونے لگتی ہیں۔

فرمایا اہل معرفت کی عبادت پاس انفاس سے یعنی ہر دم اللہ جل شانہٗ کے ذکر میں مشغول رہتا ہے اور ان کی کوئی سانس ذکر الٰہی سے خالی نہیں ہوتی۔ وہ ہر سانس کا لحاظ رکھتا ہے۔

فرمایا اللہ تعالیٰ کے شناخت کی علامت اس کی مخلوق سے کنارہ کشی ہے اور معرفت کی باتوں میں خاموشی۔ آدمی عارف نہیں بن سکتا جب تک اپنے نفس کی معرفت سے بے خبر اور غافل نہ ہو جائے۔ جو انسان جس قدر معرفت میں زیادہ ہوگا اسی قدر زیادہ متحیر ہوگا۔

فرمایا۔ عارف کی پہچان یہ ہے کہ وہ موت کو عزیز رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذکر کے سوا

Marfat.com

کسی شے سے اسے چین نہیں آتا۔ عارف وہ ہے کہ جب صبح اٹھے تو اسے رات کا کچھ علم نہ ہو یعنی وہ کیسی گزاری۔

فرمایا۔ اہل معرفت سورج کے مانند ہوتے ہیں۔ جس سے تمام جہان پر روشنی پڑتی ہے اور اہل معرفت کے نور سے ساری دنیا روشن ہو جاتی ہے۔

فرمایا جب عارف اللہ تعالےٰ کی طرف مائل ہوتا ہے اور اس سے رابطہ بڑھ جاتا ہے تو قرب کی منزل میں مقیم ہو جاتا ہے۔ پھر جب اس سے سوال کیا جاتا ہے کہ تو کہاں تھا اور کیا چاہتا ہے تو اس کا جواب اس کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا کہ میں اللہ تعالےٰ کے ساتھ تھا۔

جب عارف خاموشی کے عالم میں ہوتا ہے تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ وہ خدائے اللہ تعالےٰ سے باتوں میں مصروف ہے اور جب وہ آنکھیں بند کیے ہوتا ہے یعنی سو رہا ہوتا ہے تو اس لیے سر نہیں اُٹھاتا کہ کہیں اسرافیلؑ صور نہ پھونک دے۔

جب عارف کاملیت کے درجے کو پہنچ جاتا ہے تو لاکھوں مقام سے باہر آتا ہے اور اپنے کام کو ترقی پر دیکھتا ہے۔ اگر اس مقام سے باہر نہ آئے تو پھر وہیں حیران و پریشان پڑا رہتا ہے۔ یعنی وہ کنارے پر ہوتا ہے اور راہ کا علم نہیں ہوتا اس لیے وہ زیادہ تر ضائع ہی رہتا ہے۔

عارف وہ ہے کہ خواہ وہ کہیں پر ہو اور کچھ ہی مانگے، اس کے پاس آئے جس سے بات کرے اسی سے جواب بھی پائے اور جو اللہ کے سوا کسی اور کے پاس جائے یا کسی اور سے کچھ طلب کرے وہ عارف نہیں۔

فرمایا جب عارف پر حالت طاری ہوتی ہے اور اس امر میں محو ہو جاتا ہے تو اس کیفیت کے دوران اس کے سامنے ہزاروں کی تعداد میں ایسے ملک پیش کیے جاتے ہیں جن میں عجیب و غریب قسم کی چیزیں ہوں تو وہ ان کی طرف مطلق دھیان نہیں دیتا۔ جو اس کے لیے نازل کی گئیں۔ عارف کی ایک علامت یہ ہے کہ وہ ہر وقت ہنس مکھ اور متبسّم رہتا ہے۔ جب

Marfat.com

وہ مسکراتا ہے تو اسے عالم ملکوت میں مقرب نظر آتے ہیں اور ان سے جو کچھ ظہور میں آتا ہے وہی اس کی مسکراہٹ کا سبب ہوتا ہے۔

معرفت کی ایک کیفیت ایسی بھی ہے کہ جب وہ عارف پر طاری ہوتی ہے تو وہ ایک ہی قدم اٹھتا ہے اور عرش سے حجاب عظمت کا سارا فاصلہ طے کر لیتا ہے۔ پھر وہاں سے حجاب کبریا تک پہنچ جاتا ہے۔ اور دوسرے ہی قدم میں اپنی جگہ پر واپس لوٹ آتا ہے۔ فرمایا عارف کا یہی کمترین درجہ ہے۔

پھر فرمایا جو عارف کامل ہوتے ہیں، اللہ تعالٰی ہی جانتا ہے کہ ان کا درجہ کتنا اور کہاں تک ہوتا ہے۔ ان کی رسائی کہاں تک ہوتی ہے اور وہ کب واپس اپنے مقام کی طرف آتے ہیں۔

خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ عارفوں کی ایک منزل وہ ہے کہ جب وہاں تک پہنچ جاتے ہیں تو دنیا و مافیہا اپنی انگلیوں کے درمیان دیکھ سکتے ہیں۔

فرماتے ہیں بایزیدؒ سے پوچھا گیا کہ آپ طریقت میں کس درجہ تک پہنچے ہیں۔ فرمایا جب میں اپنی دونوں انگلیوں کے درمیان دیکھتا ہوں تو دنیا و مافیہا ان انگلیوں کے درمیان مجھے نظر آ جاتا ہے۔

خواجہ صاحبؒ نے ذوالنون مصریؒ کا ارشاد نقل کیا ہے اللہ تعالٰی کی پہچان کی علامت یہ ہے کہ بندہ خاموش رہے اور مخلوق سے دُور بھاگے۔

پھر فرمایا۔ ایک مرتبہ شاہ شجاع کرمانیؒ سے سوال کیا گیا کہ آپ کو کب سے اللہ کی پہچان ہوئی۔ فرمایا جب سے اللہ کی شناخت حاصل ہوئی۔ خلقت سے دور بھاگ رہا ہوں۔

فرماتے ہیں ایک مرتبہ ابوبکر شبلیؒ سے کسی نے سوال کیا کہ بدبختی کی کیا علامت ہے۔ فرمایا بدبختی کی نشانی یہ ہے کہ انسان نافرمانی کرے اور امید کرے کہ مقبول ہو جائے گا پھر سوال کیا گیا عارفوں میں اصل بات کون سی ہوتی ہے۔ فرمایا ہمیشہ خاموش اور غم و فکر میں

Marfat.com

رہنا۔ عارفوں کی فضیلت اسی سے ہے۔

صوفی اور عارفوں کے متعلق ذوالنون مصریؒ سے سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ صوفی اور عارف لوگ وہ ہیں جن کے دل کدورت بشیرت سے آزاد ہوں اور دُنیا یا دُنیا کی محبت سے پاک۔ جب عارفوں اور صوفیوں میں یہ خصوصیات پیدا ہو جائیں تو وہ بڑے درجے کو پہنچ جاتے ہیں اور تمام مخلوق سے افضل بن جاتے ہیں۔

آپ سے پوچھا گیا عارف کیوں زیادہ روتے ہیں فرمایا عارف اس وقت زیادہ روتا ہے جب وہ راہ میں ہوتا ہے۔ جب قرب کی منزل میں پہنچ جاتا ہے اور وصال حاصل کر لیتا ہے رونا ختم ہو جاتا ہے' فرمایا خدا کے ایسے عاشق بھی ہیں جنھیں خدائے تعالےٰ کی دوستی نے خاموش بنا رکھا ہے اور انہیں عالم موجودات میں کسی شے کی بھی خبر نہیں۔

محبت اور عشقِ الٰہی خواجہ اجمیریؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ خواجہ حسن بصریؒ رابعہ بصریؒ، مالکؒ بن دینار اور خواجہ شفین بلخیؒ ایک جگہ بصرہ میں بیٹھے تھے اور باہم صدق محبت کے متعلق باتیں ہو رہی تھیں۔ خواجہ حسن بصریؒ نے فرمایا۔ محبّ صادق وہ ہے کہ جب اسے رنج و درد پہنچے تو صبر کر لے۔ رابعہ بصریؒ نے فرمایا۔ اے خواجہ! اس سے غرور کی بُو آتی ہے۔ مالک بن دینارؒ نے فرمایا۔ اللہ کی دوستی میں وہ صادق ہے جو دوست کی طرف سے ہر مصیبت اور بلا آنے پر رضا طلبی کرے اور راضی برضا رہے۔ حضرت رابعہ بصریؒ نے فرمایا اس سے بھی بہتر ہونا چاہیے۔ خواجہ۔ شفیق بلخیؒ بولے۔ صادق وہ ہے اگر اسے ذرہ ذرہ بھی کر دیا جائے تو بھی اُف نہ کرے۔ رابعہ بصریؒ نے فرمایا اگر اسے رنج والم پہنچے تو دوست کے مشاہدہ میں اسے بالکل نظر انداز کر دے۔ خواجہ صاحبؒ نے فرمایا۔ ہم بھی یہی جانتے ہیں۔

فرمایا۔ عاشق کا دل محبت کا آتشکدہ ہے۔ جو بھی اس میں داخل ہوا ہے اسے جلا کر خاک کر دیتا ہے۔ کیونکہ عشق کی آگ سے تیز آگ کوئی نہیں۔

Marfat.com

فرمایا ایک دفعہ بایزید بسطامیؒ مقام قرب میں پہنچے تو ندا آئی اے بایزید! آج تیری درخواست اور ہماری بخشش کا وقت ہے جو مانگنا ہے مانگ دیا جائے گا۔ خواجہ صاحب نے سر سجدے میں رکھ کر عرض کیا بندے کو مانگنے سے کیا غرض۔ جو کچھ عطا ہو گا میں اسی میں راضی ہوں۔ آواز آئی۔ بایزید! ہم نے تجھے آخرت دی۔ بایزیدؒ نے عرض کیا اے اللہ! وہ تو دوستانِ الٰہی کا قید خانہ ہے۔ ندا آئی۔ اے بایزید! جنت، دوزخ، عرش، کرسی غرض جو کچھ ہماری ملکیت ہے سب تجھے بخشا۔ بایزیدؒ نے عرض کیا۔ اے میرے پروردگار! تجھے خود معلوم ہے کہ میں کیا چاہتا ہوں۔ آواز آئی۔ کیا تو ہمیں طلب کرتا ہے۔ اگر ہم تیری طلب کریں تو کیا کرو گے۔ عرض کیا اے پروردگار! تیری قسم اگر تو مجھے طلب کرے تو روزِ قیامت جب میرا حشر ہو تو جہنم کے پاس کھڑے ہو کر ایسی آہ بھروں کہ دوزخ کی آگ نابود کر دوں کیونکہ آتشِ محبت کے مقابلہ میں دوزخ کی آگ کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ اس پر آواز آئی۔ بایزید! جو تو چاہتا ہے وہ تجھے مل گیا۔

خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ایک رات رابعہ بصریؒ جوشِ عشق میں ''اطریق اطریق'' پکار رہی تھیں۔ لوگ آپ کی آواز سن کر باہر نکل دوڑے تا کہ آگ بجھائیں۔ کسی واصل حق نے کہا یہ لوگ کتنے احمق ہیں کہ رابعہؒ کی آگ بجھانے آئے ہیں۔ اس کے تو سینہ میں آگ بھڑک رہی ہے جو وصالِ دوست کے سوا نہیں بجھے گی۔

فرمایا منصورؒ سے سوال کیا گیا کہ عشق دوست میں کمالیت کسے کہتے ہیں۔ فرمایا۔ عشق کی کمالیّت یہ ہے کہ اگر معشوق امتحان کرنا چاہے اور عاشق کا سر کاٹنا چاہے تو عاشق اس میں چون و چرا نہ کرے اور محبوب کی رضا پر راضی رہے اور اس کے مشاہدے میں ایسا منہمک اور مستغرق ہو جائے کہ کسی بات کی خبر تک نہ ہو۔

فرماتے ہیں کہ ایک عاشق کو ہزار کوڑے مارے گئے مگر اس نے ذرا بھر جنبش نہ کی۔ ایک واصل نے اس سے کیفیّت پوچھی۔ کہنے لگا۔ میرا محبوب میرے سامنے تھا۔ اس کے

Marfat.com

مشاہدے میں ایسا منہمک تھا کہ مجھے کوڑوں سے کوئی تکلیف نہیں پہنچی بلکہ ان کے لگنے کا پتہ ہی نہیں چلا۔

خواجہ صاحبؒ نے امام غزالیؒ کا ایک بیان نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ بغداد میں کسی عیار کے ہاتھ پاؤں کاٹے گئے۔ مگر اس نے ہنسی خوشی برداشت کیا لوگوں نے ہنسی کی وجہ پوچھی کہنے لگا۔ میرا محبوب میرے سامنے تھا۔ اس کے مشاہدے کی قوت نے مجھے ایسا مستغرق کر دیا کہ مجھے اپنے ہاتھ پاؤں کٹنے کا مطلق احساس نہ ہوا۔

فرماتے ہیں ایک بزرگ اللہ تعالٰی کی حمد و ثنا کرتے ہوئے کہا کہ تو مجھ سے ستر سال کا حساب طلب کرے گا اور میں تجھ سے ستر ہزار برس کا حساب پوچھوں گا کیونکہ ستر اسّی ہزار سال ہوئے تو نے الست بربکم کہہ کر سارے جہان میں شور برپا کر دیا اور آج زمین و آسمان میں جو شور برپا ہے وہ سب الست کے شوق کے باعث ہے۔ بزرگ نے یہ کہا تو آواز آئی تیری خواہش پوری ہو گئی۔ میں تیرے جسم کو ذرہ ذرہ کر کے ہر ذرے کو اپنا دیدار دکھاؤں اس وقت میں کہوں گا کہ یہ ہیں ستر ہزار سال۔ پھر باقی الگ کر دوں گا۔

خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں عشق و محبت میں کلام، حرکت اور مشغلہ اس وقت تک ہے۔ جب تک باہر رہیں اور جب اندر آ جائیں تو پھر یہ چیزیں ختم ہو کر سکون، آرام اور خاموشی حاصل ہو جاتی ہے۔ یعنی فریاد اور شور باقی نہیں رہتے۔

Marfat.com

احکام شریعت اور متفرق مسائل

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے خواجہ اجمیریؒ کی زبانِ مبارک سے احکام الٰہی اور شرعی مسائل کے متعلق بعض ارشادات سن کر رسالہ ''دلیل العارفین'' میں درج فرمائے ہیں۔ جن میں سے بعض یہاں پیش کیے جاتے ہیں۔ خواجہ اجمیریؒ کے ارشادات یہ ہیں۔

وضو ایک دفعہ میں شیخ اجل شیرازیؒ کے ساتھ سفر میں تھا کہ شام کی نماز کا وقت آ گیا۔ شیخ نے وضو کیا۔ اتفاقاً انگلیوں میں خلال کرنا بھول گئے۔ غیب سے آواز آئی اے اجل! تو محمدؐ کی دوستی کا دم بھرتا ہے اور اس کی امت بنتا ہے لیکن اس کی سنت کو ترک کرتا ہے۔

خواجہ اجلؒ نے قسم کھائی اور اس کے بعد مرتے دم تک کوئی سنتِ رسولؐ ترک نہیں کی۔

ایک دفعہ میں نے خواجہ اجلؒ کو بہت آزردہ خاطر دیکھ کر وجہ پوچھی۔ فرمایا جس دن سے میں نے انگلیوں میں خلال نہ کرنے کی غلطی کی ہے یعنی انگلیوں کا خلال سہواً ترک ہوا اس دن سے فکر لگی ہے کہ قیامت کے دن رسولؐ اللہ کو اپنا منہ کیسے دکھاؤں گا۔

خواجہ اجمیریؒ فرماتے ہیں کہ صلوٰۃ مسعودی میں لکھا ہے کہ ہر عضو کو تین دفعہ دھونا سنت ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں مذکور ہے کہ ہر عضو کو تین دفعہ دھونا میری سنت ہے اور مجھ سے پہلے انبیاء کی بھی یہی سنت تھی۔ اس پر زیادہ کرنا اچھا نہیں۔

پھر فرمایا خواجہ فضیل بن عیاضؒ نے وضو کرتے وقت صرف دو مرتبہ ہاتھ دھوئے جب نماز ادا کر چکے تو اسی رات خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا۔ اے فضیل! تمہارے وضو میں کسی کا رہ جانا میرے لیے باعث حیرت ہے۔ خواجہ فضیل خوف سے جاگ اٹھے اور نیا وضو کر کے نماز ادا کی۔ پھر کفارہ کے طور پر سال بھر میں پانچ سو رکعت بطور وظیفہ روزانہ ادا کرتے رہے۔

Marfat.com

طہارت صفائی، پاکیزگی اور طہارت کے ضمن میں آپ کا ارشاد ہے کہ عارفوں کی شرع کے مطابق جب آدمی باطہارت سوئے تو اس کی جان عرش کے نیچے لے جائی جاتی ہے اور اسے نوری خلعت پہنانے کے لیے حکم دیا جاتا ہے۔ جب وہ سجدہ کر چکتا ہے تو حکم ہوتا ہے کہ اسے واپس پہنچا دیا جائے کیونکہ یہ نیک بندہ ہے جو باطہارت سویا۔

اس کے برعکس جو شخص طہارت کے بغیر سوتا ہے اس کی جان آسمان تک لے جائی جاتی ہے۔ مگر پہلے آسمان پر سے ہی اسے واپس کر دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ ادھر لے جانے کے لائق نہیں ایسا شخص اس بات کا اہل نہیں کہ وہ اپنے رب کو سجدہ کرے۔

فرمایا۔ جب آدمی رات کو باطہارت سوتا ہے تو فرشتوں کو اس کے ساتھ رہنے کا حکم مل جاتا ہے اور وہ فرشتے رات بھر (صبح ہونے تک) اللہ تعالےٰ سے یہی دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! اس بندہ کو بخش اس لیے کہ یہ باطہارت سویا ہے۔

فرمایا میں نے فتاویٰ ظہیریہ میں پڑھا ہے کہ جُنب کی حالت میں انسان کا منہ پاک رہتا ہے اور جو کچھ پانی وغیرہ وہ پیئے وہ ناپاک نہیں ہوتا۔ یعنی خواہ کوئی جنبی ہو، حائض ہو، مومن ہو، خواہ کافر۔ اگر وہ بے طہارت ہے تو اس کا منہ پاک ہے۔

جنابت کے بارے میں فرمایا۔ آدمی کے ہر بال کے نیچے جنابت ہے پس چاہیئے کہ ہر بال کے نیچے پانی پہنچایا جائے اور بالوں کو تر کر دینا چاہیئے۔ اگر ایک بال بھی خشک رہ گیا تو قیامت کے روز وہی بال اس شخص سے جھگڑے گا۔

فرمایا میں نے خواجہ ہارونیؒ سے سنا ہے کہ جب آدم علیہ السلام بہشت سے نکل کر دنیا میں تشریف لائے اور حوا کے ساتھ صحبت کا اتفاق ہوا جبرائیلؑ نے اِن سے کہا غسل کرو۔ چنانچہ جب انھوں نے غسل کیا تو بہت خوش ہوئے اور جبرائیلؑ سے پوچھا کہ اس غسل کا اجر ملا؟ جواب ملا ہاں۔ بدن کے ہر بال کے عوض میں سال بھر کی عبادت کا اجر اور جو پانی آپ کے بدن سے چھوا ہے کے ہر قطرے سے اللہ تعالےٰ نے ایک ایک فرشتہ پیدا

Marfat.com

کیا ہے جو قیامت تک اس کی عبادت کرے گا اور اس عبادت کا ثواب آپ کو ملے گا۔

حضرت آدمؑ نے پوچھا۔ جبرائیلؑ! کیا یہ ثواب صرف میری ذات کے لیے ہے یا میرے فرزندوں کے لیے بھی۔ فرمایا۔ تیرے فرزندوں میں جو حلال غسل کرے گا اس کے بدن کے بالوں کے برابر اتنے ہی سالوں کی عبادت اس کے نامہ اعمال میں لکھی جائے گی اور جو قطرے اس کے جسم سے گریں گے ان میں سے ہر قطرے کے عوض اللہ تعالےٰ ایک فرشتہ پیدا کرے گا۔ جو قیامت تک اس کی تعریف وتوصیف بیان کرے گا اور اس کا ثواب اس مومن کو ملے گا۔ اور جو حرام غسل کرے گا اس کے ہر بال کے بدلے میں ایک سال کے گناہ اس کے اعمال نامہ میں لکھ دیے جائیں گے اور اس کے بدن سے گرنے والے ہر قطرۂ آب کے بدلہ میں ایک شیطان پیدا ہوگا۔ اور وہ شیطان قیامت تک جتنی برائیاں کرے گا وہ سب اس شخص کے نامہ اعمال میں لکھ دی جائیں گی۔

نماز نماز کے متعلق فرمایا کہ مومن کی معراج یہی نماز ہے جس کے بغیر اللہ تعالےٰ کا قرب حاصل نہیں ہوسکتا۔

فرمایا اہل عشق کا طریقہ ہے کہ صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد سورج طلوع ہونے تک جائے نماز پر رہتے ہیں۔ جس کا مقصد یہ ہوتا کہ دوست کی نظر میں قبولیت حاصل کریں اور انوار الٰہی کی ضیا باریوں سے فائدہ اٹھائیں۔ پھر فرشتوں کو حکم ہوتا ہے کہ جب تک وہ شخص جائے نماز پر بیٹھا ہے اس کے پاس جا کر اس کے لیے بخشش طلب کریں۔

فرمایا نماز اللہ تعالیٰ کی امانت ہے جو اس نے بندوں کے سپرد کر رکھی ہے چنانچہ بندوں پر واجب ہے کہ اس امانت میں کسی قسم کی خیانت کا ارتکاب نہ کریں فرمایا جب نماز ادا کی جائے تو رکوع وسجود کو بھی کما حقہٗ بجالائے اور ارکان نماز اچھی طرح ملحوظ رہیں۔

فرمایا میں نے ''صلوٰۃ مسعودی'' میں پڑھا ہے کہ جب لوگ نماز کو اچھی طرح ادا کرتے ہیں۔ رکوع وسجود، قرات وتسبیح اور اس کے تمام حقوق پوری طرح بجالاتے ہیں تو

Marfat.com

اس نماز کو فرشتے آسمان پر لے جاتے ہیں اور اس کا نور سارے آسمانوں پر پھیل جاتا ہے۔اور آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ پھر جب وہ نماز عرش کے نیچے پہنچائی جاتی ہے تو حکم ہوتا ہے سجدہ کرو اور نماز ادا کرنے والے کے لیے بخشش طلب کرو کیونکہ وہ تمہارے حقوق اچھی طرح بجالایا ہے اور یہ ان لوگوں کے حق میں ہے جو اچھی طرح نماز ادا کرتے ہیں۔

جو لوگ نماز کے ارکان کا پورا ادب ملحوظ نہیں رکھتے یعنی اچھی طرح نماز ادا نہیں کرتے ان کی نماز کو جب فرشتے آسمان پر لے جانے لگتے ہیں تو آسمان کے دروازے نہیں کھلتے (اور وہ نماز آسمان تک نہیں جاسکتی) حکم ہوتا ہے کہ اس نماز کو واپس لے جاؤ اور پڑھنے والے (نمازی) کے منہ پر دے مارو۔تب نماز خود پکار اٹھتی ہے۔کہ (اے نماز پڑھنے والے) جس طرح تو نے مجھے ضائع کیا ہے اسی طرح خدا تجھے بھی ضائع کرے۔

فرمایا میں نے ایک مرتبہ بخارا میں دستار بندوں کی مجلس میں ان سے یہ بات سنی کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک ایسے شخص کو نماز پڑھتے دیکھا جو نماز کو بے پروائی سے ادا کر رہا تھا۔جب وہ نماز ادا کر چکا تو حضور ﷺ نے پوچھا تو کتنی مدت سے اس طرح نماز پڑھتا چلا آتا ہے۔اس نے جواب دیا۔یارسول اللہ! چالیس سال سے نماز ادا کر رہا ہوں۔حضورؐ نے فرمایا تو نے ان چالیس سالوں میں کوئی نماز ادا نہیں کی جب تو مر جائے گا تو میری سنت پر نہیں مرے گا۔

فرمایا میرے پیرومرشد خواجہ عثمان ہارونیؒ فرماتے ہیں قیامت کے روز انبیاء اولیاء اور تمام دوسرے مسلمانوں سے نماز کے متعلق سب سے پہلے باز پرس کی جائے گی اور جو اس حساب سے پورا نہ اترا وہ دوزخ میں ڈالا جائے گا۔

آپ فرماتے ہیں نماز ایک راز ہے جو بندہ اپنے رب سے بیان کرتا ہے اور راز کہنے میں وہی قرب حاصل کرسکتا ہے جو اس کے لائق ہو اور یہ راز نماز کے سوا اور کسی طریقہ سے نہیں کہا جاسکتا۔

Marfat.com

فرمایا نماز دین کا رکن ہے اور رکن ستون ہوتا ہے۔ جب ستون قائم ہوگا تو گھر بھی قائم ہو سکے گا اور اگر ستون نکل جائے گا تو چھت فوراً گر پڑے گی۔ چونکہ دین اور اسلام کے لئے نماز ستون کی حیثیت رکھتی ہے اس لیے جب نماز میں فرض، سنت، رکوع اور سجود میں خرابی یا خلل واقع ہو گا تو اسلام اور دین میں خرابی اور خلل واقع ہو گا اور خراب ہو جائیں گے۔

امام جعفر صادقؓ کی روایت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ قرآن میں اللہ تعالےٰ نے جگہ جگہ نصیحت فرمائی ہے کہ نماز قائم کرو۔ کیونکہ یہ دین کا ستون ہے۔ تفسیر میں بیان کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن پچاس مختلف مقامات پر ہر شخص سے مختلف سوال پوچھے جائیں گے۔ چنانچہ پہلے مقام پر اگر وہ ایمان' اس کی شرائط، صفات اور اللہ تعالیٰ کی پہچان کے متعلق بال کے برابر بھی بیان نہ کر سکے گا تو اسی وقت دوزخ میں بھیج دیا جائے گا۔

دوسرے مقام پر نماز اور فرائض کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ اگر ان کے متعلق بھی وہ کچھ بیان نہ کر سکا تو سیدھا دوزخ میں بھیج دیا جائے گا۔

تیسرے مقام پر سنت رسولؐ کے متعلق باز پرس ہوگی۔ اگر ان سے عہدہ برا نہ ہو سکا تو فرشتوں کے ہمراہ آنخضرتؐ کی خدمت بھیج دیا جائے گا کہ یہ شخص آپ کی امت میں سے ہے اور اس نے سنت کے ادا کرنے میں غفلت برتی۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ افسوس ہے اس پر جو قیامت کے روز رسول اللہ کے سامنے شرمسار ہوگا۔ ایسے شخص کو کہاں جگہ ملے گی۔ حضورؐ کے سامنے شرمندہ ہو کر وہ کہاں جائے گا۔

فرمایا وہ کیسے مسلمان ہیں جو نماز کو اپنے وقت پر ادا نہیں کرتے اور اتنی دیر کر دیتے ہیں کہ قضا ہو جاتی ہے۔ ان پر ہزار افسوس ہے جو خدا کی عبادت میں اس درجہ غفلت اور سستی برتتے ہیں۔

فرمایا حضور ﷺ فرماتے ہیں۔ کہ سب سے بڑا گناہ یہ ہے۔ کہ فرض نماز میں اتنی دیر کی جائے کہ اس کا اصل وقت گزر جائے پھر دو نمازیں اکٹھی ادا کی جائیں۔

Marfat.com

فرمایا عثمان ہارونیؒ کی مجلس میں میں نے ابو ہریرہؓ کی یہ روایت سنی کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کیا میں تمھیں منافقوں کی نماز نہ بتاؤں۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ ضرور بتایئے۔ فرمایا جو شخص عصر کی نماز میں اتنی تاخیر کرے کہ سورج کی روشنی میں فرق آ جائے اور اُس کا رنگ زردی مائل ہو جائے۔ فرمایا اس کا صحیح وقت یہ ہے کہ سورج نے اپنا اصلی رنگ نہ بدلا ہو یعنی زردی مائل نہ ہوا ہو۔ سردی اور گرمی دونوں موسموں میں یہی ٹھیک وقت ہے۔

فرمایا میں نے شیخ عثمان ہارونیؒ کو امام زاہدؒ کی یہ تفسیر بیان کرتے سنا ہے کہ ویل دوزخ میں ایک کنواں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ دوزخ کی ایک وادی ہے جس میں شدید ترین عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو نماز میں غفلت برتتے ہیں۔

فرماتے ہیں میں نے فقہ الاکبر میں امام المتقین ابو حنیفہ کی روایت پڑھی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک کفن چور چالیس دنوں تک مُردوں کے کفن چراتا رہا۔ جب وہ مر گیا تو لوگوں نے خواب دیکھا کہ وہ بہشت میں پھر رہا ہے۔ پوچھا یہ درجہ کیسے ملا۔ کہنے لگا میں صرف ایک کام کیا کرتا تھا اور وہ یہ فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد سورج نکلنے تک اسی جگہ یاد الٰہی میں لگا رہتا۔ پھر اشراق کی نماز ادا کرتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ جو بہت مہربان اور بخشنے والا ہے اسے میرا یہی کام پسند آ گیا۔ اس نے میرے دوسرے افعال کی کچھ پروا نہ کی اور مجھے بخش دیا۔ اور یہ درجہ عطا فرمایا۔

خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ خواجہ جنید بغدادیؒ نے اپنے عہدہ میں لکھا ہے اور وہ اسرار خداوندی کا اشارہ ہے کہ آنحضرتؐ نے ایک روز شیطان کو غمگین دیکھ کر اس کا سبب پوچھا۔ کہنے لگا میں آپ کی امت کے چار گروہوں کے باعث غمگین ہوں۔ اول موذن لوگوں سے کہ جب وہ اذان کہتے ہیں تو ہر سننے والا اذان کا جواب دینے لگ جاتا ہے۔ اور اذان کہنے والا اور اس کا جواب دینے والا دونوں بخشے جاتے ہیں۔ دوم ان لوگوں سے جو جہاد کرتے ہیں۔ یعنی جب وہ جہاد کے لیے نکلتے ہیں تو ان کے گھوڑوں کے سموں کی آواز سے میں غمزدہ ہو جاتا ہوں۔ جب یہ مجاہد تکبیر کہتے اور راہ خدا میں لڑتے ہیں تو حکم ہوتا ہے کہ

Marfat.com

وہ اور ان کے تمام متعلقین بخشے گئے۔ تیسرے میں ان لوگوں کے باعث غمگین ہوں جو درویش ہیں یا محنت سے حلال روزی کماتے ہیں۔ خود کھاتے ہیں اور دوسروں کو کھلاتے ہیں اور ان کے ان اعمال کے باعث اللہ تعالیٰ انہیں بخش دیتا ہے۔

چوتھے ان لوگوں سے غمگین ہوں جو صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد سورج نکلنے تک اسی جگہ بیٹھے رہتے ہیں پھر اشراق کی نماز ادا کرتے ہیں۔

اس بیان کے بعد شیطان نے کہا جب میں ملکوت میں تھا تو لوح محفوظ میں یہ لکھا دیکھا تھا کہ جو شخص فجر کی نماز ادا کر کے سورج نکلنے تک یادالٰہی میں لگا رہے پھر نماز اشراق ادا کرے خدا اسے اور اس کے ساتھ ستر ہزار متعلقین کو بھی بخش دیتا ہے اور جہنم کی آگ سے بچاتا ہے۔

خوف ورجا خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اکرمؐ نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ خدا کا ذکر بھی کرتے ہیں اور ہنسی کھیل میں بھی مصروف ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ان کے دل نرم نہیں ہوتے۔ رسول اللہ ٹھہر گئے اور فرمایا یہ منافقوں کا تیسرا گروہ ہے جن کا دل کلام الٰہی سن کر نرم نہیں ہوتا۔

فرمایا انسان اللہ کا ذکر یا کلام الٰہی سنے اور اس کا دل نرم نہ ہو اور اللہ کی ہیبت اس کے دل پر طاری ہو کر ایمان مستحکم نہ ہو بلکہ ہنسی کھیل میں مصروف رہے تو اس نے گناہ کبیرہ کیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

انما المومنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم اِذا تلیت
آیایة زادتھم ایمانًا وعلی ربھم یتوکلون

جہنم خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دوزخ کو پیدا کر کے ایک سانپ کے

Marfat.com

حوالہ کیا اور اس سے فرمایا یہ امانت تیرے سپرد ہے۔ سانپ نے عرض کیا اے میرے خالق! میں تیرا فرمانبردار ہوں۔ فرمایا منہ کھول۔ سانپ نے منہ کھولا تو فرشتوں کو حکم ملا کہ دوزخ کو سانپ کے منہ میں رکھ دیا جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ پھر سانپ کو حکم دیا منہ بند کر لے چنانچہ دوزخ اس سانپ کے منہ میں ہے اور ساتویں زمین کے نیچے ہے۔ اگر دوزخ کو سانپ کے منہ میں نہ رکھا جاتا تو اس کی حدت سے سارا جہان جل جاتا اور سب ہلاک ہو جاتے۔

قیامت کے دن فرشتوں کو حکم دیا جائے گا۔ کہ دوزخ کو سانپ کے منہ سے نکال دیا جائے۔ چنانچہ دوزخ کے ساتھ ہزار زنجیریں ہوں گی۔ ہر زنجیر میں ہزار فرشتے لٹکتے ہوں گے۔ ان فرشتوں کی جسامت اتنی بڑی ہوگی۔ کہ اگر اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دے تو ایک ہی فرشتہ ساری مخلوقات کو ایک نوالہ بنا کر ہڑپ کر جائے۔ غرض دوزخ لا کر تپایا جائے گا ایک پھونک ماری جائے گی اور قیامت برپا ہو جائے گی۔ جسے اس عذاب سے اپنے آپ کو بچانا ہے وہ اطاعت کرے کیونکہ اللہ کے نزدیک اطاعت سے بڑھ کر کوئی شے نہیں اور اطاعت یہ ہے کہ عاجزوں کی فریاد رسی کی جائے حاجت مندوں کی حاجت برلائی جائے اور بھوکے کو کھانا کھلایا جائے۔ ان سے بڑھ کر نیک کام کوئی نہیں۔

ہنسی اور کھیل فرماتے ہیں میں نے ریاضین میں پڑھا ہے کہ ایک مرتبہ رسول اکرمؐ نے کچھ لوگوں کو ہنسی کھیل میں مصروف دیکھا۔ آپ ٹھہر گئے۔ انھیں سلام کہا اور وہ سب آپ کو دیکھ کر اٹھ کر دست بستہ کھڑے ہو گئے۔ آپ نے ان لوگوں سے سوال کیا کہ تم لوگ موت سے بے فکر ہو گئے ہو۔ سب نے ایک زبان ہو کر عرض کیا نہیں۔ آپؐ نے پھر پوچھا کیا تم اپنے اعمال سے بے خوف ہو گئے ہو۔ انھوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ایسا نہیں۔ رسول اللہؐ نے پوچھا۔ کیا تم پلصراط سے گزر چکے ہو۔ کہنے لگے نہیں یا حضرت۔ فرمایا پھر تم کیوں ہنسی کھیل میں لگے ہو۔ وہ شرمندہ ہوئے اور توبہ کی۔

خواجہ اجمیریؒ نے فرمایا۔ ہنسی اور قہقہہ کبیرہ گناہ ہے اور قبرستان میں ہرگز نہیں چاہیے کیونکہ قبرستان عبرت کی جگہ ہے ہنسی کا مقام نہیں۔ حدیث شریف میں ارشاد ہوا ہے کہ جب

Marfat.com

کوئی شخص قبرستان میں سے گزرتا ہے تو مردے اس سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں۔اے غافل!اگر تجھے اس بات کا علم ہو جائے کہ تیرے ساتھ کیا ہونے والا ہے تو تیرا گوشت پوست گر جائے۔

جھوٹی قسم فرماتے ہیں جس نے جھوٹی قسم کھائی اس کے گھر سے برکت اٹھائی جاتی ہے اور وہ اپنے خاندان کو ویران و برباد کرتا ہے۔

فرمایا میں نے مولانا عماد الدین بخاریؒ سے ایک حکایت سنی ہے کہ ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ سے فرمایا کہ میں نے دوزخ میں ہاویہ نام ایک وادی بنا رکھی ہے۔ یہ ساتواں دوزخ ہے اور سب سے خوفناک اور سیاہ ہے۔اس کی آگ بھی سیاہ اور بہت شدید ہے۔ سانپ' بچھو بھی اس میں بکثرت ہیں۔ یہ دوزخ روزانہ گندھک کے پتھروں سے گرم کیا جاتا ہے۔اس گندھک کا ایک قطرہ اگر دنیا میں جا پڑے تو دنیا کا سارا پانی سوکھ جائے اور سارے پہاڑ پگھل جائیں اور اس کی حرارت سے زمین پھٹ جائے پھر اللہ نے فرمایا۔ اے موسیٰ! یہ عذاب دو آدمیوں کو دیا جائے گا۔ایک وہ جو نماز ادا نہیں کرتا' دوسرے وہ جو میرے نام کی جھوٹی قسمیں کھاتا ہے۔

خواجہ محمد اسلم طوسی نام ایک بزرگ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ انھوں نے سکر کی حالت میں کسی کام کے متعلق سچی قسم کھائی تھی۔ کہا گیا ہاں۔فرمایا۔آج میرے نفس نے سچی قسم کھانے کی جرات کی ہے۔تو کل جھوٹی قسم بھی کھا سکتا ہے۔لہذا بہتر ہے کہ تازیست کسی سے بات ہی نہ کروں۔ چنانچہ وہ اس واقعہ کے بعد چالیس سال تک زندہ رہے مگر کبھی کسی سے کلام تک نہ کیا۔ گویا یہ ایک مرتبہ سچی قسم کھانے کا کفارہ تھا جو انہوں نے اس شکل میں ادا کیا۔ جب کبھی بات کرنے کی ضرورت ہوتی تو فقط اشاروں سے کام لیتے تھے زبان سے ایک لفظ تک نہ نکالا۔

توکل فرماتے ہیں متوکل اصل میں وہ ہے جو لوگوں سے مدد نہ مانگے اور تکلیف کے

Marfat.com

موقعہ پر شکایت نہ کرتا پھرے۔

فرمایا۔اہل توکل پر تجلیاتِ شوق میں ایک ایسا وقت بھی آتا ہے کہ اس وقت انھیں ذرہ ذرہ بھی کر دیا جائے، تلوار سے زخم پہنچایا جائے یا کسی اور طرح انھیں رنج والم پہنچایا جائے، انہیں کوئی خبر نہیں ہوتی۔

فرمایا اللہ تعالیٰ پر عارف کا توکل اس قسم کا ہوتا ہے کہ وہ عالم سکر میں حیران رہتا ہے۔

آداب خواجہ اجمیریؒ فرماتے ہیں۔آنحضرتؐ کا ارشاد ہے کہ دایاں ہاتھ کھانا کھانے اور منہ ہاتھ دھونے کے لیے ہے اور بایاں استنجا کرنے کے لیے۔

پھر فرمایا جب انسان مسجد میں داخل ہو تو چاہیئے کہ پہلے دایاں پاؤں مسجد میں رکھے اور جب باہر نکلنے لگے تو پہلے بایاں پاؤں باہر رکھے۔

ایک مرتبہ خواجہ سفیان ثوریؒ مسجد میں داخل ہونے لگے تو غلطی سے پہلے بایاں پاؤں اندر رکھا۔آواز آئی خانہ خدا میں اس طرح بے ادبانہ تو بیل داخل ہوتے ہیں۔

آپ اس دن سے اپنے آپ کو ثوری[1] کہنے لگے۔

قبرستان میں کھانا پینا کبیرہ گناہوں میں سے ہے جو شخص قبرستان میں عمداً کھائے پیئے وہ ملعون اور منافق ہے۔کیونکہ قبرستان حرص و ہوس کی جگہ نہیں بلکہ عبرت کا مقام ہے۔پھر فرمایا میں نے امام یحییٰ ابو الخیرؒ کے روضے میں لکھا دیکھا ہے کہ جو قبرستان میں کھائے یا پیئے وہ ملعون ہے۔

صحبت کے اثرات فرمایا حدیث شریف میں آیا ہے کہ صحبت کا اثر ضرور ہوا کرتا ہے۔بُرا شخص نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرے تو عین ممکن ہے وہ نیک بن جائے۔اسی طرح نیک شخص بدوں کی مجلس میں بیٹھے تو بُرا بن جاتا ہے کیونکہ جو کوئی کچھ حاصل کرتا ہے وہ صحبت ہی کی طفیل حاصل کرتا ہے اور نیکیوں ہی سے ہر نعمت حاصل ہوتی ہے۔بُرا شخص کچھ

[1] ”ثور“ عربی میں بیل کو کہتے ہیں۔

Marfat.com

مدت تک نیکوں کی مجلس میں بیٹھتا رہے تو اس پر ان کی صحبت کا اثر ضرور ہوتا ہے اور نیک بن جاتا ہے۔ اور نیک بُروں میں بیٹھ کر ضرور بُرا بن جاتا ہے۔

فرمایا۔ حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت میں عراق کا بادشاہ گرفتار کر کے لایا گیا۔ حضرت عمرؓ نے اس سے کہا تو اگر مسلمان ہو جائے تو عراق تجھے واپس دے دیا جائے گا۔ وہ نہ مانا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر اسلام قبول نہ کرو گے تو قتل کر دیے جاؤ گے۔ اس نے پھر انکار کیا۔ حضرت عمرؓ نے اسے قتل کرنے کے لیے تلوار طلب کی۔ بادشاہ بہت چالاک اور عقل مند تھا۔ اس نے پینے کے لیے پانی مانگا۔ حکم دیا گیا کہ اسے شیشے کے برتن میں پانی پلایا جائے۔ وہ کہنے لگا میں شیشے کے برتن میں نہیں پیوں گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا چونکہ یہ بادشاہ ہے لہٰذا اسے سونے یا چاندی کے برتن میں پلاؤ۔ وہ کہنے لگا نہیں میں مٹی کے برتن میں پیوں گا۔

چنانچہ مٹی کے برتن میں پانی لایا گیا۔ بادشاہ نے کہا مجھ سے عہد کریں کہ جب تک میں یہ پانی نہ پی لوں مجھے قتل نہ کیا جائے۔ چنانچہ وعدہ کر لیا گیا۔ بادشاہ نے برتن زمین پر دے مارا اور وہ ٹوٹ کر پانی بہہ گیا۔ پھر کہنے لگا آپ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ جب تک یہ پانی نہ پی لوں گا آپ مجھے قتل نہ کریں گے۔ حضرت عمرؓ بادشاہ کی اس عقل مندی پر بڑے متعجب ہوئے اور اسے معاف کر دیا۔ پھر آپ نے اسے ایک عابد وزاہد اور نیک شخص کے سپرد کر دیا کہ شاید اس کی صحبت کے اثر سے وہ اسلام لے آئے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کچھ مدت کے بعد وہ بادشاہ مسلمان ہو گیا اور حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہم عراق کی حکومت تیرے سپرد کرتے ہیں۔ وہ بولا مجھے حکومت نہیں چاہیے بلکہ عراق کا کوئی ویران گاؤں دے دیں جو میرے گزارے کے لیے کافی ہو۔ آپ نے اپنے آدمیوں کو عراق بھیجا۔ انھوں نے پوری چھان بین کے بعد اطلاع دی کہ عراق میں کوئی ویران گاؤں نہیں۔ بادشاہ کو جب یہ جواب پہنچا تو کہنے لگا میرا مطلب یہی تھا کہ میں نے عراق کا ملک آپ کو اس حالت میں دیا ہے کہ اس میں ایک بھی ویران گاؤں نہیں ہے۔ اگر میرے بعد عراق کا کوئی گاؤں ویران ہوا تو قیامت کے دن خدا کے سامنے آپ کو اس کا جواب دینا ہوگا۔

Marfat.com

خواجہ اجمیریؒ فرماتے ہیں وہ بادشاہ کس قدر عقلمند اور دانا تھا۔

اللہ اور رسول کا حق فرماتے ہیں خواجہ ابو اللیث سمرقندی اپنی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ آسمان سے روزانہ دو فرشتے اترتے ہیں۔ ایک ان میں سے کعبہ کی چھت پر کھڑے ہو کر پکارتا ہے۔ اے انسانو اور پریو! اچھی طرح سُن لو کہ جو شخص اللہ تعالےٰ کے فرائض کی ادائیگی میں غفلت برتتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا نہیں کرتا۔ دوسرا فرشتہ حضور پاکؐ کے خطیرہ پر کھڑا ہو کر بلند آواز سے کہتا ہے۔ اے انسانو اور پریو! اچھی طرح سن لو کہ جو شخص رسول اللہؐ کی سنت ادا نہیں کرتا اور تجاوز کرتا ہے وہ حضور پاکؐ کی شفاعت سے محروم رہے گا۔

پیر کی خدمت خواجہ صاحب فرماتے ہیں جس نے کچھ حاصل کیا سو چاہیئے کہ پیر کے حکم سے ذرہ روگردانی نہ کی جائے اور نماز اور اوراد و ظائف کے بارے میں پیر کی طرف سے جو حکم ملے اسے غور سے سنے اور اس کے مطابق عمل کرے تاکہ کسی مقام کو پہنچ سکے۔ کیونکہ پیر ہی مرید کی تربیت کرتا ہے اور اس کی اصلاح عمل میں لاتا ہے۔ پیر جو بھی حکم دے گا وہ مرید کی اصلاح اور اسے ترقی و کمال تک پہنچانے کے ارادہ سے ہوگا۔

اس ضمن میں خواجہ صاحبؒ ایک حکایت بیان کرتے ہیں کہ ایک زاہد تھا جو سو سال تک اللہ کی عبادت کرتا رہا۔ عبادت کی کیفیت یہ تھی کہ دن بھر روزے سے رہتا اور ساری رات قیام میں گزار دیتا۔ غرض یہ لحظہ بھر کے لیے بھی خدا کی یاد سے غافل نہ ہوتا۔ پھر آنے جانے والے کو نیک باتوں کی نصیحت کرتا اور عبادت الٰہی کی طرف مائل کرتا۔ وہ لوگوں کو یہ آیت پڑھ کر سناتا وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون یعنی اے لوگوں ہم نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت ہی کے لیے پیدا کیا ہے۔ لہٰذا ہم سب کو چاہئے کہ سب کاموں سے ہٹ کر صرف خدا کی عبادت میں لگے رہیں۔

جب وہ شخص مر گیا تو کسی نے اسے خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے کیا سلوک کیا۔ وہ کہنے لگا میں بخش دیا گیا۔ پوچھا گیا کن اعمال کے بدلے کہنے لگا۔ میں دن

Marfat.com

رات اللہ کی عبادت کیا کرتا تھا نہ دن کو آرام کرتا تھا نہ رات کو اور ہر وقت میرا دھیان قادرِ مطلق کی طرف لگا رہتا تھا مگر میں اپنی اس عبادت کے طفیل نہیں بخشا گیا بلکہ میری بخشش کا اصل سبب یہ ہے کہ اپنے پیر کی خدمت کیا کرتا تھا اور اس کے ہر حکم کی اطاعت کرنا اپنا فرض سمجھتا تھا۔ چنانچہ فرمایا کہ چونکہ تم نے اپنے پیر کی خدمت اور اس کی اطاعت کرنے میں کوئی کمی نہیں کی لہٰذا ہم نے اسی خدمت کے بدلے تمھیں بخش دیا۔

خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں میں نے معرفتہ المریدین میں دیکھا ہے کہ شیخ عثمان ہارونیؒ فرماتے ہیں جو شخص صرف ایک دن کے لیے اپنے پیر کی خدمت دل و جان سے بجالائے اللہ تعالیٰ جنت میں اسے ایک ہزار محل عطا فرمائے گا اور اس کے نامۂ اعمال میں ہزار سال کا ثواب لکھا جائے گا۔

پھر فرمایا مرید کو چاہیے کہ اپنے پیر کی زبان سے جو کچھ سنے اسے پوری توجہ سے سنے اور اس کے مطابق عمل کرے پیر کی خدمت میں حاضر رہے اور خدمت انجام دیتا رہے۔ اگر متواتر خدمت نہ کر سکے تو زیادہ سے زیادہ خدمت کرنے کی کوشش میں لگا رہے۔

اولیاء و مشائخ آپ فرماتے ہیں کہ جو شخص علماء کی طرف دیکھے وہ بخشا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے ایک ایسے فرشتے کو پیدا کرتا ہے جو قیامت تک اس کے لیے بخشش کی دعا مانگتا رہتا ہے۔ فرمایا جو شخص دل سے علماء و مشائخ کے ساتھ محبت رکھے اس کے اعمال نامہ میں ہزار سال کی عبادت لکھی جاتی ہے اور اس دوران میں اگر وہ وفات پا جائے تو اسے بھی علماء ہی کا درجہ مل جاتا ہے (خواہ وہ عالم نہ ہو)

پھر رسولؐ اللہ کا ایک ارشاد بیان فرماتے ہیں کہ جو شخص علما کے ساتھ اٹھے بیٹھے اور سات دن ان کی خدمت کرے اس کے تمام گناہ بخشے جاتے ہیں اور اس کے نامۂ اعمال میں سات ہزار سال کی نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ اس نیکی کی کیفیت یہ ہے کہ دن کو روزہ رکھے اور رات یادِ الٰہی میں کھڑے ہو کر گزارے۔

Marfat.com

اس ضمن میں خواجہ صاحبؒ ایک حکایت بیان فرماتے ہیں کہ پہلے زمانہ میں ایک شخص تھا جو علماء ومشائخ کو برا جانتا تھا اور ان سے حسد کیا کرتا تھا۔ چنانچہ وہ انھیں دیکھ کر حسد سے منہ پھیر لیا کرتا تھا۔ جب وہ مر گیا تو لوگوں نے اس کا منہ قبلہ کی طرف موڑنے کی کوشش کی مگر نہ مڑتا تھا۔ وہ لوگ بہت حیران ہوئے۔ آخر غیب سے آواز آئی اسے کیوں تکلیف دیتے ہو۔ دنیا میں اس نے علماء ومشائخ کو برا جانا اور ان کے ارشادات کی پروانہ کی اور ان سے روگردانی اختیار کی لہذا آج ہم بھی اپنی رحمت سے اس کا منہ پھیر دیتے ہیں اور قیامت کے دن اسے ریچھ کی شکل میں اٹھائیں گے۔

اسی ضمن میں خواجہ صاحبؒ بیان فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز اولیاء اور علماء ومشائخ کے کندھوں پر گودڑیاں ہونگی اور ہر گودڑی میں لاکھوں دھاگے ہونگے۔ پھر تابع اور مرید ان گودڑیوں کے دھاگوں کے ساتھ لٹک جائیں گے یعنی ہر دھاگے کے ساتھ ایک ایک شخص لٹک جائے گا اور اسے مضبوط تھامے رکھیں گے جب خدا کی مخلوق حشر سے فارغ ہو جائے گی تو خدا انھیں طاقت فرمائے گا اور وہ پل صراط کے قریب پہنچ جائیں گے اور اپنی اپنی گودڑی کے وسیلہ سے وہ سب لوگ تیس ہزار سال کی مسافت اور قیامت کی تکلیفوں اور عذاب سے آسانی کے ساتھ گزر جائیں گے۔ اور جنت میں داخل ہوں گے۔ انھیں ذرا بھی سختی کا سامنا نہ کرنا پڑے گا۔

متفرق فرمایا ایک مرتبہ خواجہ جنید بغدادیؒ سے پوچھا گیا محبت کی رضا کیا ہے۔ فرمایا محبت کی رضا یہ ہے اگر ساتوں دوزخ اپنی پوری ہیبت وعظمت کے ساتھ بندے کے دائیں ہاتھ پر رکھ دیے جائیں تو وہ یہ نہ کہے کہ انھیں میرے بائیں ہاتھ پر رکھا جائے۔

فرمایا سب سے بہتر وقت وہ ہے جب دل کے اندر کوئی وسوسہ اور خیال نہ ہو اور لوگوں سے علیحدگی حاصل ہو، پھر فرمایا جسے محبت دی گئی ہے اسے فقیری اور وحشت دی گئی ہے تاکہ دنیا کا طالب نہ بنے۔

فرمایا آدمی کی اصل مٹی اور پانی سے ہے جس شخص پر پانی غالب ہو اگر وہ جمالِ دوست دیکھنے میں خود پسندی سے کام لے تو کبھی مقصد حاصل نہیں کر سکتا اور جس پر مٹی

Marfat.com

غالب ہو وہ مصیبت اور سختی کے موقعہ پر استقامت دکھاتا ہے اور نیک بنا رہتا ہے۔ تاکہ کسی لائق ہو جائے۔

فرمایا جب خداوند کریم نے بادل پیدا کرنا چاہا کہ ہر قسم کا رنگ اور مزا ہو تو رنگوں کو ملانے سے پانی کا رنگ بنا اور جب سب مزوں کو ملایا تو پانی کا مزا ہو گیا جس کے پینے سے زندگی تو حاصل ہوتی ہے مگر اس کی لذت مفقود ہے۔ ہر شے پانی کے باعث زندہ ہے۔

کعب الاخبار کی ایک روایت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا فرشتہ پیدا کیا ہے جس کی بزرگی اور ہیبت و عظمت کو اللہ تعالیٰ خود ہی جانتا ہے۔ اس فرشتے کا نام ہابیل ہے۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلا رکھے ہیں۔ ایک مشرق میں اور دوسرا مغرب میں ہر وقت لا الہ الا اللہ محمد رسولؐ اللہ کی تسبیح پڑھتا رہتا ہے۔ یہ روشنی کا فرشتہ ہے۔ مشرق والے ہاتھ سے دنیا کو روشنی بہم پہنچاتا ہے اور مغرب والے ہاتھ سے تاریکی۔ اگر روشنی کو ہاتھ سے چھوڑ دے تو سارا جہان روشن ہو جائے اور رات کبھی نہ آئے اور اگر تاریکی کو ہاتھ سے چھوڑ دے تو سارا جہان یکسر تاریک ہو جائے اور کبھی دن نہ آئے۔ نیز ایک تختی لٹک رہی ہے جس پر سفید اور سیاہ لکیریں ہیں انھیں دیکھ کر وہ کم اور زیادہ کرتا ہے۔ زیادہ کرے تو روشنی ہو جاتی ہے اور کم کرے تو تاریکی بڑھ جاتی ہے۔ چنانچہ اسی سبب سے کبھی دن بڑے ہوتے ہیں اور کبھی راتیں۔

مذکورہ ارشاد کے بعد عالم سکر میں فرمایا کہ اس راستے میں ایسے مردان خدا بھی ہیں کہ جہاں میں جو معاملہ گزرتا ہے اور عجائبات قدرت سے جو ظہور میں آتا ہے وہ سب ان کی نظروں کے سامنے ہوتا ہے۔ وہ اسے دیکھتے اور بندگان خدا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

فرمایا اللہ تعالیٰ نے ایسی ہی ہیبت اور عظمت کا ایک اور فرشتہ پیدا کیا ہے۔ اس فرشتے کا ایک ہاتھ آسمان میں ہے اور ایک زمین میں۔ آسمان والے ہاتھ سے وہ ہوا کو نگاہ میں رکھتا ہے اور زمین والے ہاتھ سے پانی کو اپنے قبضہ میں۔ اگر پانی کو ہاتھ سے چھوڑ دے تو سارا جہان اس میں غرق ہو جائے اور اگر ہوا کو ہاتھ سے چھوڑ دے تو بھی سارا عالم درہم برہم

Marfat.com

ہو جائے۔

فرمایا ۔اللہ تعالیٰ نے کوہ قاف پیدا کیا۔ یہ پہاڑ اتنا عظیم الشان ہے کہ ساری دنیا کے گرد پھیلا ہوا ہے۔ اور دنیا و مافیہا اس پہاڑ کے اندر ہے۔ قرآن کریم میں بھی مذکور ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر یوں بیان فرمائی ہے کہ اللہ نے ایک فرشتہ پیدا کیا ہے جو اس پہاڑ پر بیٹھا ہے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسولؐ اللہ اس کی تسبیح ہے جسے وہ پڑھتا ہے۔ اس فرشتے کا نام قرتائیل ہے اور وہ اس پہاڑ کا فرشتہ ہے۔ زمین کی رگیں اس کے ہاتھ میں ہیں اور اپنے ہاتھوں کو کبھی کھولتا ہے اور کبھی بند کر دیتا ہے۔ جب خدا تعالیٰ زمین کو تنگ کرنا چاہے تو فرشتے کو رگیں کھینچنے کا حکم مل جاتا ہے اور جب فراخ کرنا چاہے تو اسے حکم مل جاتا ہے کہ رگیں کھول دے۔ جب خلق خدا کو ڈرانا دھمکانا مقصود ہو تو رگوں کو ہلانے کا حکم آتا ہے جسے زلزلہ کہتے ہیں۔ چنانچہ جب حکم ہوتا ہے زمین ہلائی جاتی ہے۔

خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں میں نے خواجہ عثمانیؒ اور شیخ سیف الدین باخرزی رحمتہ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ اسرار العارفین میں مذکور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس پہاڑ کو دنیا سے کئی گنا زیادہ بنایا ہے۔ اس پہاڑ کے پیچھے چوالیس اور جہان ہیں۔ ہر جہان کے اندر اس کے چار سو حصے ہیں اور ہر حصہ اس دنیا سے چوگنا بڑا ہے پہاڑ کے پیچھے تاریکی نہیں اور وہاں رات نہیں ہوتی۔ وہاں کی زمین سونے کی ہے اور وہاں فرشتے رہتے ہیں۔ ان چالیس جہانوں سے نہ آدمی واقف ہے نہ شیطان نہ بہشت نہ دوزخ۔ جب سے اللہ تعالیٰ نے انھیں پیدا کیا ہے اس دن سے فرشتے لا الہ الا اللہ محمد رسولؐ اللہ کی تسبیح پڑھتے ہیں۔ ان کے پیچھے حجاب ہیں پھر ان کے پیچھے اور حجاب ہیں جن کی بڑائی اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

Marfat.com

اوراد و وظائف

سورۂ فاتحہ خواجہ صاحبؒ کا ارشاد ہے کہ حاجت براری کے لیے سورہ ء فاتحہ کو کثرت سے پڑھنا چاہیے۔ حدیث میں ہے کہ جسے کوئی مشکل درپیش ہو وہ اس طریقہ سے سورہ ء فاتحہ پڑھے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ یعنی رحیم کے میم کو الحمد کے لام سے ملائیں اور آمین کے وقت تین دفعہ آمین کہے۔

فرمایا سورہ ء فاتحہ تمام دکھوں اور بیماریوں کا علاج ہے جو بیماری کسی علاج سے دور نہ ہو۔ وہ دور کرنے کے لیے صبح کی نماز کے فرضوں اور سنتوں کے درمیان اکتالیس مرتبہ مع بسم اللہ سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کرنے سے دور ہو جاتی ہے۔

فرمایا حدیث شریف میں آیا ہے کہ الفاتحہ شفاء من کل داءٍ یعنی سورۂ فاتحہ ہر دکھ درد کی دوا ہے۔

فرمایا ایک مرتبہ خلیفہ ہارون الرشید شدید بیمار ہو گیا اور یہ بیماری قریباً دو برس سے اوپر تک لاحق رہی جب علاج معالجہ سے عاجز آ گیا تو اپنے وزیر کو خواجہ فضیل بن عیاضؒ کی خدمت میں بھیجا کہ میں اس بیماری سے بہت تنگ آ گیا ہوں۔ علاج سے بھی عاجز آ گیا ہوں کوئی افاقہ نہیں ہوتا۔ کوئی تدبیر بتائیں۔

چونکہ شفا کا وقت آ چکا تھا لہٰذا خواجہ فیصلؒ اٹھ کر خلیفہ کے پاس آئے اپنا دست مبارک خلیفہ کے بدن پر پھیرا۔ پھر اکتالیس مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کیا۔ ابھی اچھی طرح دم کرنے نہ پائے تھے کہ خلیفہ صحت یاب ہو گئے۔

ایک دفعہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے ایک بیمار پر سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کیا تو وہ روبہ صحت ہو گیا۔ کوئی شخص اس کی بیمار پرسی کے لیے آیا اور پوچھا کیا حال ہے۔ کس طرح تندرست ہوئے۔ وہ کہنے لگا۔ حضرت علی علیہ السلام تشریف لائے تھے اور سورۂ فاتحہ پڑھ کر

Marfat.com

دم کیا تھا جس سے مجھے شفا مل گئی۔ ابھی وہ بات ختم کرنے نہ پایا تھا کہ دوبارہ بیماری میں گرفتار ہو گیا جس سے وہ مر گیا۔ اس کی موت کا سبب اس کی بداعتقادی تھی۔ لہذا انسان کو ہر کام صدق دل سے کرنا چاہیے اور عقیدہ ہمیشہ نیک رکھنا چاہیئے۔ اگر سورۂ فاتحہ پڑھے بغیر بھی ہاتھ پھرا جائے تو شفا ہو سکتی ہے۔ سورۂ فاتحہ تمام دردوں کی دوا ہے۔

فرمایا تفسیر میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری تمام سورتوں کا ایک ایک نام رکھا مگر سورۂ فاتحہ کے سات نام رکھے ہیں اور وہ یہ ہیں:-

فاتحہ الکتاب، سبع المثانی، ام الکتاب، ام القرآن، سورۂ مغفرت، سورۂ رحمت اور سورۂ الکنز۔

فرمایا ایک مرتبہ میں اور میرے پیر و مرشد شیخ عثمان ہارونیؒ سفر پر جا رہے تھے جب دریائے دجلہ کے کنارے پہنچے تو کشتی نہ ملی۔ ہمیں جلدی جانا تھا۔ خواجہ صاحب علیہ الرحمت نے فرمایا آنکھیں بند کرو۔ میں نے آنکھیں بند کیں تو اپنے آپ کو اور خواجہ صاحبؒ کو دریا کے دوسرے کنارے کھڑا دیکھا۔ میں نے عرض کیا۔ ہم کس طرح دریا سے پار اترے۔ فرمایا میں نے پانچ مرتبہ سورۂ فاتحہ پڑھ کر پانی پر قدم رکھا اور ہم دونوں پار ہو گئے۔ سو اگر کوئی شخص کسی مہم کے لیے سورۂ فاتحہ پڑھے اور اس کا کام نہ بنے تو بے شک وہ میرا دامن پکڑ لے۔

خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اور صحابہؓ آپ کے پاس جمع تھے کہ آپؐ نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے بہت سی کرامتیں عطا فرمائی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی پیغمبر کو عطا نہیں ہوئیں۔ پھر فرمایا۔ کہ ایک دفعہ جبرائیل امین میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا؛ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ میں نے جو کتاب تم پر نازل کی ہے۔ اس میں ایک ایسی سورۃ ہے کہ اگر وہ سورۃ تورات میں ہوتی تو موسیٰ علیہ السلام کی امت میں سے کوئی شخص گمراہ نہ ہوتا اور اگر انجیل میں ہوتی تو کوئی عیسائی بت پرست نہ بنتا۔ اگر وہ سورۃ زبور میں ہوتی تو داؤد علیہ السلام کی امت میں کوئی شخص مغنی نہ بنتا اور یہ اس واسطے نازل کی گئی ہے کہ اس کی برکت سے تیری امت اللہ تعالیٰ سے مدد حاصل

Marfat.com

کرے۔ اور قیامت کے دن جہنم کے عذاب سے نجات پائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبرائیل سے دریافت فرمایا کہ وہ کونسی سورۃ ہے۔ جبرائیل علیہ السلام بولے۔ وہ سورۂ فاتحہ ہے۔ جبرائیل نے مزید فرمایا مجھے اس خدا کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اگر روئے زمین کے سارے دریاؤں کا پانی سیاہی بن جائے اور تمام درخت قلم بن جائیں اور ابتدائے عالم سے لے کر تمام فرشتے اور آدمی اس سورۃ کے فضائل تحریر کرتے رہیں تو بھی اس کی فضیلت احاطہ تحریر میں نہ لاسکیں۔

خواجہ صاحبؒ نے فرمایا کہ مشائخ تجلیات اور اہل سلوک نے لکھا ہے کہ سورۂ فاتحہ میں ۱۲۴ حروف ہیں اور ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر گزرے ہیں۔ سورۂ فاتحہ کے ہر حرف کے عوض میں ہزار پیغمبر کا ثواب ملتا ہے۔

فرمایا الحمد کے پانچ حرف ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے پانچ وقت کی نماز کا حکم فرمایا ہے۔ جو شخص اسے پڑھتا ہے تو پانچوں نمازوں میں اس سے جو کوئی نقص واقع ہوا ہو وہ اس سورۃ کے طفیل صاف ہو جاتا ہے اور اس کی نمازیں قبول ہو جاتی ہیں۔

فرمایا ’اللہ‘ کے تین حروف ہیں۔ الحمد کے پانچ بھی ملا دیے جائیں تو کل آٹھ حروف بنتے ہیں۔ چنانچہ اس سورۃ کے پڑھنے والے کے لیے بہشت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جاتے ہیں تاکہ جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔

"رب العالمین" کے دس حروف ہیں۔ دس کے ساتھ آٹھ مل جائیں تو اٹھارہ ہوتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے اٹھارہ ہزار عالم پیدا کیے ہیں۔ جو شخص یہ اٹھارہ حروف پڑھتا ہے اسے اٹھارہ ہزار عالم کا ثواب پہنچتا ہے۔

"الرحمن" میں چھ حروف ہیں۔ چھ اور اٹھارہ مل کر چوبیس ہوتے ہیں اور اللہ تعالےٰ نے دن رات میں چوبیس گھنٹے بنائے ہیں جو شخص ان چوبیس حروف کو پڑھتا ہے وہ گناہوں سے اس طرح پاک و صاف ہو جاتا ہے گویا ابھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔

Marfat.com

"الرحیم" کے چھ حروف ہیں۔ چھ اور چوبیس مل کر تیس ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے پل صراط کی مسافت تیس ہزار سال کی بنائی ہے۔ جو شخص ان تیس حروف کو پڑھتا ہے وہ پل صراط سے بجلی کی تیزی کے ساتھ گزر جاتا ہے۔

"مالك یو م الدین" میں بارہ حروف ہیں۔ بارہ اور تیس مل کر بیالیس حروف بنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سال کے بارہ ماہ بنائے ہیں۔ جو شخص ان بارہ حروف کو پڑھتا ہے اس کے بارہ مہینوں یعنی سال بھر کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

"ایاك نعبد" میں آٹھ حروف ہیں۔ آٹھ اور بیالیس پچاس بنتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے قیامت کا دن پچاس ہزار سال کے برابر پیدا کیا ہے۔ جو شخص ان پچاس حروف کو پڑھتا ہے۔ خداوند تعالیٰ اس کے ساتھ صدیقوں کا سا معاملہ کرتا ہے۔

"وایاك نستعین" میں گیارہ حروف ہیں۔ گیارہ اور پچاس ملا کر اکسٹھ حروف بنتے ہیں اور زمین اور آسمان میں اللہ تعالیٰ نے اکسٹھ دریا پیدا فرمائے ہیں۔ جو شخص ان اکسٹھ حروف کو پڑھتا ہے، ان سب دریاؤں کے قطروں کے برابر نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں لکھ دی جاتی ہیں اور اسی قدر برائیاں اس کے نامہ اعمال میں سے مٹا دی جاتی ہیں۔

"اهدنا الصراط المستقیم" میں انیس حروف ہیں۔ انیس اور اکسٹھ ملا کر اسّی حروف بنتے ہیں۔ جو شخص دنیا میں شراب نوشی کرتا ہے۔ اسے اسّی دُرّے لگانے کا حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ ان حروف کے پڑھنے والے کو اسّی دُرّے معاف فرماتا ہے۔

"انعمت علیهم غیر المغضوب علیهم ولا الضالین امین" میں چوالیس حروف ہیں۔ چوالیس اور اسّی ملا کر ۱۲۴ حروف بنتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر پیدا کیے ہیں۔ چنانچہ جو شخص ان ایک سو چوبیس حروف کو پڑھے اللہ تعالیٰ اسے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کا ثواب عطا فرماتا ہے۔

اوراد فرماتے ہیں جو شخص اپنے لیے کوئی ورد مقرر کرے اسے چاہیے کہ روزانہ

Marfat.com

پڑھے۔ اگر دن میں نہ پڑھ سکے تو رات کو پڑھے مگر پڑھے ضرور۔ پڑھ لینے کے بعد کسی کام میں لگے۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ورد کا تارک لعنتی ہے۔

فرماتے ہیں ایک دفعہ مولانا رضی الدینؒ گھوڑے سے گر پڑے اور پاؤں میں چوٹ آئی۔ گھر آنے پر سوچ میں پڑ گئے کہ یہ چوٹ مجھے کیوں لگی۔ یعنی یہ بلا کیسے نازل ہوئی۔ مگر یاد آ گیا کہ روزانہ صبح کی نماز کے بعد میں سورہ یٰسین پڑھا کرتا تھا اور یہ میرا معمول تھا مگر آج میں نے سورۂ یٰسین نہیں پڑھی۔

فرمایا ایک بزرگ عبداللہ مبارکؒ سے ایک مرتبہ وظیفہ ادا نہ ہو سکا۔ غیب سے آواز آئی۔ عبداللہ! تم نے جو عہد ہم سے کیا تھا شاید اسے بھول گئے۔ یعنی تم نے آج وظیفہ نہیں پڑھا۔

فرمایا انبیاءؑ اولیاءؒ مشائخ اور مردان خدا کا جو وظیفہ ہوتا ہے وہ اسے برابر پڑھتے رہتے ہیں اور جو بات اپنے پیروں سے سنتے ہیں اس کے مطابق عمل کرتے ہیں۔

Marfat.com

خواجہ اجمیریؒ کا وظیفہ

شیخ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے اپنے رسالہ "دلیل العارفین" میں خواجہ صاحبؒ کا وہ وظیفہ بیان فرمایا ہے جو وہ ہمیشہ پڑھا کرتے تھے۔ قطب صاحبؒ کے بیان کے مطابق خواجہ صاحبؒ انھیں ہدایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ "جو ورد ہمارے خواجگان سے منقول ہیں، انھیں ہم پڑھا کرتے ہیں تم بھی پڑھا کرو"۔ خواجہ اجمیریؒ نے فرمایا

جب اٹھو تو دائیں پہلو اٹھو اور بسم اللہ پڑھ کر باشرائط وضو کرو اور دوگانہ پڑھ کر مصلے پر بیٹھ جاؤ۔ سورۂ بقرہ کی چند آئتیں اور سورۂ انعام کی ستر آئتیں تلاوت کرنے کے بعد سو دفعہ لا الہ الا اللہ محمدؐ رسول اللہ پڑھو

پھر صبح کی نماز سنتیں یوں ادا کرو کہ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ اور الم نشرح دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ اور الم ترکیف پھر سو مرتبہ سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم و بحمدہ استغفر اللہ من کُل ذنبِ و اتوب الیہ پڑھو۔

جب نماز فجر پڑھ چکو تو قبلہ رو بیٹھ کر دس مرتبہ یہ پڑھو۔

لا الہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ۔ لہ الملک ولہ الحمد یحیی و یمیت وھو حی لا یموت ابدا ابدا ذوا لجلال مالا کرام بیدہ الخیر وھو علی کل شئیِ قدیر۔ اس کے بعد تین مرتبہ اشھد ان محمدًا عبدہٗ ورسولہ پڑھو۔ پھر تین دفعہ یہ پڑھو۔ اللّٰھم صل علیٰ محمدِ ما اختلف الملون وتعاقب العصلک و تکرار الحدیران واستعصحب العزقدان والقمران بلغ علی روح بحمد منی التحیتہ والسلام۔

پھر تین دفعہ یا عزیز یا غفور پڑھو۔

Marfat.com

پھر تین دفعہ یہ پڑھو۔ سبحان الله والحمد لله ولا اله ا لّاالله والله اکبر ولا حول ولا قوة الا بالله العظیم

پھر تین دفعہ استغفر الله من کل ذنب واتوب اله پڑھو

پھر یہ پڑھو۔ سبحٰن الله وبحمده سبحٰن الله العظیم وبحمد استغفر الله الذی لا اله الا هو الحی القیوم غفار الذنوب ستار العیوب علامُ الغیوب کشاف الکروب مقلب القلوب اتوب الیه

پھر تین مرتبہ یہ پڑھو۔ یاّحی یا قیوم یا حنان یامنان یاریان یا سبحان یا سلطان یا بدیع السموٰت وّالارض یا ذوالجلال والاکرام برحمتك یا ارحم الراحمین۔

پھر تین مرتبہ یہ پڑھو۔ لا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم یا قدیم یا دائمه یا حی یا قیوم یا احد یا صمد یا حلیم یا عظیم یا علی یا نور یا فرد یاو تریا باقی یا حی یا قیوم یا حی رفض حاجتی بحق محمدؐ واله اجمعین۔

پھر اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام لو۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ننانوے نام لواور وہ یہ ہیں۔

بسم الله الرحمٰن الرحیم۔ محمد۔ احمد۔ بشیر۔ محمود۔ قاسم۔ عاقب۔ خاتم۔ حاشر۔ حی۔ ماحی۔ داعی۔ سراج۔ منیر۔ بشیر۔ نظیر۔ هادی۔ مهدی۔ رسول۔ احمد۔ نبی۔ طهٰ۔ یسٰین۔ مزمل ۔ مدثر۔ صفی۔ خلیل۔ کریم۔ حبیب۔ مجید۔ احمد۔ وحید۔ قیم۔ جامع۔ مقضی۔ مقتضی۔ رسول۔ الملاصم۔ رسول۔ الراهته۔کامل۔ اکمل۔ مصطفیٰ۔مرتضیٰ۔ مختار۔ ناصر۔ قائم۔ حافظ۔ شهید۔ عادل۔ حکیم۔ نور۔ محبت۔ بیان۔

Marfat.com

برھان۔ مومن۔ مطیع۔ مزکر۔ واعظ۔ واحد۔ امین۔ صادق۔ ناطق۔ صاحب۔ مکی۔ مدنی۔ بطحیٰ۔عربی۔ھاشمی۔ مضری۔امن ۔ عزیز۔ حریص۔ رئوف۔یتیم۔طیب۔طاھر۔مطھر۔فصیح۔سید۔متقی امام۔حق۔مبین۔ اوّل۔اٰخر۔ظاھر۔ باطن۔ شفیع۔ محرم۔امر۔ناھی۔ حلیم۔ شھید۔ قریب۔ منیب۔ ولی۔ عبداللہ۔ محمد کرامت اللہ۔محمدایت اللہ وسلّم تسلیماً کثیرا کثیرا۔برحمتك یا ارحم الراحمین۔

پھر تین مرتبہ یہ درود پڑھو۔الھم صل علیٰ محمد حتی لا یبقی من الصلوٰۃ شئی وارحم علیٰ محمد۔حتی لا یبقی من الرحمتہ شئی وبارکْ علی محمد حتی لا یبقی من البرکات شئی۔

پھر ایک مرتبہ آیۃُ الکرسی پڑھو۔

اللہ لا الہٰ الا ھو الحی القیوم لا تاخزہ سنتہ ولا نوم لہ ما فی السمٰوات وما فی الارض من ذالزی یشفع عندہ الا باذنہ یعلم ما بین ایدیھم وما خلفھم ولا یحیطون بشئی من علم الا بما شاَ وسع کرسیہ السمٰوت و الارض۔ولا یؤودہ حفظھما وھوالعلی العظیم۔

پھر تین مرتبہ یہ پڑھو۔ اللھم مالك الملك وتوتی الملك من تشاع و تنزع الملك ممن تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء بید ك الخیر انكَ علیٰ کل شئی قدیر۔

پھر تین مرتبہ قل ھو اللہ احد پھر سات دفعہ یہ پڑھو۔

فان تولوافقل حسبی اللہ لا الہٰ الا ھو علیہ توکلت وھو ربّ العرش العظیم۔

پھر تین مرتبہ یہ پڑھو۔ ربنا لا تحملنا مالا طاقتہ لنا بہ واعف عنا

Marfat.com

واغفر لنا وارحمنا انت مولینافانصر نا علی القوم الکافرین برحمتکٔ و یا ارحمٔ الراحمین۔

پھر تین مرتبہ یہ پڑھو۔اللھم اغفرلی ولوالدی ولجمیع المئو منینِ والمومنات والمسلمین والمسلمٰت الاحیاء منھم والاموات ،برحمتکٔ یا ارحم الراحمین۔

پھر تین مرتبہ یہ پڑھو۔سبحٰن الاول المبدئی سبحٰن الباقی المعید اللہ الصمد لم یلد ولم یولدولم یکن لہ کفوااحد۔

پھر تین مرتبہ یہ پڑھو۔وان اللہ علیٰ کل شئی قدیر وان للہ قد احاطہ بکل شئی علماً۔

پھر تین مرتبہ یہ پڑھو۔اتوب توبتہ عبد ظالم لا علمک ولنفسہ نفعاً و لا ضرًا ولا موتا ولا حیراۃ ولا نشورا۔

پھر تین مرتبہ یہ پڑھو۔اللھم یا حی یا قیوم یا اللہ یا لا الہٰ الا انت اسئلک ان تحی قلبی بنور معرفتک ابدًا یا اللہ یا اللہ۔

پھر تین مرتبہ یہ پڑھو ۔یامسبب الاسباب یا مفتح الابواب یا مقلب القلوب والابصار یادلیل المتحیرین باغیاث المستغیثین اغثننی توکلت علیہ یارب وفضت امری الیک یارب لاحول ولاقوۃ الابا اللّٰہ العلی العظیم ماشاء اللہ کان و مالم یشاء لم یکن بحق ایاک نعبدو ایا ک نستعین۔

پھر تین مرتبہ یہ پڑھو۔اللھم انی اسئلک یامن علیک حوائج السائلین ولیعلم ضمیر الصامتین فان لک من کل مسئلۃمنک سمعاحاضرا وجوابا عقیداران لک من کل صامت علماناطقا فاعطنا حواعبدک الصادقۃ و ایادیک والشاملۃ ورحتک الواسطۃ ونعمتک السابقۃ انظر الیٰ نظرۃ

Marfat.com

بررحمتك ويا ارحم الرحمين۔

پھرایک مرتبہ یہ پڑھو۔ یامنان یا منان یا دیان یا برهان یا سبحن یا غفران یا ذاالجلال والاکرام۔

پھرتین مرتبہ یہ پڑھو۔ الهیم اصلح امة محمد اللهم ارحم اُمته محمد اللهم زوج ممن امته محمد۔

پھرتین مرتبہ یہ پڑھو۔ اللهم انی اسئلك و یاسمائك واسمك الاعظم ان تعطین ماساتلك بفضلك وكرامك یاارحم الراحمین ۔الحمد الله الذی فی اسموت عرشه و الحمدلله الذی فی القیوم تضاؤه وامر والحمد لله الزی فی البر والبحر سبیلا والحمد لله الذی لااله ولاملجاالاالیه رب لاتزری فردا وانت خیرالوارثین ۔ پھرتین مرتبہ یہ پڑھو۔ سبحن الله ملائالمیذان ومنتهی العلم وزینة العرش و مبلغ الرضاء برحمتك یا ارحم الراحمین

پھرایک مرتبہ یہ پڑھو۔ رضیت بالله یاكریماو بحمدنبیا وبالاسلام دنیا وبالقراٰن اماما ویالكعبةقبلةوبالمومنین اخوانا۔

پھرتین مرتبہ یہ پڑھو۔ بسم الله خیرالاسماء بسم الله رب الارض واسماء بسم الله الذی لایضر معاسمه شیئ فی الارض ولا فی السماء وهوالسمیع العلیم ۔

پھرچند مرتبہ یہ پڑھو۔ اللهم اجرنا من النار یامجیر۔

پھردس مرتبہ یہ پڑھو۔ لااله الاالله دسویں مرتبہ محمد رسول اللہ کہو

پھرایک مرتبہ یہ پڑھو۔ واشهدان الجنة حق والنار حق والمیزان حق والموت حق والسوال حق والصراط حق والشفائةحق وكرامة الاولیاء

Marfat.com

حق و رمعجزۂ الانبیاء حق فی الدادالدنیا وان الساعة اٰتیة لاریب فیھا وان اللہ یبعث من فی القبور

پھر ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگو۔ اللھم ذد نورنا وزد حضورنا وذد مغفرتنا وزد طاعتنا رزد نعمتنا وذد درجتنا وذدعشقنا وزد قبولناء برحمتك یاارحم الراحمین ۔

اس کے بعد مسبعات عشرہ اور سورۂ یسٰین پڑھو۔ پھر سورۂ ملک پھر سورۂ جمعہ۔ ازاں بعد جب سورج بلند ہو تو نماز اشراق دس رکعت پانچ سلام کے ساتھ اس طرح پڑھو کہ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ ایک مرتبہ اذا زلزلت الارض زلزالھا ایک مرتبہ دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ ایک مرتبہ اور ایک مرتبہ انا اعطینك الکوثر پڑھو۔

نماز کے بعد دس دفعہ درود شریف پڑھو پھر قرآن کی تلاوت میں مصروف ہو جاؤ۔ پھر بارہ رکعت نماز چاشت چھ سلام کے ساتھ اس طرح پڑھو کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ ایک بار اور سورہ والضحیٰ ایک بار پڑھو۔ سلام کے بعد کلمہ سبحان اللہ اخیر تک سو بار پڑھو۔ پھر سو مرتبہ درود شریف پڑھو اور دیر تک قرآن پاک کی تلاوت کرتے رہو۔ پچھلی دس سورتیں پڑھو یعنی "الم ترکیف" سے قل "اعوذ برب الناس" تک پڑھو۔

سلام کے بعد دس مرتبہ درود شریف پڑھو۔ پھر سورۂ نوح اور عصر کی نماز تک خدا کی یاد میں مصروف رہو۔ پھر سو مرتبہ یہ پڑھو۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ پھر پانچ مرتبہ سورۂ فتح اور سورۂ ملک پڑھو۔

پھر سورۂ عم یتسئالون اور سورئہ و لنازعات پڑھو اور یاد الٰہی میں مصروف ہو جاؤ۔

بعد ازاں شام کی نماز پڑھو۔ سنتوں کے بعد دو رکعت نماز حفظ ایمان پڑھو۔ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھو۔ قل اعوذ برب الفلق ایک

Marfat.com

مرتبہ اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ ایک مرتبہ سورئہ اخلاص تین مرتبہ اور قل اعوذ برب الناس ایک مرتبہ پڑھو۔

نماز سے فارغ ہونے پر سر سجدہ میں رکھ دو اور یہ کہو یا حی یا قیوم ثبتنی علی الایمان پھر نماز اوّابین ادا کرو لیکن ہمارے نزدیک چھ رکعت ادا کرے۔ تین سلام کے ساتھ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد اذا زلزلت الارض دوسری میں فاتحہ کے بعد الھٰکم التکاثر تیسری میں فاتحہ کے بعد سورۂ واقعہ پڑھو۔ پھر عشا کی نماز تک خدا کی یاد کرتے رہو۔

جب عشا کا وقت ہو جائے تو نماز سے قبل یہ دعا پڑھو۔

اللّٰھم اعنی علی ذکرك وشکرك وحسن عبادتك

پھر چار رکعت نمازِ عشا ادا کرو۔ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد تین دفعہ آیت الکرسی پڑھو۔ باقی تین رکعتوں میں فاتحہ کے بعد قل ھو اللہ پڑھو پھر چار رکعت صلوٰۃ السعادہ ادا کرو۔ ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد تین دفعہ انا انزلنا لااور پندرہ دفعہ سورہ اخلاص پڑھو۔

نماز سے فارغ ہونے کے بعد سجدہ میں سر رکھ دو اور تین مرتبہ یہ کہو، یاحیی یا قیوم ثبتنا علی الایمان بیٹھنے پر یہ دعا پڑھو۔ اللھمہ انی اسلك برکته فی الحمر وصحته فی المعیشته ودسعت فی الرزق وزیادۃفی لعلمه ثبتنا علی الایمان

پھر رات کو تین حصوں میں تقسیم کرو۔ پہلے حصہ میں نماز پڑھو۔ دوسرے میں تہجد جس کے متعلق آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ یہ نماز ہمارے لیے فرض ہے۔ یہ نماز چار سلام سے ادا کی جائے اور جتنا قرآن یاد ہو پڑھو۔ پھر تھوڑی سی نیند کرلو۔ پھر اٹھ کر تازہ وضو کرو اور صبح کاذب تک خدا کی یاد کرو۔

اسی طرح روزانہ کرو اور کمی بیشی نہ کی جائے۔

Marfat.com

چیدہ چیدہ اقوال وارشادات[1]

چھوٹی ندیوں اور نہروں کا پانی شور مچاتا رہتا ہے۔ لیکن جب وہ دریا میں جا کر مل جاتا ہے تو ان کا شور ختم ہو جاتا ہے۔

شقاوت اور بدبختی یہ ہے کہ انسان گناہ کرے پھر یہ سمجھے کہ میں مقبول ہو جاؤں گا۔

قرآن عزیز، خانہ کعبہ، والدین، علماء اور اساتذہ پانچ چیزیں ایسی ہیں جن کا دیکھنا عبادت میں شامل ہے۔

صاحب محبت وہ ہے جو ابتدائے عشق ہی میں ناچیز بن جائے۔

جس نے جو کچھ پایا محنت اور خدمت ہی سے پایا۔

غیروں سے کٹ کر دوست کے ساتھ وابستہ ہونا تجدید کہلاتا ہے۔

کوئی کیسا ہی برا ہو نیکوں کی صحبت اس کی برائیوں کو زائل کر دیتی ہے اور خواہ کیسا ہی اچھا ہو بروں کی صحبت اسے برا بنا دیتی ہے۔

مصیبت اور سختی کا آنا صحت اور ایمان کی علامت ہے۔

سچا دوست وہ ہے جو دوست کی بھیجی ہوئی مصیبت کو خوشی خوشی قبول کرے اور دم نہ مارے۔

والدین کے چہروں پر محبت سے نگاہ کرنا بھی عبادت ہے۔

علم ایک بحر محیط ہے اور معرفت اس بحر محیط کی لہر۔

بندہ جس قدر مجبوری اور دوری سے ڈرتا رہے گا اسی قدر اسے محبت کا ثمر ملے گا۔

توبہ کے چند مقام ہیں، جاہلوں سے دوری اختیار کرنا، باطلوں سے بعید رہنا، منکروں کی صحبت سے بچنا اور خدا کے محبوب بندوں کی صحبت اختیار کرنا، نیک اعمال کی طرف توجہ کرنا۔

---

[1] یہ اقوال ''احسن الکلام'' مصنفہ ارمان سرحدی سے لیے گئے ہیں۔

Marfat.com

گناہوں سے اتنا نقصان نہیں پہنچتا جتنا مسلمان بھائی کی بے حرمتی اور اس کو ذلیل کرنے سے۔

محبت کی راہ ایسی ہے کہ اس پر گامزن ہونے والوں کا نشان نہیں ملتا۔

سلوک کا پہلا راستہ شریعت کا ہے جب آدمی اس کا پابند ہو جاتا ہے تو طریقت کا راستہ مل جاتا ہے۔

جب عارف خاموش ہو جائے تو سمجھو کہ وہ اللہ تعالیٰ سے کلام کر رہا ہے۔

دنیا کی عزیز ترین چیزیں تین ہیں۔ وہ عالم جو بات کرے تو علم کی رو سے کرے، وہ مرد جسے طمع اور حرص دامنگیر نہ ہو، وہ عارف جو ہمیشہ دوست ہی کی صفتیں بیان کرتا ہے۔

عارفوں کا ایک مقام ایسا ہے جہاں وہ دنیا و مافیہا کی کل چیزوں کو اپنی دو انگلیوں کے درمیان دیکھ لیتے ہیں۔

بھوکے کو کھانا کھلانا، حاجت مند کی حاجت روائی کرنا اور دشمن کے ساتھ اچھا سلوک کرنا نفس کی زینت ہے۔

حاجی خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہیں۔ اور عارف اپنے دل میں عرش حجاب عظمت کا طواف کرتے ہیں۔

عارف کا دل اپنے حال میں فانی اور دوست کے مشاہدہ میں باقی ہوتا ہے۔ عارف وہ ہے جو سب سے زیادہ متحیر ہو اور اپنا دل دونوں جہان سے الگ رکھے۔

عارف کا کمترین درجہ یہ ہے کہ اس میں صفات حق پائی جائیں۔

عارف وہ ہے جو سلوک میں کسی سے مدد نہ چاہے۔

عارف وہ ہے جو تمام دنیا کو جانتا ہو اور عقل سے لاکھوں معانی بیان کرے اور محبت کی تمام مشکل باتوں کا جواب دے۔

اہل معرفت سورج کی طرح ہوتے ہیں کہ ان سے سارے جہان پر روشنی پھیلتی ہے۔

دنیا میں عزیز اور محبوب ترین چیز یہ ہے کہ چند درویش باہم محبت سے مل بیٹھیں۔ اور بدترین چیز یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے سے علیحدگی اختیار کریں۔

Marfat.com

عارف کی نشانی یہ ہے کہ موت کو عزیز رکھتا ہے اور اس کا کوئی سانس ذکر الٰہی سے خالی نہیں ہوتا۔

جس نے نعمت پائی سخاوت کی بدولت پائی۔

درویش وہ ہے کہ وہ ہر اس کو جو اس کے پاس حاجت لے کر آئے وہ محروم نہ جانے دے۔ خدا کی شناخت کی علامت مخلوق سے پہلوتہی ہے اور معرفت کی باتوں میں خاموشی۔

انسان اس وقت تک عارف نہیں بن سکتا جب تک اپنے نفس کی معرفت سے بے خبر نہ ہو جائے۔

عارف کی علامت یہ ہے کہ وہ خاموش ہو اور اس کے چہرہ پر ہر وقت رنج وغم کے آثار نظر آئیں۔

عاشق کا دل محبت کی آگ کا آتشکدہ ہے کہ جو اس کے دل میں آتا ہے وہ جل کر خاکستر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ محبت کی آگ سے شدید آگ اور کوئی نہیں ہے۔

محبت کی علامت یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہوئے اس سے ڈرے کہ کہیں وہ اپنے قرب سے محروم نہ کر دے۔

اہل سلوک کے مذہب میں کسی پر تعجب کرنا بھی ایک گناہ ہے بلکہ گناہ سے بھی بدتر۔

عارف سے ادنیٰ ترین بات یہ سرزد ہوتی ہے کہ وہ دنیوی مال و ملک سے بیزار ہو جاتا ہے۔

عارف معرفت کی بابت خواہ کتنا ہی بیان کرے اور دوست کی راہ میں پھرتا رہے جب تک معارف یاد نہ کرے وہ عارف نہیں ہو سکتا۔

نیکوں کی صحبت نیک کام سے بہتر ہے اور بروں کی صحبت برے کام سے بدتر ہے۔

عارف دنیا کا دشمن ہوتا ہے اور اللہ کا دوست۔

راہ محبت میں عاشق وہ ہے جو دونوں جہان سے اپنا دل اٹھا لے۔

چار چیزیں نہایت عمدہ ہوتی ہیں۔ اول وہ درویش جو اپنے آپ کو دولتمند ظاہر کرے۔ دوسرے وہ بھوکا جو اپنے آپ کو شکم سیر ظاہر کرے۔ تیسرے وہ غمزدہ جو خوش وخرم

Marfat.com

دکھائی دے۔ چوتھے وہ شخص جو اپنے دشمن سے دوست کی طرح پیش آئے۔

عارفوں میں صادق وہ ہے جس کی ملکیت میں کوئی چیز نہ ہو اور وہ خود بھی کسی کی ملکیت نہ ہو۔

خدا کی دوستی اس طرح حاصل ہوتی ہے کہ جن چیزوں کو خدا اپنا دشمن جانتا ہے ان چیزوں کو بندہ بھی دشمن جانے یعنی دنیا اور نفس۔

عارف محبت میں جب کامل ہوتا ہے کہ بیچ میں گفتگو اٹھ جائے یعنی ایسا ہو کہ یا دوست رہے یا وہ خود۔

عارفوں کی خصلت محبت میں اخلاص کرنا ہے۔

متوکل وہ ہے جو مخلوق کی مدد کرے اور تکلیف کی شکایت نہ کرے۔

محبت کے چار معنی ہیں اللہ کے ذکر میں دل و جان سے خوش رہنا، ذکر الٰہی کو بڑا جاننا، قطع تعلق کرنا اور جو اس کے سوا ہے اس کی حالت پر رونا۔

محبت میں صادق وہ ہے جو والد اور عزیز و اقربا سے قطع تعلق کر کے خدا اور رسولؐ سے تعلق جوڑے، احکام الٰہی کے مطابق چلے اور حق کی دوستی میں صادق رہے۔

عارف کا کمال یہ ہے کہ اپنے آپ کو خدا کی راہ پر چلائے۔

قیامت کے دن جو چیز بہشت میں جائے گی وہ زہد ہے نہ کہ علم۔

جس نے خدا کو پہچان لیا اگر وہ خلقت سے دور نہ بھاگے تو جان لو کہ اس میں کوئی نعمت نہیں۔

عارف وہ ہے کہ جو کچھ اس کے اندر ہو اسے وہ اندر سے نکال دے تا کہ دوست کی طرح خود بھی بیگانہ بن جائے۔ پھر اللہ اس سے کوئی شے دور نہ رکھے گا اور نہ ہی وہ دونوں جہانوں کی پروا کرے گا۔

سب سے پہلی چیز جو انسانوں پر فرض کی گئی ہے وہ معرفت ہے۔

جب محب مملکت کا دعویٰ کرے تو محبت کے مرتبے سے گر جاتا ہے۔

اہل محبت وہ لوگ ہیں جو صرف دوست کی بات سنتے ہیں۔

Marfat.com

خواجہ اجمیریؒ کی حکایات

قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے دلیل العارفین میں ایسے واقعات اور حکایات بیان فرمائی ہیں جو انھوں نے حضرت خواجہ اجمیریؒ کی زبان مبارک سے سنیں۔ ذیل میں چند ایسی ہی نصیحت آموز حکایات مذکورہ کتاب سے انتخاب کر کے پیش کی جاتی ہیں جن میں راہ ہدایت کے طلب گاران کے لیے رشد و ہدایت اور رہنمائی کے بہت سے عناصر موجود ہیں۔ خواجہ اجمیریؒ فرماتے ہیں:

ایک مرتبہ شیخ اوحدالدین کرمانیؒ کے ساتھ سفر میں تھا کہ ایک بزرگ کو یاد الٰہی میں ایسا محو دیکھا کہ ہم نے اتنے انہماک سے عبادت کرتے ہوئے کسی کو نہ دیکھا تھا۔ میں نے اس بزرگ کو سلام کیا۔ میں نے دیکھا کہ اس کا گوشت پوست نہیں صرف روح ہی روح ہے۔ وہ بزرگ بہت کم باتیں کرتا تھا۔ میرے جی میں خیال آیا کہ اس سے اس کمزوری اور لاغری کا سبب دریافت کروں۔ وہ بزرگ روشن ضمیر واقع ہوا تھا۔ چنانچہ قبل اس کے کہ میں یہ بات دریافت کروں وہ خود ہی کہنے لگا اے درویش! ایک دن میں ایک دوست کے ہمراہ قبرستان سے گزرا اور ہم ایک قبر کے قریب رک گئے۔ اتفاقاً کوئی ایسی بات ہوئی کہ میرے ہنسی چھوٹ گئی اور میں قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔ قبر سے آواز آئی۔ اے غافل! جسے ایسا مقام درپیش ہو، ملک الموت اس کا حریف ہو اور اس کا غمخوار تہ خاک سانپوں اور بچھوؤں کے بس میں ہو اسے ہنسی اور قہقہے سے کیا غرض۔

میں یہ بات سنتے ہی اٹھا، دوست کے ہاتھ کو بوسہ دے کر اسے تو رخصت کیا اور خود آ کر نماز پڑھنے لگ گیا۔ ہیبت اور خوف سے میں پگھلنے لگا۔ آج اس واقعہ کو چالیس برس گزر چکے ہیں مگر میں نے شرم کے مارے نگاہ اٹھا کر آسمان کی طرف نہیں دیکھا اور نہ ہی اس مدت میں کبھی مسکرایا اور شرمندہ ہوں کہ قیامت کے روز کیا منہ دکھاؤں گا۔

Marfat.com

ایک بادشاہ رعیت کے حق میں بڑا ظالم تھا۔ اس نے اپنے ظلم وتعدی سے ملک کو برباد کر رکھا تھا۔ لوگ اس سے بہت تکلیف میں تھے۔ عرصے بعد اس بادشاہ کو دیکھا کہ بغداد میں کنکری مسجد کے پاس کھڑا ہے۔ سر اور داڑھی کے بال بکھرے ہوئے ہیں اور ان پر گرد جمی ہے۔ بدن پر بھی خاک پڑی ہے۔ ایک شخص نے اسے پہچان کر پوچھا تو وہی بادشاہ ہے جو مکہ میں اپنی رعیت پر ظلم وتشدد کیا کرتا تھا۔ اس نے شرمندہ ہو کر جواب دیا۔ ہاں تم درست کہتے ہو۔ مگر تم نے مجھے کیسے پہچانا۔ وہ شخص بولا۔ میں نے تجھے ان دنوں دیکھا تھا جب کہ تو نعمت و دولت سے مالا مال تھا اور خدا کی مخلوق پر رحم نہیں کرتا تھا، بلکہ انھیں ظلم کی تختہ مشق بنا رکھا تھا۔ کہنے لگا۔ ہاں تم سچ کہتے ہو۔ میں واقعی رعیت پر ظلم کرتا تھا اور خلق خدا کو تکلیف دیتا تھا۔ چنانچہ اپنے کیے کی سزا پا رہا ہوں۔

ایک دفعہ میں سفر کی حالت میں بخارا میں مقیم ہوا۔ وہاں ایک شخص کو دیکھا جو نابینا تھا اور ہر دم خدا کی یاد میں لگا رہتا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا تم کب سے نابینا ہوئے۔ اس نے جواب دیا جب میں درجہ کمال کو پہنچ گیا اور وحدانیت اور عظمت وجلال پر میری نظر پڑنے لگی۔ تو اتفاق سے ایک روز میری نگاہ غیر پر جا پڑی۔ آواز آئی اے مدعی! تو دعوٰی تو ہماری محبت کا کرتا ہے اور دیکھتا ہے غیر کی جانب۔ یہ آواز سن کر میں بہت شرمندہ ہوا اور مجھ سے بات نہ ہو سکتی تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے حضورؒ میں نے دعا کی کہ اے اللہ! جو آنکھ دوست کے سوا کسی اور کی طرف دیکھے وہ اندھی ہو جائے۔

ابھی یہ کہنے بھی نہ پایا تھا کہ دونوں آنکھوں کی بینائی جاتی رہی۔

خواجہ فتح موصلیؒ آٹھ برس تک روتے رہے یہاں تک کہ ان کے رخساروں پر گوشت پوست باقی نہ رہا۔ وفات کے بعد خواب میں نظر آئے تو پوچھا گیا کہ خدائے تعالیٰ نے آپ سے کیا سلوک کیے۔ فرمایا مجھے بخش دیا گیا۔ مگر جب مجھے اوپر لے جایا گیا اور میں عرش کے نیچے پہنچا تو میں نے خدائے عزوجل کو سجدہ کیا۔ مگر ڈر کے مارے کانپ رہا تھا۔ آواز آئی فتح!

Marfat.com

تو کیوں اتنا روتا تھا۔ کیا تجھے میرے غفار ہونے کا علم نہیں۔ میں نے سجدہ میں سر رکھ کر عرض کیا۔ الہ العالمین! مجھے اس بات کا علم تھا مگر میں قبر کی ہیبت، اس کے عذاب اور ملک الموت کی سختی سے ڈر کر روتا تھا کہ اس قدر تنگ قبر میں مجھ پر کیا گزرے گی۔ حکم ہوا واپس جا۔ میں نے تجھے اس خوف سے نجات دی اور تجھے بخش دیا۔

ایک دفعہ سیوستان کے علاقہ میں خواجہ عثمان ہارونیؒ اور میں سفر کر رہے تھے کہ ایک جھونپڑی میں ایک درویش دکھائی دیے ان کا نام شیخ صدر الدینؒ تھا۔ وہ خدا کی یاد میں بہت مصروف تھے۔ میں چند دن تک ان کے پاس رہا۔ جو کوئی ان کی جھونپڑی میں آتا اسے وہ خالی نہ جانے دیتے بلکہ عالمِ غیب سے کچھ نہ کچھ دیتے اور فرماتے اس درویش کے لیے ایمان کی دعا کرو۔ میرے لیے یہ بہت بڑا کام ہوگا کہ میں قبر میں اپنا ایمان سلامت لے کر جاؤں۔ جب وہ موت اور قبر کے متعلق سنتے تو خوف سے کانپنے لگتے اور ان کی آنکھوں سے خون جاری ہو جاتا۔ پھر وہ کھڑے ہو کر آسمان میں نظریں گاڑے سات دن رات تک روتے رہے اور ہمیں ان کے رونے پر حیرت ہوئی۔ رونے سے فارغ ہو کر وہ ہم سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے۔ عزیزو! جسے موت کا مزا چکھنا ہو، ملک الموت اس کے پیچھے لگا ہو اور قیامت کے دن کا سامنا کرنا ہو اسے خوشی، نیند اور چین سے کیا کام اور دوسرے کاموں میں وہ کیسے مصروف ہو سکتا ہے۔ اگر تمہیں ان مُردوں کی کیفیت کا علم ہو جائے جو سانپوں اور بچھوؤں کے بس میں ہیں اور مٹی کے قید خانے میں بند ہیں اور ان کے ساتھ جو گزر رہی ہے اس کا حال تمہیں معلوم ہو جائے تو کھڑے کھڑے نمک کی طرح پانی بن جاؤ۔

بصرہ میں ایک بزرگ سے میری ملاقات ہوئی جو یادِ الٰہی میں بہت مستغرق رہتا تھا۔ میں اس کے ساتھ قبرستان میں گیا۔ ہم دونوں ایک قبر کے پاس بیٹھ گئے یہ بزرگ صاحبِ کشف تھا۔ دیکھا کہ مردے کو سخت عذاب دیا جا رہا ہے۔ بزرگ یہ کیفیت دیکھ کر نعرہ مار کر زمین پر گر گیا اور وفات پا گیا۔ پھر گھڑی بعد نمک کی طرح پانی بن کر نظروں سے اوجھل

Marfat.com

ہو گیا۔ میں نے آج تک کسی پر ایسا خوف طاری ہوتا نہیں دیکھا جیسا اس بزرگ پر طاری ہوتا دیکھا۔

خواجہ حسن بصریؒ ایک مرتبہ قبرستان سے گزرے دیکھا کہ کچھ لوگ قبرستان میں بیٹھے کھا پی رہے ہیں۔ خواجہ صاحبؒ ان کے قریب گئے اور سوال کیا۔ تم مسلمان ہو یا منافق؟ ان لوگوں کو یہ سوال ناگوار گزرا۔ خواجہ صاحبؒ نے فرمایا میں نے یہ سوال تم سے اس لیے پوچھا ہے کہ رسول اللہؐ فرماتے ہیں کہ جو قبرستان میں کھائے پیئے وہ منافق ہے۔ کیونکہ قبرستان عبرت کی جگہ ہے۔ جیسا کہ تم دیکھتے ہو یہاں تم جیسے اور تم سے بہتر لوگ بھی خاک میں پڑے ہیں اور چیونٹیوں اور سانپوں کے بس میں ہیں۔ ان کا گوشت پوست گل سڑ گیا ہے اور ان کا حسن مٹی میں مل گیا ہے اور خود اپنے ہاتھوں سے تم نے اپنے ان عزیزوں کو مٹی میں دفن کیا ہے۔ پھر تم نے کیسے گوارا کر لیا کہ یہاں بیٹھ کر کھاؤ پیو۔

خواجہ صاحبؒ کے یہ ارشادات سن کر لوگوں نے اپنی اس حرکت سے توبہ کی۔

بغداد میں دریا کے کنارے ایک جھونپڑی تھی جس میں ایک بزرگ رہتا تھا۔ میں اس بزرگ کے پاس گیا اور سلام کیا۔ اس نے سلام کا جواب اشارے سے دیا اور اشارے ہی سے مجھے بیٹھ جانے کو کہا۔ میں بیٹھ گیا۔ کچھ دیر بعد بزرگ نے فرمایا۔ اے درویش! تمہاری طرح میں بھی دنیا میں سفر کیا کرتا تھا۔ پچاس سال سے گوشہ نشین ہوں۔ سفر کے دنوں میں ایک شہر میں ایک دنیا دار سے میری ملاقات ہوئی جو لوگوں کو لین دین کے معاملہ میں پریشان کرتا تھا۔ میں نے اسے نہ سمجھایا اور نہ اس طریق کار سے منع کیا اور چلا آیا۔ فرشتے نے آواز دی کہ اے درویش! اگر تو محض اللہ کے لیے اس دنیا کو اس کے طرز عمل پر سرزنش کرتا، اسے منع کرتا یا سمجھاتا تو تیرے کہنے سے وہ مان جاتا مگر تو نے اسے اس لیے کچھ نہ کہا کہ شاید وہ تجھ پر مہربانی ترک کر دے گا۔ چنانچہ جب سے میں نے یہ آواز سُنی ہے اس جھونپڑی میں سکونت اختیار کر لی ہے اور شرم کے مارے جھونپڑی سے باہر قدم نہیں رکھتا۔ کئی سال سے

Marfat.com

اسی طرح اندر رہتا ہوں۔ مجھے خوف اس بات کا ہے کہ قیامت کے دن مجھ سے اس معاملے میں باز پرس ہوگی تو کیا جواب دوں گا۔ میں نے اس واقعہ کے بعد قسم کھالی کہ میں کہیں باہر نہیں جاؤں گا کہ کسی کام کو دیکھ کر اس کا گواہ نہ بننا پڑے۔

جب شام کا وقت ہوا تو غیب سے جُو کی روٹیاں، آش کا ایک پیالہ اور پانی کا ایک کوزہ آیا اور ہم دونوں نے مل کر کھانا کھایا۔ رخصت ہوتے وقت بزرگ نے مصّلے کے نیچے سے دو سیب نکال کر مجھے دیے۔

شام کے ایک شہر میں میں نے ایک غار دیکھی جس میں شیخ اوحد محمد الواحدؒ نام ایک بزرگ رہتا تھا۔ اس کے بدن پر چمڑا ہی چمڑا تھا، وہ سجادہ پر بیٹھا تھا پاس ہی دو شیر کھڑے تھے۔ میں شیروں کو دیکھ کر ڈرا اور پاس جانے کی جرأت نہ کر سکا۔ بزرگ نے دیکھ کر مجھے بلایا اور کہا ڈرو نہیں قریب آجاؤ۔ میں قریب گیا اور سلام کر کے بیٹھ گیا۔ بزرگ نے فرمایا اگر تو کسی کا ارادہ نہ کرے گا تو کوئی تیرا ارادہ نہیں کر سکتا شیر کیا ہے جو تو اس سے ڈرتا ہے۔ پھر فرمایا۔ اگر خدا سے ڈرے گا تو شیر کیا سارے لوگ تم سے ڈریں گے، غرض اس طرح کی کئی نصیحتیں بیان فرمائیں۔ پھر مجھ سے پوچھا کہاں سے آئے ہو، میں نے عرض کیا بغداد سے آیا ہوں۔ بولے مبارک ہو۔ درویشوں کی خدمت کرو تا کہ تم بھی بزرگ بن جاؤ۔ میں کئی سال سے اس غار میں پڑا ہوں اور لوگوں سے کٹ کر عزت اور تنہائی کی زندگی بسر کر رہا ہوں مگر تیس سال سے ایک چیز کے باعث رہ رہا ہوں۔ یہی خوف دن رات مجھے رلاتا رہتا ہے۔ میں نے پوچھا وہ کیا خوف ہے۔ فرمایا میں نماز ادا کرتے وقت اس لیے روتا ہوں کہ اگر شرائط نماز میں ذرہ بھر بھی غفلت یا کوتاہی ہوگئی تو نماز ضائع ہو جائے گی اور میرے منہ پر ماری جائے گی۔

پھر فرمایا۔ اگر تو صحیح طریقے پر نماز ادا کرلے تو یہ بہت بڑا کام ہے جو تو کرے گا ورنہ اپنی عمر ضائع کرے گا۔ رسول اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے نزدیک دنیا میں کوئی گناہ اور قیامت میں کوئی اس سے بڑھ کر نہیں کہ نماز باشرائط ادا نہ کی جائے۔ میرے جسم پر جو چمڑا

Marfat.com

اور ہڈیاں دیکھتے ہو یہ اس سبب سے ہیں کہ میں نہیں جانتا مجھ سے نماز کا حق ادا ہوا بھی ہے یا نہیں۔

ابراہیم خواصؒ نے کچھ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے سُنا۔ خواجہ صاحبؒ نے اللہ تعالیٰ کا نام سُنا تو ایسی کیفیت طاری ہوگئی کہ ناچنے لگے اور سات دن رات رقص کرتے رہے۔ جب ہوش میں آتے تو زبان سے لفظ ''اللہ'' نکلتا اور پھر بیہوشی طاری ہو جاتی۔ جب قدرے سنبھلے تو وضو کر کے دوگانہ ادا کیا۔ جب سجدہ میں سر رکھا تو زبان سے لفظ ''اللہ'' ادا کیا اور جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔

ایک مرتبہ میں خواجہ یوسف چشتیؒ کی مجلس میں حاضر ہوا۔ کچھ اور درویش بھی وہاں موجود تھے۔ یہ اشعار پڑھے جا رہے تھے:-

عاشق بہوائے دوست بیہوش بود — وزیادِ محبّ خویش مدہوش بود
فردا کہ بہ حشر خلق حیراں باشد — نامِ تو درونِ سینہ و گوش بود

یہ اشعار سن کر وہ درویش وجد میں آگئے اور سات دن رات بے ہوش رہے۔ اور وجد میں آتے رہے۔ جب قوال کوئی اور اشعار پڑھنے لگتے تو ہم اُن سے انھیں اشعار کی فرمائش کرتے۔ غرض ان درویشوں میں سے دو درویش ایسے بے حال ہوئے کہ زمین پر گر پڑے اور ہمارے درمیان سے غائب ہو گئے۔

ایک بدکار اور فاسق شخص مر گیا۔ خواب میں دیکھا کہ بہشت میں پھر رہا ہے حاجی لوگ اس کے ساتھ ہیں لوگ اسے اس حال میں دیکھ کر متعجب ہوئے پوچھا تم یہاں کیسے پہنچے۔ کہنے لگا۔ میری ایک بوڑھی ماں تھی۔ جب بھی میں گھر سے باہر جانے لگتا پہلے اس کے قدموں پر اپنا سر رکھ دیتا۔ وہ دعائیں دیتی کہ خدا تجھے بخشے۔ یہ انھیں دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ میں بہشت میں حاجیوں کے ساتھ ٹہل رہا ہوں۔

Marfat.com

خواجہ بایزید بسطامیؒ سے پوچھا گیا کہ آپ کو یہ درجہ کیسے حاصل ہوا۔ فرمایا میں سات سال کا تھا کہ مسجد میں قرآن پڑھنے جایا کرتا تھا جب ''بالوالدین احسانًا'' والی آیت پر پہنچا تو استاد سے اس کا مطلب پوچھا وہ کہنے لگے خدا کا حکم یہ ہے کہ جس طرح میری خدمت کرتے ہو اسی طرح والدین کی خدمت بھی بجالایا کرو۔ میں یہ بات سن کر بستہ اٹھا کر گھر چلا آیا اور والدہ کے قدموں میں سر رکھ کر عرض کیا کہ میں نے ارشادِ خداوندی سنا ہے۔ میرے لیے خدا سے کچھ مانگ میں تیری خدمت کرتا رہوں گا۔ والدہ نے میری بات سُن کر دوگانہ ادا کیا۔ پھر میرا ہاتھ پکڑا اور قبلہ رُخ کر کے مجھے خدا کے سپرد کیا۔ وہیں سے مجھے یہ مرتبہ حاصل ہوا۔ اس مرتبے کا باعث میری والدہ کی دعا تھی۔

خواجہ بایزیدؒ نے فرمایا دوسری وجہ میرے مرتبہ کی یہ ہے کہ ایک دفعہ سردیوں میں نصف رات گئے والدہ نے پانی مانگا۔ میں پانی لے کر گیا مگر والدہ سو چکی تھیں۔ میں نے انھیں نہ جگایا اور پانی لیے کھڑا رہا۔ رات کے آخری حصہ میں جب وہ اٹھیں تو دیکھا کہ میں کوزہ لیے کھڑا ہوں۔ اور سردی سے میرے ہاتھ سن ہو رہے تھے۔ والدہ نے میری حالت پر رحم کھا کر میرا سر اپنی بغل میں دبا لیا اور سینے سے لگا کر پیار کیا۔ کہنے لگیں تو نے بڑی تکلیف پائی۔ پھر والدہ نے میرے لیے دعا کی کہ اے اللہ تو اسے بخش دے۔ میری والدہ کی دعا بارگاہ عالی میں قبول ہوئی اور اسی کی بدولت مجھے یہ مرتبہ حاصل ہوا۔

میں نے ایک بزرگ کو دیکھا کہ سجادے پر بیٹھا ہے اور قرآن سامنے رکھا ہے۔ ایک نابینا شخص نے حاضر ہو کر درخواست کی کہ میں نے بہتیرے علاج کیے مگر میری بینائی واپس نہیں آئی، میری التجا ہے کہ آپ میرے لیے فاتحہ پڑھیں۔ بزرگ نے قبلہ رو ہو کر فاتحہ پڑھی، پھر قرآن شریف اٹھا کر نابینا شخص کی دونوں آنکھوں پر ملا اس کی آنکھیں اسی وقت روشن ہو گئیں۔

جامع الحکایات میں مَیں نے ایک حکایت دیکھی ایک فاسق اور بدکار شخص تھا۔ جس

Marfat.com

سے نیک لوگ سخت نفرت کرتے تھے۔لوگوں نے اُسے برائیوں سے باز رکھنے کی بہت کوشش کی مگر وہ کسی طرح درست نہ ہوا۔مرنے کے بعد اسے خواب میں دیکھا کر خرقہ پہنے اور سر پر تاج رکھے فرشتوں کے ساتھ جنت میں چلا جارہا ہے۔پوچھا گیا تو تو بدکار اور فاسق تھا۔یہ نعمت کیسے نصیب ہوئی۔بولا دنیا میں مجھ سے صرف ایک نیکی سرزد ہوئی اور وہ یہ کہ میں قرآن عزیز کی بہت عزت کیا کرتا تھا۔جہاں کہیں قرآن عزیز نظر آجاتا میں کھڑے ہوکر بڑی عزت سے اُسے دیکھتا۔چنانچہ اسی بدولت خدا نے مجھے یہ اعزاز بخشا۔

ایک دفعہ میں خواجہ عثمان ہارونیؒ کی مجلس میں بیٹھا تھا اور لوگ بھی جمع تھے اور متقدمین کے مجاہدے کے متعلق باتیں ہورہی تھیں۔اس دوران میں ایک نحیف ولاغر بوڑھا شخص عصا لیے آیا اور سلام کیا۔شیخ نے بڑی خندہ پیشانی سے سلام کا جواب دیا اور اُٹھ کر اپنے پاس بٹھایا۔بوڑھے نے عرض کیا کہ تیس سال سے میرا بیٹا مجھ سے جدا ہے اور میں اس کے غم میں بے حال ہورہا ہوں۔مجھے یہ بھی علم نہیں کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا۔دعا فرمائیں کہ میرا بیٹا صحیح و سلامت ہو اور میں اسے پالوں۔

شیخ عثمان ہارونیؒ نے مراقبہ کیا۔تھوڑی دیر بعد سر اُٹھایا اور حاضرین مجلس سے مخاطب ہوکر فرمایا دعا کرو کہ اس کا بیٹا صحیح سلامت واپس آجائے۔حاضرین نے دعا مانگی۔دعا ختم ہونے پر خواجہ نے بوڑھے سے کہا جا تھوڑی دیر بعد اپنے لڑکے کو ہمارے پاس لے آنا۔

بوڑھا اُٹھ کر رخصت ہوا۔راستے ہی میں اسے خبر ملی کہ تیرا بیٹا آگیا ہے۔چنانچہ وہ گھر گیا تو دیکھا کہ لڑکا موجود تھا۔بوڑھا اپنے بیٹے کو لے کر اسی وقت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔خواجہ نے لڑکے سے پوچھا تو اتنی مدت تک کہاں تھا۔وہ کہنے لگا میں سمندر میں دیوؤں کی قید میں تھا۔آج بھی اسی جگہ بیٹھا تھا کہ ایک بزرگ تشریف لائے۔ان کی شکل و صورت آپ سے ملتی جلتی تھی۔انہوں نے آتے ہی میری زنجیر توڑ دی اور مجھے گردن سے پکڑ کر حکم دیا کہ میرے پاؤں پر پاؤں رکھو۔میں نے ایسا ہی کیا۔فرمایا آنکھیں بند کرو۔میں نے آنکھیں بند کر دیں۔پھر فرمایا آنکھیں کھول دو۔میں نے آنکھیں کھولیں تو اپنے آپ

Marfat.com

کو گھر کے دروازے پر موجود پایا۔

لڑکا اس سے آگے کچھ اور کہنا چاہتا تھا کہ خواجہ صاحبؒ نے اسے روک دیا۔ بوڑھے نے خواجہ صاحبؒ کے قدموں پر سر رکھ دیا اور کہا دیکھیے اللہ کے بندے اس قدر قدرت کے باوجود اپنے آپ کو چھپائے رکھتے ہیں۔

میں نے کتاب محبت میں اپنے استاد مولانا شرف الدینؒ کے ہاتھ کی تحریر دیکھی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ خواجہ شبلیؒ سے پوچھا گیا آپ اتنی اطاعت و ریاضت کے باوجود جو آپ آگے بھیج چکے ہیں کیوں اس قدر ڈرتے ہیں۔ فرمایا مجھے دو چیزوں کا خوف لاحق رہتا ہے ایک یہ کہ خداوند عزوجل کہیں یہ نہ کہہ دے کہ تو میرے لائق نہیں۔ پھر وہ مجھے اپنی بارگاہ سے دُور کر دے۔ دوسرا خوف یہ ہے کہ اگر موت کے وقت میں اپنا ایمان سلامت لے گیا تو جانوں گا کہ میں نے کچھ کر لیا ہے' ورنہ سمجھوں گا کہ میرے تمام اعمال برباد اور ضائع ہو گئے۔

ایک درویش خود فقر و فاقہ سے رہتا اور جو شے بھی آتی وہ فقرا میں تقسیم کر دیتا۔ یہ اس کا معمول تھا۔ ایک مرتبہ دو صاحب ولایت درویش اس کے پاس آئے اور پانی مانگا۔ درویش نے پانی کا کوزہ پیش کیا اور ساتھ ہی جَو کی دو روٹیاں بھی ان کے سامنے رکھ دیں۔ درویش بھوکے تھے انہوں نے روٹیاں کھائیں اور پانی پیا۔ پھر ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر کہنے لگے اس درویش نے اپنا کام تو کر دیا اب ہمیں بھی اپنا کام کرنا چاہئے۔ ان میں سے ایک نے کہا اسے دنیا دینی چاہئے۔ دوسرا بولا یہ دنیا کے سبب گمراہ ہو جائے گا۔ چنانچہ اسے دنیا آخرت کے بدلے دی اور دعا دے کر رخصت ہو گئے۔

ان درویشوں کی دُعا سے وہ درویش ایسا مرد کامل ہوا کہ اس کے باورچی خانے میں روزانہ ہزاروں من کھانا تیار ہوتا' جو غربا اور مساکین کو کھلایا جاتا۔

ایک دفعہ شیخ عثمان ہارونیؒ اور شیخ اوحدالدین کرمانیؒ اور میں مدینہ کی طرف سفر کر رہے تھے کہ دمشق میں پہنچے۔ وہاں مسجد کے سامنے بارہ ہزار انبیاء کے روضے نظر آئے۔ ہم نے ان کی زیارت کی اور وہاں کے بزرگوں سے ملے۔ ایک دن شیخ عثمان ہارونیؒ اور شیخ کرمانیؒ

Marfat.com

نے دمشق کی مسجد میں ایک واصل حق بزرگ اور درویش محمد عارفؒ کو چند اور درویشوں کے ہمراہ دیکھا۔ وہ اس بارے میں گفتگو کر رہے تھے کہ کوئی شخص کسی بات کا دعویٰ کرے اور وہ لوگوں پر ظاہر نہ کرے تو لوگ کیسے معلوم کریں گے۔ ایک شخص درویش محمد عارفؒ سے بحث کر رہا تھا اور محمد عارف کہتا تھا کہ قیامت کے روز درویشوں سے معافی مانگی جائے گی اور دولت مندوں سے حساب لیا جائے گا۔ اس شخص کو یہ بات ناگوار معلوم ہوئی اور محمد عارفؒ سے پوچھا کہ یہ کہاں لکھا ہے۔

محمد عارف کو کتاب کا نام یاد نہ تھا۔ چنانچہ کچھ دیر مراقبہ میں رہا اور پھر نام بتا دیا۔ وہ شخص کہنے لگا جب تک مجھے کتاب نہ دکھاؤ گے میں نہ مانوں گا۔ درویش نے سر اٹھا کر اوپر دیکھا اور کہا کہ اے خدا! اپنے بندوں کو جو صحیفہ دکھایا ہے وہ اس کے سامنے بھی رکھ دے تا کہ یہ بھی دیکھ لے۔

یہ فرمانا تھا کہ فرشتوں کو حکم ہوا کہ وہ کتاب لا کر اسے دکھا دیں۔ وہ شخص اُٹھ کر محمد عارفؒ کے قدموں پر گر پڑا اور کہا مردانِ خدا ایسے ہوتے ہیں۔

ایک مرتبہ میں سمرقند کی طرف سفر کر رہا تھا۔ دیکھا امام ابواللّیث کے محل کے قریب ایک مسجد تیار ہو رہی ہے۔ ایک عقل مند آدمی کہہ رہا تھا کہ کعبہ اس طرف ہے اس لیے محراب اس رُخ پر رکھو۔ میں نے کہا نہیں کعبہ اس طرف ہے جدھر میں دیکھتا ہوں لہذا محراب اس رُخ پر رکھو۔ میں نے بہت کہا مگر اس نے میرا کہا نہ مانا بالآخر میں نے اس کی گردن پکڑ کر کہا اس طرف دیکھو جدھر میں دیکھتا ہوں کعبہ ادھر ہی ہے۔ اس شخص نے نظر اٹھائی تو اسے کعبہ دکھائی دیا۔

Marfat.com

خواجہ اجمیریؒ کی آخری مجلس

قطب الدین بختیار کا کیؒ حضرت خواجہ اجمیریؒ کی وفات سے چند روز قبل ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔خواجہ صاحبؒ اجمیر کی جامع مسجد تشریف فرما تھے۔کچھ درویش، عزیز اور مریدانِ باصفا بھی موجود تھے۔جمعرات کا دن تھا۔قطب صاحب فرماتے ہیں کہ یہ آخری مجلس تھی۔ملک الموت کے متعلق باتیں شروع ہوئیں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ملک الموت کے بغیر دنیا کی قیمت جَو کے دانے کے برابر بھی نہیں۔پوچھا گیا کیسے؟ فرمایا اس لیے کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔

(موت ایک پُل ہے جس کے ذریعہ دوست دوست سے ملاقات کرتا ہے)

فرمایا دوست وہ ہے جو دل سے دوست کو یاد کرے کیونکہ دل یار کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔خصوصاً اس لیے کہ عرش کے گرد طواف کریں۔جیسا کہ خود خداوند تعالےٰ فرماتا ہے۔اے میرے بندے! جب میرا ذکر تجھ پر غالب آجائے گا تو میں تیرا عاشق ہو جاؤں گا یعنی تیرا محبؔ بن جاؤں گا۔

فرمایا عارف سورج کی مانند ہوتا ہے جو سارے جہان کو روشن کرتا ہے۔اور کوئی شے اس کی روشنی سے خالی نہیں رہتی۔

پھر آبدیدہ ہو کر فرمایا ہمیں یہاں اس لیے لایا گیا ہے کہ ہمارا مدفن یہیں ہوگا تھوڑے ہی دنوں بعد ہم یہاں سے سفر کر جائیں گے۔اس مجلس میں شیخ علی سنجری رحمتہ اللہ علیہ بھی موجود تھے۔خواجہ اجمیریؒ نے انھیں حکم دیا کہ مثال لکھو۔یہ شال قطب الدین بختیار کا کیؒ کو دینا کہ وہ دہلی جائیں۔خلافت ہم نے انھیں دی اور وہی ان کا مقام ہے۔

شیخ قطب الدین بختیار کا کیؒ فرماتے ہیں کہ شال تیار ہونے پر مجھے دی گئی۔میں آداب بجالایا۔خواجہ صاحبؒ نے مجھے اپنے قریب بلایا۔میں گیا تو دستار اور کلاہ میرے سر پر رکھی۔شیخ عثمان ہارونیؒ کا عصا (جوانھوں نے آپ کو دیا تھا) دیا اور زرہ پہنائی۔قرآن کریم اور مصلیٰ بھی عنایت کیا۔پھر ارشاد فرمایا کہ یہ ہمارے خواجگان چشت کو رسولؐ اللہ کی

Marfat.com

طرف سے بطور امانت ملی ہے اور ہم نے تجھے دے کر رخصت کیا۔ جس طرح انھوں نے یہ ہم تک پہنچائی اسی طرح تم آگے پہنچانا اور اس کا حق ادا کرنا تاکہ بروز قیامت ہم خواجگان کے سامنے شرمسار نہ ہوں۔

میں آداب بجالایا۔ خواجہؒ نے دوگانہ نماز ادا فرمائی۔ پھر ارشاد فرمایا۔ جاؤ تمھیں خدا کے حوالے کیا اور منزل گاہِ عزت میں پہنچایا۔

پھر خواجہ صاحبؒ نے فرمایا۔ چار چیزیں نہایت نفیس گوہر ہیں اوّل وہ درویش جو اپنے آپ کو دولت مند ظاہر کرے (یعنی بے نیازی کا اظہار کرے) دوم بھوکا جو اپنے آپ کو پیٹ بھرا ظاہر کرے (یعنی بھوک کا اظہار یا شکوہ نہ کرے اور صابر و شاکر رہے۔ سوم وہ غمزدہ شخص جو خوشی و خرمی کا اظہار کرے۔ چہارم وہ شخص جو اپنے دشمن کے ساتھ دوست بن کر پیش آئے یعنی اس سے دوستانہ سلوک روا رکھے۔

پھر فرمایا اہل محبت کا مرتبہ ایسا ہے کہ اگر اس سے رات کے نماز کے بارے میں پوچھا جائے کہ تو نے وہ ادا کی یا نہیں تو کہے کہ مجھے فرصت نہیں ہم ملک الموت کے گرد پھرا کرتے ہیں۔ جہاں جاتا ہے وہیں اسے پکڑ لیتے ہیں۔

قطب صاحب فرماتے ہیں کہ خواجہ صاحبؒ ابھی یہ باتیں بیان کر ہی رہے تھے کہ میں نے قدم بوسی کرنی چاہی۔ آپ میرا مدعا جان گئے۔ قریب بلایا۔ میں نے سر قدموں پر رکھ دیا۔ آپ نے فاتحہ تلاوت فرمائی اور فرمایا غم نہ کرو مردہ نہ بنو۔ چنانچہ میں آداب بجالایا اور واپس ہوا۔

جب میں دہلی پہنچا تو تمام امام اور اہلِ اصفیا میرے پاس آئے۔ مجھے دہلی میں چالیس دن ہی گزرے تھے کہ خبر ملی خواجہ صاحبؒ میری روانگی کے بیسویں روز جہانِ فانی سے کوچ فرما گئے۔ چنانچہ میں مغموم طبیعت کے ساتھ اسی دن مصلّے پر بیٹھ کر سو گیا۔ خواجہ صاحب کو خواب میں دیکھا کہ عرش کی زمین پر کھڑے ہیں۔ میں نے اپنا سر ان کے قدموں میں رکھ دیا اور کیفیت پوچھی۔ خواجہ صاحبؒ نے فرمایا۔ مجھے خداوند کریم نے بخش دیا اور فرشتوں اور عرش کے رہنے والوں کے پاس جگہ دی۔ میں یہیں رہوں گا۔

Marfat.com

خواجہ غریب نواز رح

قطب الاولیاء، شمس الفقراء، سلطان المساکین
خاتم المجتہدین حضرت معین الملّت والدّین
خواجہ معین الدین حسن سنجری اجمیری رحمۃ اللہ علیہ

روضہ المطہر حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیر شریف

Marfat.com